ضعیف اور من گھڑت

نام کتاب

ضعیف اور من گھڑت واقعات

جمع وترتیب | حافظ محمد انور زاہد حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت | اپریل 2011ء

مطبوعہ |

ناشر | نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

NOMANI KUTAB KHANA
Haq Street Urdu Bazar, Lahore-Pakistan Tel: 37321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا
اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو (سورۃ الحجرات)

سلسلہ ضعیف اور موضوع روایات 2

قصہ گو حضرات کی غیر مستند تحریروں اور تقریروں پر مشتمل
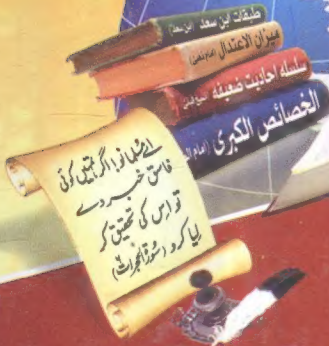
ضعیف اور من گھڑت واقعات

(حصہ سوم)

جمع و ترتیب
حافظ محمد انور زاہد حفظہ اللہ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
37321865
Web: nomanibookss.com E-Mail: nomania2000@hotmail.com

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست مضامین

تقریظ (حافظ محمد اسلم شاہدروی)

الحمد لله والصلوٰة والسلام علی رسول الله و بعد:

زیر نظر کتاب جناب حافظ محمد انور زاہد حفظہ اللہ کی تالیفات میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے، موصوف اس سے قبل بھی متعدد کتب تالیف کر چکے ہیں، آغازِ کار میں خطبات کی تحریر ان کا شغف تھا، لیکن اس بات میں تحقیق و تدقیق کی بہت ضرورت ہوتی ہے، یہی ضرورت انہیں اس میدان میں بطور مولف لے آئی، اسلامیان عرب کے خلاف عجمی سازشوں سے حدیث، سیرت اور تاریخ میں ضعیف اور من گھڑت روایات وجود میں آ گئیں جن سے اسلام کے احکام اور تاریخی معاملات کی حقیقت کو سمجھنا متاخرین کے لیے دشوار ہو سکتا تھا۔

خدا بھلا کرے اہل حدیث اور محدثین کا کہ انہوں نے ہر دور میں اس میدان میں تحقیق کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے کہ قرآن کریم کی طرح حدیث شریف کی حفاظت بھی بطریق احسن انجام پذیر ہوئی۔

ضعیف اور من گھڑت روایات کے اس سلسلہ میں مولف کا مقصود لوگوں کو ان روایات کی حقیقت سے روشناس کرانا ہے، کسی کی تحقیق سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے اور لکھنے والے سے بھی بتقاضائے بشریت کچھ خطا ہو سکتی ہے لیکن یہ بات لائق تسلیم ہے کہ فاضل مولف نے اردو دان طبقہ کے لیے اس خالص عربی اور مشکل علم کی تسہیل کی جو سبیل پیدا کی ہے یہی بات عام و خاص کے لیے ان کی کتب سے دلچسپی کا باعث ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کتبہ فقیر بارگاہ صمدی حافظ محمد اسلم شاہدروی

معاون ناظم طبع و تالیف مرکزی جمعیت اہل حدیث صوبہ پنجاب حمید پارک شاہدرہ لاہور

بتاریخ 17 اپریل 2011ء

آپ میرے اونٹ واپس کر دیں کعبہ جانے اور کعبہ والا
(اصحاب الفیل کا تفصیلی قصہ)

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق بن یسار نے، وہ کہتے ہیں کہ پھر تبع آگے بڑھا حتیٰ کہ مدینہ کی سرزمین پر اترا۔ وادی قباء میں اس نے وہاں ایک کنواں کھودا جسے آج کل بیر ملک کہتے ہیں۔ اور اس وقت مدینہ میں یہودی تھے اور اوس و خزرج تھے۔ وہ لوگ اس کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اس سے لڑائی کی۔ دن بھر اس سے لڑائی کرتے رہتے اور شام ہوتی تو اس کے پاس ضیافت بھیج دیتے اور اس کے لشکریوں کے لیے بھی۔

جب ان لوگوں نے کئی راتیں ایسا کیا تو اس کو شرم آگئی۔ اس نے ان لوگوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا قبیلہ اوس کا ایک آدمی ان کے پاس گیا اس کا نام احیحہ بن جلاح تھا اور اس سے بات کرنے کے لیے یہودیوں میں سے بنیامین قرظی گیا۔ احیحہ نے جا کر کہا اے بادشاہ ہم لوگ آپ کی قوم ہیں اور بنیامین نے کہا اے بادشاہ یہ ایسا شہر ہے جس میں فاتحانہ داخلے کی آپ کو قدرت نہیں ہو سکتی اگرچہ آپ اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالیں۔ اس نے کہا ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے اس کو بتایا کہ یہ انبیاء میں سے ایک نبی کی منزل ہے اللہ تعالیٰ اس کو قریش میں سے بھیجیں گے۔ اور اس وقت تبع کے پاس یمن سے ایک خبر دینے والا آیا اس نے اس کو آکر بتایا کہ یمن میں ایک آگ لگی ہے اس نے سب کچھ جلا کر ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا تبع جلدی سے وہاں سے نکلا اور اس کے ساتھ یہود کی ایک جماعت بھی تھی ان میں بنیامین وغیرہ تھے۔ اس نے وہاں شعر کہا

الــقـــي الـــى نــصيـــحة كــنـــى ازدجــر

عـــن قـــريــــه مــحـــجـوزـة بـمــحــمــد

میرے پاس نصیحت آگئی ہے تا آنکہ میں رک جاؤں

اس بستی سے جو محفوظ کر دی گئی ہے محمد کی وجہ سے

کہتے ہیں کہ وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ جب وہ مقام دف پر پہنچا، جمد ان سے مکہ کے قریب دوراتوں کی مسافت پر تو ان کے پاس قبیلہ ہذیل بن مدرکہ سے کچھ لوگ آئے، وہاں ان کے گھر تھے۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ! ہم آپ کو ایک ایسا گھر بتاتے ہیں جو سونے، چاندی، یاقوت اور زمرد سے (ہیرے جواہرات سے) اٹا پڑا ہے آپ اس کو لوٹیں گے؟ تم خود بھی لینا ہمیں بھی دینا۔ اس نے حامی بھر لی۔ ان قبائل نے اس کو بتایا کہ وہ گھر مکہ میں ہے۔ لہٰذا تبع مکہ کی طرف روانہ ہوا وہ کعبہ کو گرانے کا پکا عزم کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا چلا دی جس نے اس کے ہاتھ پیر مفلوج کر دیئے اور پورا جسم اکڑا دیا۔ چنانچہ اس نے یہودیوں کو بلایا جو اس کے ساتھ تھے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا برا ہو یہ کیا مصیبت ہے جو مجھ پر پڑ گئی ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے دل کے اندر کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے۔ اس نے کہا میں نے کیا نئی چیز پیدا کر لی ہے؟ انہوں نے کہا آپ نے اپنے دل میں کسی نئی بات کا ارادہ کرلیا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں کیا ہے۔

پھر اس نے کعبۃ اللہ کو گرا دینے کے عزم کا تذکرہ کیا اور اس میں جو ہیرے جواہرات ہیں ان کو لوٹ کر لے جانے کا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ بیت اللہ کا عزت والا گھر ہے جس نے اس کو گرانے کا ارادہ کیا وہ ہلاک ہوگیا۔ اس نے پوچھا ہلاک ہو جاؤ آخر اس مصیبت سے چھٹکارے کا کیا طریقہ ہے جس میں، میں پھنس گیا ہوں۔ انہوں نے اس کو بتایا کہ آپ بیت اللہ کے گرد طواف کرنے اور اس کو غلاف پہنانے اور اس کے لیے قربانی کرنے کا ارادہ پکا کرلیں۔ اس نے اپنے دل کو اس بات پر آمادہ کرلیا لہٰذا اللہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے

بعد وہ چل کر مکے میں داخل ہوا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑیں لگائیں پھر اس کو خواب دکھایا گیا کہ وہ بیت اللہ کو کپڑا پہنائے۔ چنانچہ اس نے بیت اللہ پر غلاف ڈالا اور مکے میں اس کی قربانی کرنے کی بات بھی بیان ہوئی ہے اور یہ کہ اس نے لوگوں کو کھانا بھی کھلایا۔ اس کے بعد وہ یمن واپس لوٹ گیا اور قتل ہو گیا اور اس کا بیٹا دوس قیصر کی طرف گیا اس نے جا کر اس سے اپنی قوم کے خلاف استغاثہ کیا اس پر جو انہوں نے اس کے باپ کے ساتھ کیا تھا۔ اور قیصر نے ملک حبشہ نجاشی کی طرف لکھا پھر نجاشی نے اس کے ساتھ ساٹھ ہزار بھیجے اور ان پر روزبہ نامی شخص کو عامل مقرر کیا یہاں تک کہ انہوں نے حمیر کو قتل کر دیا جس نے اس کے باپ کو مارا تھا۔ پھر صنعاء میں داخل ہوئے اور اس کے مالک بن گئے اور یمن کے بھی مالک بن گئے۔

یمن میں کعبہ نامی مکان:

اور روزبہ کے اصحاب میں ایک آدمی تھا اس کو ابرہہ بن اشرم کہتے تھے وہ ابو یکسوم تھا اس نے روزبہ سے کہا کہ میں اس معاملہ کے لیے تم سے زیادہ بہتر ہوں اور اس نے اسے مکر کے ساتھ قتل کر دیا اور نجاشی کو اس نے راضی کر لیا۔ پھر اس نے یمن میں ایک کعبہ بنایا اور اس میں سونے کے قبے بنائے اور اپنی مملکت والوں سے کہا کہ وہ اس کا حج کریں اور اس نے اس کو بیت اللہ سے تشبیہ دی۔ چنانچہ ایک آدمی بنو ملکان کنانہ میں سے تھا اور وہ حمس میں سے تھا وہ یمن جا پہنچا اور اس نے جا کر اس گھر میں پاخانہ کر دیا۔ ابرہہ جب داخل ہوا اور اس نے اس میں یہ گندگی دیکھی تو پوچھا کہ کس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے۔ اس کے اصحاب نے اس کو بتایا کہ بیت اللہ کے قریب رہنے والے لوگوں میں سے، جہاں عرب حج کرتے ہیں ایک آدمی آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے؟ میری مدد کے لیے تیار ہو جاؤ میں عربوں کے اس کعبے کو گرا دوں گا اور اس کو برباد کر دوں گا اور میں عربوں کو بتا دوں گا۔ چنانچہ کبھی بھی اس گھر کا حج کوئی نہیں کرے گا۔ اس نے ہاتھی منگوائے

اور اپنی قوم کے اندر اس نے اعلان کر دیا کہ میرے ساتھ نکلو۔ لہٰذا اس نے خود بھی وہاں سے روانگی اختیار کی اور ہر اس شخص نے جس نے اہل یمن میں سے اس کی اتباع کی۔ اکثر لوگ جنہوں نے اس کی اتباع کی تھی وہ عک تھے اور اشعری تھے اور خثعم۔ چنانچہ وہ رجز گاتے ہوئے وہاں سے چلے۔

ان البلد لبلدا ماکول
تاکله عك والاشعریون والفیل

بے شک یہ شہر کھایا ہوا ہے (ہلاک شدہ)
اس کو عک اور اشعری اور ہاتھی کھا جائیں گے

کعبہ شریف پر حملہ کے لیے روانگی:

کہتے ہیں اس کے بعد وہ روانہ ہوئے۔ جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے بنو سلیم میں سے ایک آدمی کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اس گھر کے حج کی دعوت دے جو اس نے بنایا تھا۔ چنانچہ اس کو ایک آدمی ملا قبیلہ حمس کا بنو کنانہ میں سے، اس نے اس کو قتل کر دیا۔ جب ابرہہ کو اس کی موت کی اور اس شخص کی جسارت کی خبر پہنچی تو اس کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ لہٰذا اس نے روانگی اور کوچ کرنے کے لیے لوگوں کو ابھارا۔ اور طائف پہنچ کر اہل طائف سے اس نے راستے کی رہنمائی کرنے والا آدمی مانگا۔ اہل طائف نے ابرہہ کے ساتھ قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی روانہ کیا اس کا نام نفیل تھا وہ ان لوگوں کو لے کر چلا۔ یہاں تک کہ وہ جب مقام مغمس میں پہنچے مغمس میں مکہ کی بالائی سمت چھ میل کے فاصلے پر اترے اور انہوں نے اپنے لشکر کے مقدمات آگے مکے میں روانہ کر دیئے۔ قریش متفرق ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور کہنے لگے ہمیں ان کے ساتھ لڑائی کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ مکے میں سوائے عبدالمطلب بن ہاشم کے اور کوئی بھی نہیں رہ گیا تھا۔ لہٰذا عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کی چوکھٹوں کو پکڑا اور کھڑے ہو کر کہنے لگے:

لاھـــم ان الـــعـبـــد يـــمـــنـــع
رحـــلـــه فـــامـــنـــع حـــلا لك
لا يـــغـــلبـــوا بـــصـــليبهـــم
ومـــحـــالهـــم غـــدوا مـــحـــالك
ان كـــنـــت تـــاركهـــم وكـــع
بتـــنـــا فـــامـــر مـــا بـــدالك

''اے اللہ بے شک انسان اپنے سامان کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ آپ بھی اپنی قوم و جماعت کی حفاظت کریں یا اپنے سامان کی حفاظت کریں یعنی، اپنے گھر کی حفاظت کریں۔ یہ لوگ اپنی صلیب کو غالب نہ کر دیں اور اپنی قوت و طاقت کو غالب نہ کر دیں۔ کل صبح آپ کی طاقت وقوت کے اوپر اگر آپ ان کو اور ہمارے کعبے کو (بے یار و مددگار) چھوڑ دیں تو پھر جو آپ بہتر سمجھیں (کہنا یہ چاہتے تھے کہ جو چیز آپ کے سامنے واضح ہے آپ ہمارے ساتھ وہ نہ کریں)۔''

قریش کے اونٹ پکڑنا:

اس کے بعد ابرھہ کے لشکریوں نے قریش کے مویشی پکڑ لیے تھے۔ ان میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔ جب عبدالمطلب کو اس کی خبر پہنچی تو وہ ان لوگوں کے پاس گئے اور ابرہہ کا ترجمان بنو اشعریوں میں سے ایک آدمی تھا اور وہ پہلے سے عبدالمطلب کو جانتا تھا۔ عبدالمطلب جب پہنچے تو اس اشعری نے پوچھا کہ آپ کس کام سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا آپ مجھے بادشاہ سے ملنے کی اجازت دلوا دیں۔ وہ اندر گئے اور جا کر کہا، کہ اے بادشاہ! قریش کا سردار آپ کو ملنے کے لیے آیا ہے۔ جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں لوگوں کو کھلاتا ہے آپ اس کو ملنے کی اجازت دے دیں۔

عبدالمطلب جسیم اور جمیل آدمی تھے۔ اجازت ملی تو وہ اندر داخل ہوئے جب ابو یکسوم

نے اس کو دیکھا تو ان کو نیچے بٹھانا مناسب نہ سمجھا اور اپنے تخت پر ساتھ بٹھانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ لہٰذا وہ خود نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے اور عبدالمطلب کو ساتھ بٹھا لیا۔ اور ان سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے لشکریوں نے میرے دوسو اونٹ قبضے میں لے لیے ہیں وہ چھوڑ دیں۔ ابویکسوم نے کہا اللہ کی قسم میں نے آپ کی شکل وصورت دیکھ کر آپ کو پسند کیا تھا آپ مجھے اچھے لگے تھے مگر آپ سے میں نے جب بات کی تو مجھے آپ سے بے رغبتی ہوگئی ہے۔ عبدالمطلب نے پوچھا کیوں بادشاہ؟ اس نے کہا اس لیے کہ میں تمہارے کعبے کو گرانے آیا ہوں وہ تمہارے سارے عرب کی عزت ہے اور وہ لوگوں میں تمہاری فضیلت ہے اور تمہارا لوگوں میں شرف ہے اور تمہارا دین ودھرم ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کو توڑنے آیا ہوں۔ ادھر آپ کے دوسو اونٹ پکڑے گئے ہیں میں نے آپ سے آپ کی حاجت پوچھی ہے تو آپ نے اپنے اونٹوں کی بات کی ہے اور آپ نے مجھ سے اپنے کعبے کی بات ہی نہیں کی۔ چنانچہ عبدالمطلب نے اس سے کہا۔ اے بادشاہ میں تو اپنے حال کے بارے میں آپ سے بات کروں گا۔ رہا یہ کعبہ اور یہ گھر، اس کا مالک موجود ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا مجھے اس کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ابویکسوم نے ان کا خیال کیا اور حکم دے دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ اس کو واپس کر دیئے جائیں۔

رہبروں کا توبہ کرنا اور واپس لوٹنا:

اس کے بعد واپس آئے، اور وہ رات انہوں نے تارے گن گن کر گزاری، جیسے وہ ان سے ہم کلام ہیں۔ چنانچہ ان کے دلوں نے عذاب کو محسوس کر لیا تھا۔ اور ان کا راستہ دکھانے والا رہبران کو چھوڑ کر حرم میں چلا آیا تھا۔ اور اشعریوں اور خثعمیوں نے عذاب کو محسوس کرتے ہوئے بادشاہ سے بے وفائی کر لی۔ انہوں نے اپنی تلواریں اور ترکش توڑ ڈالے اور اللہ کی بارگاہ میں انہوں نے اظہار براءت کر لیا، اس بات سے کہ وہ کعبے کے گرانے میں ان کی مدد کریں۔ انہوں نے خوف کے عالم میں یہ بدترین رات گزاری۔ پھر وہ رات کے پچھلے

حصہ میں منہ اندھیرے اٹھے حملے کے لیے روانگی کرنے کے لیے۔ انہوں نے اپنے ہاتھیوں کو اٹھایا، سوچ رہے تھے کہ صبح ہی صبح مکے میں داخل ہو جائیں گے۔ انہوں نے بڑے ہاتھی کو مکے کی طرف متوجہ کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ پھر انہوں نے اس کو مار مار کر اٹھانے کی کوشش کی تو وہ لیٹ گیا۔ اس کی برابر یہی حالت رہی، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

اس کے بعد لوگ اپنے ہاتھی کے پیچھے پڑ گئے، اس کو کہنے لگے تجھے اللہ کی قسم ہے کیا تو مکے نہیں جائے گا۔ اور اس کو قسمیں دینے لگے، وہ اپنے کان ہلا دیتا تھا (گویا وہ منع کر رہا تھا) اور ہاتھی ان پر برہم ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو انہوں نے اس کو یمن واپسی کی راہ پر اٹھا کر کھڑا کیا تو وہ واپسی کے لیے بھاگنے لگا۔ جب انہوں نے ان کو چلتے پھرتے دیکھا تو پھر اس کو کعبے کی طرف متوجہ کیا تو وہ دوبارہ بیٹھ گیا اور پھر زمین پر لیٹ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر انہوں نے اس کو قسمیں دیں وہ اپنے کانوں کو ہلانے لگا۔ جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور انہوں نے اس کو یمن کی طرف متوجہ کیا تو وہ بھاگنے لگا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اس کو پھر مکے کی راہ پر ڈالا۔ جب وہ پہلی جگہ پر آیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس کو مارا تو وہ لیٹ گیا۔

وہ اسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے تھے کہ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر پرندے ابھر کر آ گئے۔ سمندر کی طرف سے دھویں کے سیاہ بالوں کی مانند پرندے نمودار ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں چھا گئے۔ وہ ان کو کنکریاں مارنے لگے۔ ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر تھا اور پنجوں میں ایک ایک پتھر۔ ایک پتھر مار کر گزر جاتا تو دوسرا آ جاتا۔ جہاں وہ پتھر گرتا سوراخ کر جاتا، پیٹ پر گرتا تو اس کو پھاڑ دیتا، ہڈیوں پر لگتا تو اس کے پار ہو جاتا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر ابو یکسوم بادشاہ بدحواس ہو کر بھاگنے اور فرار ہونے لگا۔ اس کو بھی پتھر لگتے رہے۔ وہ جس سرزمین سے گزرتا تھا وہاں سے اس کی امید منقطع ہو جاتی تھی اس حالت میں بھاگتے بھاگتے وہ یمن پہنچا، مگر اس کے جسم کا کوئی حصہ سلامت نہیں رہا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو

اس کا سینہ پھٹ گیا اور پیٹ چاک ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اور قبیلہ خثعم اور اشعریوں نے جو براءت کا اظہار کر لیا تھا ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

اس بارے میں جو انہوں نے شعر کہے، اس کو بھی لوگوں نے نقل کیا ہے۔ عبدالمطلب نے رجز پڑھتے ہوئے کہا اور وہ اہل حبشہ کے خلاف بددعا کر رہے تھے۔

یارب لا ارجو لهم سواکا

یارب فامنع منهم حماکا

ان عدو البیت من عاداکا

انهم لن یقهروا قواکا

''اے پروردگار میں ان کے بارے میں تیرے سوا کسی سے امید قائم نہیں کرتا۔ اے میرے رب تو ہی ان سے اپنے متاع کی حفاظت فرما۔ بے شک بیت اللہ کا دشمن تیرا بھی دشمن ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بے شک وہ لوگ تیری طاقتوں پر غالب نہیں آ سکتے۔''

بیہقی کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوزکریا عنبری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے جریر نے قابوس بن ابوظبیان سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہاتھی والے آئے۔ جب وہ مکہ کے قریب ہوئے تو عبدالمطلب آگے جا کر ان کو ملے اور ان کے بادشاہ سے کہا، آپ ہمارے پاس کیوں آئے ہیں؟ آپ اگر ہمارے پاس اپنا نمائندہ بھیج دیتے تو ہم خود آپ کے پاس آ جاتے اور آپ جو کچھ ہم سے چاہتے ہیں ہم وہ بھی آپ کے پاس لے آتے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے بارے میں خبر ملی ہے کہ جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے اس کو امان مل جاتی ہے۔ میں اس کے ساتھ بسنے والوں کو دہشت زدہ کرنے آیا ہوں اور اس کے امن کو تباہ کرنے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا

کہ ہم آپ کو ہر وہ چیز دیں گے جو آپ کو چاہیے بس آپ واپس چلے جایئے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو اس کے اندر داخل ہو کر دکھاؤں گا۔ وہ کعبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور عبدالمطلب پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ وہ پہاڑ کے اوپر جا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں نہ تو اس گھر کو ہلاکت کے وقت یہاں موجود رہوں گا نہ ہی یہاں کی آبادی کی تباہی کو دیکھوں گا۔

اس کے بعد انہوں نے دعائیہ اشعار کہے تھے:

اللھم ان لکل الہ حلا لا فامنع حلالك
لا یغلبن محالھم ابدا محالك
اللھم فان فعلت فامر ما بدالك

"اے اللہ بے شک ہر الٰہ کا ایک متاع ہوتا ہے۔ آپ بھی اپنے سامان کی حفاظت کیجئے۔ ان کی طاقت آپ کی طاقت پر ہرگز غالب نہیں آئے گی کبھی۔
اے اللہ! اگر اب اپنے گھر کی حفاظت نہ کریں گے تو پھر یہ ایسا امر ہے جو چاہیں آپ سو کریں۔"

یہ دعا کرتے ہی سمندر سے بادلوں کی مانند پرندوں کا طوفان اٹھا اور دیکھتے دیکھتے ابابیل پرندے ان پر چھا گئے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ﴾ کہ پرندے ان پر سخت مٹی کے پتھر مار رہے تھے۔ فرمایا کہ پرندے ان پر لپکنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے کنکریوں کی بمبارمنٹ سے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق (۱/۱٤) ورواہ الحاکم فی المستدرك (۲/۵۸۳) اگرچہ اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ مگر یہ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں قابوس بن ابی ظبیان کے متعلق حافظ ابن حجر کہتے ہیں ضعیف ہے ابو حاتم کہتے ہیں اس کی بیان کردہ روایت قابل حجت نہیں۔ دلائل النبوۃ بیہقی (۱/۱۰۵) اس میں یہ واقعہ محمد بن اسحاق بن یسار نے بیان کیا ہے جو کہ نبی ﷺ کے دور کے بعد پیدا ہوئے انہوں نے یہ واقعہ کس سے سنا کوئی سند نہیں۔ ایک محقق نے اس قصہ پر پر مغز تبصرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ابرہہ کی آمد کی تفاصیل کا منبع عبید بن عمیر ہے جو نبی ﷺ کے عہد میں پیدا ہوا۔ ہم تک پہنچنے

والی معلومات میں سے یہ سب سے قدیم ہیں۔ ان کی سند ضعیف ہے، اس میں ابوسفیان طلحہ بن نافع ہے جو کہ مدلس ہے اور اس نے یہ واقعات لفظ عن کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴/۲۸۴۔۲۸۵) یہ تفاصیل اعمش نے طلحہ سے روایت کی ہیں اور محدثین کے ہاں یہ بات مشہور و معلوم ہے کہ اعمش کی طلحہ سے روایت اس کتاب سے ہے جس کا کچھ حصہ اس نے سنا ہے۔ پوری کتاب نہیں سنی۔ اس روایت میں یہ صراحت نہیں کی کہ واقعتاً اس نے اس کا سماع کیا ہے۔ (میزان الاعتدال للذهبی: ۲/۲۲٤۔ تهذیب التهذیب لابن حجر: ۳/۲۲٤۔ تعریف اهل التقدیس: ۳۳)

طبرانی کی سند قتادہ تک حسن ہے کیونکہ یزید بن زریع کا سعید بن ابوعروبہ سے سماع قدیم ہے یعنی سعید کے حافظ کی خرابی سے پہلے کا ہے لیکن یہ روایت مرسل ضعیف ہے۔ (تفسیر طبری: ۳۰/۳۰۳، ۳۰٤)
قتادہ کا قول محمد بن ثور عن معمر عن قتادہ کا صحیح سند کے ساتھ طبری تک پہنچا ہے۔ (الطبری: ۳۰/۲۹۷، ۲۹۹) اس کے علاوہ بقیہ تمام روایات جو ابن مسعود، ابن عباس اور سعید بن جبیر اور دوسرے لوگوں کی سند سے بیان ہوئی ہیں وہ صرف سورۂ فیل کے الفاظ کی تفسیر کی حد تک ہیں۔ وہ اس واقعہ کی کوئی تفصیلی صورت کشی نہیں کرتیں۔ (تفسیر طبری: ۳۰/۲۹٦)

یہودی عالم نے عبدالمطلب سے کہا آپ کے ایک نتھنے میں نبوت دوسرے میں بادشاہیت ہے

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر محمد بن محمد بن عبداللہ بغدادی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہاشم بن مرثد طبرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عمران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو ابن عون نے، ان کو مسور بن مخرمہ نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے کہا کہ میں سردی کے موسم میں سفر کر کے یمن پہنچا اور میں ایک یہودی عالم کے پاس اترا۔ چنانچہ کتاب زبور کے ماننے والے ایک آدمی نے مجھ سے کہا، اے عبدالمطلب کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے

کہ میں آپ کے جسم کو دیکھوں۔ میں نے کہا کہ آپ دیکھ لیجئے سوائے شرم گاہ کے حصہ کے۔ کہتے ہیں کہ اس نے میرے ناک کے ایک نتھنے کو کھول کر دیکھا، پھر دوسرے کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کے ایک میں بادشاہت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں یہ چیزیں نتھنوں میں دیکھ رہا ہوں۔ تو یہ کیسے ہوگا؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تیری شاعۃ ہے (تابعدار، فرمانبردار) یعنی بیوی ہے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ شاعۃ سے کیا مراد ہے، اس نے بتایا کہ زوجہ۔ میں نے جواب دیا کہ آج کل تو نہیں ہے۔ اس نے کہا جس وقت آپ واپس وہاں جائیں تو بنوزہرہ میں شادی کر لینا۔ چنانچہ عبدالمطلب مکہ واپس لوٹ گئے اور انہوں نے ہالہ بنت وہب بن عبدمناف سے شادی کر لی اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے، حمزہ اور صفیہ۔ اور عبداللہ بن عبدالمطلب نے شادی کی آمنہ بنت وہب سے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا اور جب عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی تو قریش نے کہا کہ عبداللہ اپنے والد پر گئے ہیں (یعنی جو طلب کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور تحقیق کہا گیا کہ یہ عورت قبیلہ بنوخثعم سے تھی)۔ ❶

❶ اسنادہ موضوع۔ اخرجه البيهقي في دلائل النبوة (۱/۹۸) (رقم: ۲٤) والحاكم في (المستدرك: ۲/٦٥٦) حديث رقم ٤١٧٦ من طريق أبي جعفر محمد بن عبدالله البغدادي والطبراني في (الكبير: ۳/۱۳۷) حديث رقم ۲۹۱۷۔ من طريق علي ابن احمد الجوزي الواسطي قال: حدثنا يعقوب بن محمد الزهري...... به، وابو بكر الشافعي في (الغيلانات: ۱/۲٥٤) حديث رقم ۲۲۹ من طريق محمد بن يونس...... به، وابو نعيم في (دلائل النبوة: ۱/۸٤) حديث رقم ۷۱۔ من طريق يعقوب بن محمد بن عيسى...... به، و ابن سيد الناس في عيون الاثر (۱/۸٥) من طريق يعقوب بن محمد بن عيسى......، وابن الجوزي في (المنتظم: ۱/۱۹۱) من طريق يعقوب...... به، كلاهما (يعقوب، محمد بن يونس) عن عبدالعزيز بن عمران...... به، هيثمي المجمع (۸/۲۲۱) میں کہتے ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس میں عبدالعزیز بن عمران راوی متروک ہے۔

آپ ﷺ کے وقت ولادت کی ایک ضعیف روایت

ابن سعد کہتے ہیں کہ اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب امنہ کہتی ہیں حضور ﷺ کی ولادت کے وقت میرے بطن سے نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور حضور ﷺ پاک وصاف طاہر ومطہر پیدا ہوئے یعنی آپ کے ساتھ کوئی آلودگی و الائش نہیں تھی اور جب آپ کو زمین پر رکھا تو آپ ﷺ اپنے دست (ہاتھ) مبارک کے سہارے فرش پر بیٹھ گئے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ طبقات ابن سعد مترجم ج ۱، ص: ۱۴۶۔ خصائص الکبریٰ مترجم ج ۱، ص: ۱۰۲۔ دونوں نے اس کو اسحاق بن عبداللہ سے نقل کیا ہے جبکہ اسحاق بن عبداللہ نبی ﷺ سے کئی سو سال بعد پیدا ہوئے انہوں نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی ان کو بغیر کسی واسطے کے اس واقعہ کا کیسے علم ہوا۔

عبدالمطلب نے ساتویں دن عقیقہ کیا اور محمد ﷺ نام رکھا

بیہقی کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی احمد بن کامل قاضی نے زبانی طور پر کہ احمد بن اسماعیل سلمی نے ان کو حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو صالح عبداللہ بن صالح نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے ابوالحکم تنوخی سے وہ کہتے ہیں کہ قریش میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے۔ صبح تک وہ اس پر ہنڈیا نصب کر دیتی تھیں۔

جب حضور پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے ان کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیا اسی طرح کا ٹوٹکا کرنے کے لیے۔ عورتوں نے جب صبح کو دیکھا تو وہ ہنڈیا دو ٹکڑے ہو چکی تھی اور حضور کو دیکھا کہ وہ آنکھیں کھولے ہوئے اوپر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے لہذا وہ عورتیں عبدالمطلب کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا جو ہنڈیا اس پر پھیری تھی وہ بھی ٹوٹ چکی ہے اور اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور نگاہیں آسمان کی طرف تھیں

عبدالمطلب نے کہا کہ تم لوگ اس کی حفاظت کرو اور میں امید کرتا ہوں کہ شاید وہ جنت کو پہنچے گا۔ جب ساتواں دن ہوا تو عبدالمطلب نے حضور کی طرف سے جانور ذبح کیا اور قریش کی دعوت کی جب دعوت کھا چکے تو انہوں نے پوچھا ارے عبدالمطلب جس بچے کی وجہ سے تو نے ہماری ضیافت کی آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے۔ عبدالطلب نے بتایا کہ محمد نام رکھا ہے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ نام اس کے گھر کے ناموں سے بالکل مختلف رکھا ہے آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی آسمانوں پر اس کی تعریف کرے اور اللہ کی مخلوق دھرتی پر اس کی تعریف کرے۔

اس واقعہ کو سعید الفت نے اس انداز میں بیان کیا ہے:

محمدؐ دے چاچے تے بابے تے تائے
محمدؐ جاں ست دن دے ہوئے تاں آئے
کٹھے ہو کے دعوت تے بندے نے سارے
محمدؐ دے دادا نوں کہندے نے سارے
جو عبداللہ دی بن نشانی ہے آیا
ہے کیہ نام لڑکے دا رکھیا رکھایا
میں اس لڑکے دا ناں محمدؐ رکھایا
ایہہ دادا نے سن کے تے اگوں سنایا
عبد عزیٰ رکھ دوں یا عبد منات ای
ایہہ پھر بھی تاں ہندی کوئی گل بات ای
ایہہ ساڈے تے نزدیک اوکھا جیہا اے
ایہہ کہ ناں محمدؐ انوکھا جیہا اے
ایہہ دادا نے سنیاں تے اندر سدھائے

محمدؐ نوں گودی اٹھا کے لے آئے
لگے کہن سب نوں لے اکھاں تے چکو
میرے سوہنے بیٹے دا مکھڑا تے تکو
جنہوں تک تک کے نئیں رج دیاں اکھاں
محمدؐ نہ رکھاں تے کیہ نام رکھاں
تسیں دسو تہاڈیاں ٹھریاں نئیں اکھاں
محمدؐ نہ رکھا تے کیہ نام رکھاں
جاں حسن محمدؐ دے کیتے نظارے
کوئی گل نہ کیتی تے چپ ہو گئے سارے [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳۔البدایۃ والنہایہ (۲/۳۲۵)واوردہ ابن منظور فی مختصر تاریخ دمشق (۱/۱۲۳) اس کی سند میں ابوصالح عبداللہ بن صالح صدوق ہے مگر بکثرت غلطیاں کرتا ہے نیز اس روایت کی سند میں انقطاع ہے۔

اے آمنہ اس بچے کا نام محمد ﷺ ہے تم بھی اس کا نام محمد ﷺ رکھنا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کسی کہنے والے نے آمنہ سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے آنے کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کی آمد کے ساتھ روشنی نمودار ہوگی جو ارض شام میں واقع مقام بصری کے محلات کو بھر دے گی۔جب یہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا بے شک اس کا نام توراۃ میں احمد ہے۔اس لیے کہ اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔اور یہ اس کا نام انجیل میں بھی احمد ہے۔اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے اور اس کا نام قرآن میں

محمد ﷺ ہے لہٰذا میں نے یہی اس کا نام رکھا ہے۔ اسی واقعہ کو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سعید الفت کہتے ہیں:

اجے شکم مادر چ ہے سن پیغمبر
کئی واری ستیاں ہویاں خواب اندر

مائی آمنہ نوں بتایا گیا سی
قدرتوں سبق ایہہ پڑھایا گیا سی

تیرے بچے جیسا کروڑیں نہ لکھیں
توں اس لڑکے کا ناں "محمد" ای رکھیں [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیھقی (۸۳/۱) محمد بن اسحاق کے آگے سند نہیں ہے۔ ذکرہ ابن کثیر فی السیرۃ النبویۃ (۲۰۶) ورواہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۸۲/۲) وابن اثیر فی الکامل فی تاریخ (۱۵۷/۱) وابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ (۳۲۳/۲) جمیعا عن ابن اسحاق۔ نیز کی سند میں احمد بن عبدالجبار ضعیف ہے۔ یہ حدیث نہیں نہ ہی کسی صحابی کا قول ہے بلکہ نبی سے ایک سو تیئس سال بعد پیدا ہونے والے محمد بن اسحاق کا قول ہے جو اس نے بغیر کسی واسطہ کے بیان کیا ہے۔

نـوٹ: ...... نام محمد کس نے رکھا آمنہ نے یا عبدالمطلب نے اس کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملی لیکن ہمیں اس بحث کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ جس نے بھی رکھا ہے خود نبیؐ نے اس کی تائید فرمادی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کردی۔ قرآن پاک میں چار مرتبہ نبیؐ کا نام محمد آیا ہے۔ ﷺ

نبی ﷺ کا صفاتی نام حبیب اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور جب ان کے قریب پہنچے تو ان کی باتیں سنیں۔ کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنا لیا۔ دوسرا کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ تیسرا نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اور ''کن'' سے پیدا ہوئے ہیں۔ چوتھا کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور سلام کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کی باتیں اور تمہارا تعجب کرنا سن لیا ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے دوست ہیں اور وہ اسی طرح ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے چنے ہوئے ہیں وہ بھی اسی طرح ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اس کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں یہ بھی اسی طرح ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ نے اختیار کیا ہے وہ بھی اسی طرح ہیں۔ جان لو کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور یہ میں فخریہ نہیں کہہ رہا۔ میں ہی حمد کے جھنڈے کو قیامت کے دن اٹھاؤں گا۔ یہ بھی فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا، میں ہی سب سے پہلے جنت کی زنجیر کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ تعالیٰ میرے لیے اسے کھولیں گے۔ پھر میں اس میں مومن فقراء کے ساتھ داخل ہوں گا۔ یہ بھی بطور فخر نہیں کہہ رہا اور میں گزشتہ اور آنے والے تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ یہ بھی میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ سنن ترمذی کتاب المناقب باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح: ۳۶۱۶۔ سنن دارمی کتاب المقدمہ باب ما اعطی النبی من الفضل ح: ۴۸۔ اس میں زمعہ بن صالح ضعیف ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں اس کو جمہور علماء نے ضعیف کہا ہے۔ بوصیری نے بھی ضعیف کہا ہے۔ عراقی کہتے ہیں اس کو اکثر نے ضعیف کہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام المہدی

ابن سعد نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مرثیہ نقل کیا ہے۔

جزعا على المهدي اصبح ثاويا

يا خير من وطى الحصى لاتبعدي

"اس مہدی پر جزع وفزع کی بنا پر نیند اڑ گئی جواب دفن ہو چکا ہے۔ اے سنگریزوں کو سب سے بہتر روندنے والے دور نہ ہو جانا۔" ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ طبقات ابن سعد حصہ ۲، ص ۳۵۷۔ ابن سعد نے یہ مرثیہ واقدی سے نقل کیا ہے اور واقدی کذاب اور متروک ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے صفاتی نام المرتضیٰ اور الطاہر

ابن سعد نے عاتکہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ بیان کیا، کہتے ہیں۔

علی المرتضیٰ للبر و العدل والتقی
وللدین والاسلام بعد المظالم

"ان پر روؤ جو مظالم کے بعد نیکی وعدل وتقویٰ دین واسلام کے پسندیدہ تھے۔"

علی الطاهر الميمون ذی الحلم اولندی
وذی الفضل والداعی لخير التراحم

"پاک تھے، برکت والے تھے، متحمل تھے، فیاض تھے، صاحب فضیلت تھے، آپس میں بہترین رحم وکرم کے ساتھ رہنے سہنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔"

❶ اسنادہ ضعیف جداً۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ طبقات ابن سعد مترجم ج ۲۔ ص: ۳٦۷۔ اس میں بھی واقدی کذاب اور متروک ہے۔

آپ ﷺ کے صفاتی نام مجتبیٰ، رشید اور ناصح

ابن سعد نے صفیہ بنت عبدالمطلب کے مرثیہ میں آنحضرت ﷺ کے یہ تینوں نام لیے ہیں، کہتے ہیں۔

علی المرتضیٰ للھدی ولتقی
وللرشد والنور بعد الظلم

''ان پر جو ہدایت وتقویٰ وارشاد اور تاریکی کے بعد روشنی کے مرتضیٰ تھے۔''

علی الطاھر المرسل المجتبیٰ
رسول تخیرہ ذوالکرم

''ان پر جو پاک تھے، اللہ کے فرستادہ تھے، مقبول تھے، ایسے رسول ﷺ تھے جنہیں خداوند کریم ہی نے منتخب فرمایا تھا۔''

(1) اسنادہ ضعیف۔ طبقات ابن سعد مترجم۔ ج۲، ص: ۳۷۱۔ اس میں بھی محمد بن عمر واقدی کذاب ہے۔

آپ ﷺ کا صفاتی نام مامون

طبقات ابن سعد میں ہند بنت حارث کے مرثیہ میں یہ نام بھی آیا ہے۔

لقد امتنی من الانباء معضلة
ان ابن آمنة المامون قد ذھبا

''مجھے ایک دشوار خبر پہنچی ہے کہ آمنہ کے برکت والے فرزند جاتے رہے۔''

ان المبارك والمیمون فی جدث
قل الحفوہ تراب الارض والحدبا

''وہ صاحب یمن وبرکت اب ایک قبر میں ہیں، ان پر خاک کا لحاف ڈال رکھا ہے۔''

(1) اسنادہ ضعیف۔ طبقات ابن سعد مترجم۔ ج۲، ص: ۳۷٤۔ اس میں بھی محمد بن عمر واقدی کذاب ہے۔

نوٹ: ...... آپ ﷺ کے اس کے علاوہ صفاتی نام فَاتِحٌ ...... مَشْهُوْدٌ ...... مُهْدٍ ...... مُنجٍ ...... ناهٍ ...... طَيِّبٌ ...... حَفِيٌّ ...... مَنْصُوْرٌ ...... مِصْبَاحٌ ...... آمِرٌ ...... حَافِظٌ ...... كَامِلٌ ...... كَلِيْمُ اللّٰه ...... نَجِيُّ اللّٰه ......

صَفِیُّ اللّٰہ ..... مَعْلُوْمٌ ..... مَطِیْعٌ ..... مَحْرَمٌ ..... مُکْرَمٌ ..... مَدْعُوٌّ ..... شَہِیْرٌ ..... یاد رہے یہ سارے اوصاف رسول اللہ ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن بحیثیت صفاتی نام کے یہ الفاظ کسی مستند کتاب سے نہیں مل سکے اگر آپ کے اوصاف کے مطابق آپ کے نام رکھے جائے تو پھر یہ نام ہزار ہا سے زیادہ ہو جائیں گے۔

آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل محمد نام کے افراد

مشہور بات یہی ہے کہ نبیؐ سے قبل کسی کا نام محمد نہیں تھا لیکن یہ بات درست نہیں۔ سہیلی الروض الانف میں کہتے ہیں محمد ﷺ سے پہلے صرف تین آدمیوں کے نام محمد تھے محمد بن سفیان بن مجاشع۔ محمد بن حمران بن ربیعہ بن مالک الجعفی محمد بن احیحۃ بن الجلاح۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ نمبر ۵۵۷ من مکتبہ شاملہ میں تقریبا ۱۶ آدمیوں کا ذکر کیا ہے جن کے نام نبیؐ سے پہلے محمد رکھے گئے۔

① محمد الفقیمی ② محمد بن احیحہ بن الجلاح ③ محمد بن عمرو بن مغفل ④ محمد بن خولی الھمدانی ⑤ محمد بن الحرث بن حدیج بن حویص ⑥ محمد بن سفیان بن مجاشع التمیمی ⑦ محمد بن یزید بن عمرو بن ربیعہ التمیمی ⑧ محمد الاسیدی ⑨ محمد بن عقبہ بن احیحہ ⑩ محمد بن البراء البکری ⑪ محمد بن الحمید الازدی ⑫ محمد بن عمرو بن ربیعہ التمیمی ⑬ محمد بن حرماز بن مالک الیعمری ⑭ محمد بن اسامہ بن مالک بن حبیب العنبر ⑮ محمد بن خزاعی بن علقمہ بن حرابتہ السلمی ⑯ محمد بن حمران بن ربیعہ بن مالک الجعفی۔

چوتھے آسمان کے فرشتے کی مدد سے ایک صحابی کی ڈاکو سے جان بچ گئی

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انصاری صحابہ میں سے ایک صحابی ابومتعلق نامی بہت متقی پرہیز گار اور تجارتی کاروبار میں بہت مشہور تھے۔ ایک مرتبہ وہ مال تجارت لے کر باہر سفر میں تشریف لے گئے اتفاق سے راستہ میں ایک ڈاکو ملا اس ڈاکو نے کہا جو کچھ تیرے پاس مال ہے وہ یہاں رکھ دے ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ صحابی نے فرمایا تو یہ مال لے لو۔ اس ڈاکو نے کہا مال تو میرا ہو ہی چکا ہے۔ میں تجھ کو بغیر مارے نہ چھوڑوں گا۔ صحابی نے کہا بہت اچھا مگر مجھے چار رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ ڈاکو نے اتنی مہلت دے دی۔ موصوف نے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی اور آخری سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہ دعا کی:

يَا وَدُوْدُ يَا ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدِ يَا فَعَّالُ لِمَا يُرِيْدُ اَسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَايُرَامُ وَ بِمُلْكِكَ الَّذِيْ لَا يُضَامُ وَ بِنُوْرِكَ الَّذِيْ مَلَاءِ اَرْكَانَ عَرْشِكَ اَنْ تَكْفِيَنِيْ شَرَّهٰذَا اللِّصِّ يَامُغِيْثُ اَغِثْنِيْ يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِيْ يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِيْ

”اے پیار اور محبت کرنے والے اے بزرگ عرش والے اے اپنی چاہت اور مرضی کے موافق کرنے والے میں تیری اس عزت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جن کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا اور تیرے اس ملک کا سہارا لے کر درخواست کرتا ہوں جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور تیرے اس نور کے ذریعہ ملتمس ہوں جس نے تیرے عرشی حصوں کو جگمگا رکھا ہے کہ اس ڈاکو کی برائی سے تو مجھ کو بچا لے اے فریاد کو پہنچنے والے میری اس فریاد کو سن لے۔“ (تین بار)

حضرت ابومغلق چوتھی رکعت کے سجدے میں اس دعاء کو پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک مسلح سوار نیزہ لے کر سوار ہوا اور اس ڈاکو کو قتل کر کے صحابی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اب تم اپنا سر اٹھا لو۔ تمہارا دشمن ختم ہو گیا۔ یہ سجدہ سے سر اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ واقعی دشمن مرا پڑا ہے۔ صحابی موصوف دریافت فرماتے ہیں کہ آپ کون ہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ میں چوتھے آسمان

کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازہ کے کھلنے کی آواز سنی۔ آپ کی دوسری فریاد پر تمام فرشتوں میں شور وغل اور ہلچل مچ گئی، تیسری فریاد پر مجھے کہا گیا کہ یہ ایک مصیبت زدہ مظلوم کی فریاد ہے، میں نے اللہ تعالیٰ سے استدعاء کی کہ مجھے اس ظالم کے قتل کا حکم ملے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی۔ اس لیے میں تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوا ابن ابی الدنیا کی کتاب المجانین فی الدنیا میں اور علامہ ابن القیم نے الجواب الکافی لمن سال عن دواء الشافی کے ص:۱۴ میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا فی مجابی الدعوۃ ص (۳۸، ۳۹، رقم ۲۳) والھواتف ص (۲۴، ۲۵) رقم (۱۴) ومن طریقہ اللالکائی فی "کرامات الاولیاء" ص (۱۵۴، ۱۵۵) رقم (۱۱۱) و عبدالغنی المقدسی فی الترغیب فی الدعاء ص: (۱۰۴، ۱۰۵) رقم (۱۶) و ابن بشکوال فی "المستغیثین باللہ ص (۱۷، ۱۸) رقم (۳) والضیاء المقدسی فی (العدۃ للکرب والشدۃ ص: (۷۲، ۷۳) رقم (۳۲) و ابن حجر فی الاصابہ (۷/ ۳۸۰) قال اخبرنا عیسی بن عبداللہ التمیمی، اخبرنی فھیر بن زیاد الاسدی، عن موسیٰ بن وردان، عن کلبی ولیس بصاحب التفسیر، عن الحسن، عن انس بن مالک۔ اس میں کلبی صاحب التفسیر ہی ہے جس پر محدثین نے شدید جرح کی ہے ابن معین کہتے ہیں ثقہ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا متروک ہے۔ اگر اس میں یہی کلبی ہے تو روایت سخت ضعیف ہے اگر کوئی دوسرا ہے تو مجھول ہے۔ دوسرا راوی موسیٰ بن وردان بھی ضعیف ہے قوی نہیں، نیز صحیح نام ابو معلق ہے ابو معقل نہیں۔

نبی ﷺ کی زبان سے سورۂ یوسف کی تلاوت سن کر کئی یہودی مسلمان ہو گئے

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ حِبْرًا مِّنَ الْيَهُوْدِ دَخَلَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَافَقَهُ وَهُوَ يَقْرَءُ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ مَنْ عَلَّمَكَهَا؟ قَالَ

اللّٰہُ عَلَّمَنِیْهَا فَعَجِبَ الْحِبْرُ لَمَّا سَمِعَ مِنْهُ فَرَجَعَ اِلَى الْيَهُوْدِ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ مُحَمَّدًا لَيَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ كَمَا اُنْزِلَ فِي التَّوْرٰةِ فَانْطَلَقَ بِنَفَرٍ مِّنْهُمْ حَتّٰى دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفُوْهُ بِالصِّفَةِ وَ نَظَرُوْا اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَجَعَلُوْا سَمْعَهُمْ اِلٰى قِرَائَتِهِ لِسُوْرَةِ يُوْسُفَ فَتَعَجَّبُوْا مِنْهُ وَ اَسْلَمُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ (فتح القدير، ص: ٣، ج٣، روح المعاني، ص ١٧٠، ج١٢)

''یہودیوں کا ایک عالم (حبر) نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ آنحضرت ﷺ اس وقت سورۃ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس نے کہا، یہ سورۃ آپ کو کس نے سکھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے، وہ سن کر از حد متعجب ہوا اور یہودیوں سے جا کر کہا، بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن (میں حضرت یوسف کا قصہ) ویسے ہی پڑھتے ہیں جیسے ہماری تورات میں ہے (یہ سن کر) یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور آپ کی صفات سے آپ کو پہچان لیا اور آپ کے کندھوں کے درمیان سے مہر نبوت کو دیکھا تو اپنے کانوں کو آپ کی تلاوت سورۃ یوسف کی طرف لگا لیا۔ بہت خوش ہوئے اور (سورۃ یوسف سن کر) اسی وقت مسلمان ہو گئے۔'' [1]

---

[1] اسنادہ موضوع ۔ اس کی سند من گھڑت ہے۔ یہ روایت دلائل النبوۃ للبیہقی (٦/٢٧٦) میں محمد بن مروان السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کی سند سے موجود ہے۔ جبکہ محمد بن مروان السدی راوی کذاب ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں متہم بالکذب ہے۔ اور سدی صغیر کا استاد کلبی کذاب ہے۔

جب حسن بن علی پیدا ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کے کان میں اذان کہی

''جناب عبیداللہ بن ابورافع نے اپنے والد سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے کان میں نماز والی اذان کہی تھی۔'' ❶

❶ سنن ابو داؤد کتاب الادب۔ باب: فِي الْمَوْلُوْدِ يُؤَذِّنُ فِي أُذُنِهِ (التحفة: ٥١٠٥) جامع ترمذی کتاب الاضاحی، باب الاذان فی أذن المولود ح: (١٥١٤) اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں عاصم بن عبیداللہ ضعیف ہے۔ سلسلہ احادیث الضعیفة حدیث رقم، (٣٢١)

دارالندوہ میں کفار کی میٹنگ اور شیخ نجدی کی شرکت

دارالندوہ:

ابن اسحاق رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب قریش نے اس بات پر غور کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں غیر شہروں کے لوگ بکثرت داخل ہو گئے ہیں اور یہاں سے بھی بہت سے بامروت اصحاب نے اپنے دین کی خاطر دنیا اور مال و اسباب سے قطع نظر کر کے ہجرت اختیار کی اور خداوند تعالیٰ نے ان کے واسطے مقام امن مہیا کر دیا جہاں وہ اطمینان اور فراغت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اب رسول کریم ﷺ بھی عنقریب وہیں جا کر ان میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو قریش کو اس فکر نے نہایت متردد کیا اور اس کے انجام پر اس کی نظر گئی اور سوچا کہ مسلمانوں کی اس قوت کا مجتمع ہونا ہمارے اسباب زوال و فنا کا قائم ہونا ہے۔ بس یہ فکر کر کے انہوں نے قصیٰ بن کلاب کے مکان میں جس کو دارالندوہ کہا جاتا تھا ایک مجلس مشاورت کے انعقاد کا انتظام کیا۔ یہ وہی مکان ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ قریش کو جس امر مہم کی

بابت مشورہ کرنا ہوتا تھا اسی مکان میں مجتمع ہوتے تھے اور اسی مکان میں ان کے کل امور کے فیصلے کیے جاتے تھے۔ غرضیکہ اب رسول اللہ ﷺ کے متعلق جوان کو یہ اندیشے لاحق ہوئے تو اسی مکان میں مشورہ کی مجلس قائم ہوئی۔

ابلیس کی مجلس شوریٰ:

ابن اسحاق بہ سلسلہ معتبر راویوں کے ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جس روز یہ مجلس قرار پائی ہے اس روز کا نام یوم الزحمة رکھا گیا ہے اور جس وقت یہ لوگ اس مکان کی طرف متوجہ ہوئے تو ابلیس ایک بوڑھے ضعیف العمر شخص کی صورت بنا کر دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ جب یہ لوگ آئے تو اس بوڑھے کو دیکھ کر پوچھا کہ بڑے میاں آپ کون ہیں؟ اس نے کہا میں اہل نجد سے ہوں اور تم لوگوں کی تشویش اور تفکر کو سن کر میں نے مناسب سمجھا کہ تمہاری مجلس میں حاضر ہو کر اپنی رائے ظاہر کروں۔ یقین ہے کہ اس سے تم کو نفع پہنچے گا۔ قریش نے کہا بہت بہتر ہے آیئے اندر تشریف رکھیے۔ پس وہ ملعون ان کے ساتھ مکان کے اندر داخل ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس مجلس میں اشراف اور سردارانِ قریش میں سے یہ لوگ حاضر تھے۔

مجلس کے شرکاء:

بنی عبد شمس میں سے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب۔ بنی نوفل بن عبد مناف میں سے طعیمہ بن عدی اور جبیر بن مطعم اور حرث بن عامر بن نوفل۔ بنی عبدالدار بن قصی میں سے نضر بن حرث بن کلاہ۔ اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ میں سے ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود بن مطلب اور حکیم بن حزام بنی مخزوم میں سے ابوجہل بن ہشام اور بنی سہم میں سے حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ اور بنی جمیع میں سے امیہ بن خلف اور ان کے علاوہ اور بہت لوگ تھے۔

مختلف تجاویز:

چنانچہ ان سب نے یہ بات کہی کہ اس شخص کی تم حالت دیکھ رہے ہو کہ ہم میں سے اور

ہمارے علاوہ غیر لوگوں میں سے اس کے ساتھی کثرت کے ساتھ ہو گئے ہیں اور دن بدن بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ ایک روز ہم پر یہ غالب ہو جائیں گے اور ہمارے دین و مذہب کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ اس لیے ایسا مشورہ کرنا ضروری ہے جس سے اپنے واسطے پورا انتظام ہو جائے اور آئندہ برا وقت دیکھنا نہ نصیب ہو۔

ایک شخص بولا کہ محمد ﷺ کو قید کر دو اور دروازہ پر پہرہ مقرر کر دو جیسا کہ پہلے شاعروں زہیر اور نابغہ کے ساتھ کیا گیا ہے کہ قید ہی میں ان کا دم نکل گیا۔ شیخ نجدی نے کہا واللہ یہ رائے تمہاری درست نہیں ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ضرور ان کے اصحاب اس حال کو سن کر یکبارگی تم پر ایک ایسا سخت حملہ کریں گے کہ تم کو قتل کر کے صاف محمد ﷺ کو چھڑا لے جائیں گے اور تم سے کچھ نہ ہو سکے گا لہٰذا اور کوئی بات سوچو۔

ایک شخص بولا کہ ہم ان کو یہاں سے نکال دیں۔ یہ حیران و پریشان ہو کر خدا جانے کہاں سے کہاں چلے جائیں گے اور ان کے غائب، ہونے کے بعد ہماری آپس میں پھر ویسی ہی الفت اور محبت ہو جائے گی جیسی کہ تھی اور جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ بھی پھر ہم میں مل جائیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا واللہ یہ رائے تمہاری پہلی رائے سے بھی زیادہ ناقص ہے تم محمد ﷺ کی شیریں زبانی اور خوش اخلاقی سے واقف نہیں ہو کہ جس سے وہ ایک دفعہ بات کر لیتے ہیں وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا یعنی یہاں سے ان کو شہر بدر کر دیا تو یاد رکھو کہ وہ عرب کے کسی قبیلہ سے جا ملیں گے اور اپنی خوش کلامی سے اس کو مطیع کر کے تمہاری طرف رجوع کریں گے اور تم کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے ایسا روندیں گے کہ تمہارا نام و نشان چھوڑیں گے اور تمہارے تمام اختیارات اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔ لہٰذا تم کوئی ایسی رائے نکالو جو ہر پہلو سے صحیح اور درست ہو۔

ابوجہل کی ناپاک تجویز:

ابوجہل بن ہشام نے کہا واللہ میری اس کے بارے میں ایک رائے ہے اور میں نہیں

سمجھتا کہ اب تک کسی نے ایسا سوچا ہو۔ قریش نے کہا اے ابوالحکم جلد بیان کر کہ وہ کیا رائے تیرے ذہن میں آئی ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ ہم اپنے کل قبائل میں سے ایک ایک جوان چھانٹ کر مسلح تیار رکھیں اور جب محمد ﷺ سو رہے ہوں تو وہ سب جوان یکبارگی ایک ہاتھ تلوار کا ان پر ماریں اس طرح انہیں قتل کر دیں۔ پھر اگر ان کی قوم قصاص لینا چاہے گی تو ہمارے اتنے قبائل سے نہ لڑ سکے گی۔ لامحالہ خون بہا پر راضی ہو گی لہٰذا ہم خون بہا دے کر اس قصہ کا فیصلہ کر دیں گے اور ہمیشہ کے واسطے اس خدشے سے نجات پائیں گے۔ شیخ نجدی بولا۔ واقعی ابوالحکم کے کیا کہنے ہیں۔ بس یہی رائے نہایت قوی اور ہر پہلو سے صحیح ہے اسی پر عملدرآمد کرو۔ اس رائے کے مقرر ہونے کے بعد لوگ اس مکان سے اٹھ کر چلے گئے اور ادھر جبرائیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آج رات کو آپ اس جگہ نہ سوئیں جہاں ہمیشہ سویا کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم:

راوی کہتا ہے کہ جب رات خوب اندھیری ہو گئی۔ یہ سب لوگ اس انتظار میں تھے کہ آپ ﷺ سو جائیں تو ہم اپنا وار کریں۔ رسول اکرم ﷺ کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ دشمن اس بات کے منتظر ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور کچھ فکر نہ کرو تم کو یہ کچھ ایذا نہ پہنچا ئیں گے اور رسول اللہ ﷺ جب سوتے تھے تو اسی چادر میں سوتے تھے۔

رسالت مآب ﷺ کی روانگی:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب قریش کے یہ سب لوگ حضور ﷺ کے دروازے پر جمع ہوئے ابوجہل بھی ان میں تھا۔ اس نے کہا محمد ﷺ یہ کہتا کہ اگر تم میری اتباع کرو گے تو عرب کے بادشاہ ہو جاؤ گے۔ اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر تم کو ایسے باغ ملیں گے جیسے اردن میں ہیں۔ اور اگر میری اتباع نہ کرو گے تو دنیا میں قتل و غارت ہو گے اور مرنے کے بعد

زندہ ہو کر آگ میں جلو گے۔ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ ایک بڑے برتن میں خاک بھر کر لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا ہاں میں یہی بات کہتا ہوں مگر ان لوگوں کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اندھی کر دیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو نہ دیکھا اور رسول کریم ﷺ سورۂ یٰسین کے شروع کی آیتیں لایبصرون تک پڑھتے جاتے تھے اور ان کے سروں پر خاک ڈالتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ فارغ ہوئے تو اپنے کام کو تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

پھر ان کے پاس ایک اجنبی شخص آیا اور کہنے لگا تم لوگ یہاں کھڑے ہوئے کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم محمد ﷺ کے منتظر ہیں۔ اس نے کہا واللہ! محمد ﷺ تم کو ذلیل کر کے تشریف لے گئے اور تم میں سے کسی کو محروم نہیں چھوڑا۔ سب کے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں تم کو خبر نہیں کہ تمہارے سروں پر کیا پڑا ہوا ہے۔ اب جو ان لوگوں نے اپنے سروں کو دیکھا تو واقعی ان کو خاک آلودہ پایا۔ پھر ان لوگوں نے جھانک جھانک کر اندر دیکھنا شروع کیا تو دیکھا کہ واقعی کوئی شخص سوتا ہے اور وہی چادر اوڑھے ہوئے ہے جو آنحضرت ﷺ اوڑھتے تھے۔ کہنے لگے کہ محمد ﷺ سوتے ہیں اور صبح تک اسی انتظار میں کھڑے رہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر پر سے اٹھے تب کہنے لگے واللہ رات کو وہ شخص ہم سے سچ کہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کفار کے اس دن کی کارروائی اور مکہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں:

﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْيَقْتُلُوْكَ اَوْيُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۝﴾ (الانفال : ۳۰)

''اور اے رسول وہ وقت یاد کرو جبکہ کفار تمہارے ساتھ مکر کرنے کے فکر میں تھے

تا کہ تم کو قید کر دیں یا قتل کریں یا شہر بدر کریں اور یہ بھی مکر کر رہے تھے اور خدا بھی مکر کر رہا تھا اور خدا بہتر مکر کرنے والا ہے۔‘‘

سورۂ یٰسین کے فضائل وخواص:

سورۂ یٰسین کی پہلی تینوں آیات کا اگر خوف زدہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کے سبب سے ذکر کریں تو ان کو امن نصیب ہو۔ چنانچہ حرث بن اسامہ نے اپنے مسند میں حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ یٰسین کے فضائل میں بیان فرمایا کہ اگر خوف زدہ اس کو پڑھے گا اس کو امن نصیب ہوگا اور اگر بھوکا پڑھے گا اس کو روزی نصیب ہوگی۔ اور اگر برہنہ پڑھے گا اس کو لباس ملے گا۔ اور اگر پیاسا پڑھے گا اس کو پانی ملے گا۔ اور اگر بیمار پڑھے گا اس کو شفاء ہوگی۔ یہاں تک رسول پاک ﷺ نے بہت سے خواص اس کے بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیت بھی نازل فرمائی۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ٥﴾ (الطور: ۳۰۔۳۱)

’’(اے رسول) کیا یہ لوگ تمہارے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کے بارے میں گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔‘‘

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی اجازت ہوئی۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ بیہقی (۲/۳٤۳۔ رقم: ۷٦۵، ۷٦٦، ۷٦۷) ورواہ الطبری فی تفسیرہ (۹/۲۲۷) من طریق محمد بن اسحاق... بہ، و ابن حبان فی الثقات (۱/۱۱۳) والطبری فی تاریخہ (۱/۵٦٦) من طریق ابن اسحاق......بہ، اس کی کوئی سند صحیح نہیں ہر کسی میں کوئی نہ کوئی ضعف پایا جاتا ہے۔ اس کو صفی الرحمان مبارکپوری نے بھی الرحیق المختوم صفحہ: ۲۲۳۔ تا ۲۲۹ پر نقل کیا ہے۔ ذکرہ ابن جوزی فی صفۃ الصفوۃ (۱/۱۲٤) و قال: قال ابن اسحاق ......بہ.

حرم کے کبوتر غار ثور کے کبوتروں کی نسل ہے

ابونعیم کہتے ہیں: ابومصعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے انس بن مالک زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کی صحبت حاصل کی ہے اور تینوں سے یہ حدیث سنی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے دہانے پر ایک درخت اگ آیا جس نے غار کا منہ ڈھانپ دیا اور حکم خداوندی سے دو جنگلی کبوتروں نے وہاں گھونسلہ بنا دیا۔

ادھر قریش کے کچھ نوجوان جن میں ہر قبیلے سے ایک ایک فرد شامل تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ڈنڈے نیزے اور تلواریں لے کر نکلے اور جستجو کرتے ہوئے غار کے قریب پہنچ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا فاصلہ صرف چالیس گز رہ گیا۔

ایسے میں ان میں سے ایک نے غار کی طرف دیکھ کر کہا مجھے غار کے دہانے پر کبوتروں کا گھونسلہ نظر آ رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کبھی کوئی شخص داخل نہیں ہوا۔ (ورنہ یہ گھونسلہ ٹوٹ پھوٹ جاتا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کی بات سن لی اور جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کے ذریعے ہماری حفاظت فرمائی ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اللہ سے ان کے لیے خیر مانگی اور ان کے اس عمل کی بہترین جزا مقرر فرما دی اس لیے ان کی نسل حرم کعبہ میں رہتی ہے۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی ص: ۲۹۴ مترجم۔ الطبقات الکبریٰ (۱/۲۲۹) کشف الاستار للہیثمی (۲/۲۹۹۔۳۰۰) اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا اگر کوئی مسئلہ ہوں تو غار میں آ جانا تمہیں صبح و شام تازہ کھانا ملے گا

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے کہا تھا: ”بیٹے! اگر کوئی فتنہ

فساد برپا ہو جائے تو اس غار میں آ کر رہنے لگنا جس میں تم نے ہمیں چھپتے دیکھا تھا۔ اس میں تمہیں صبح و شام تازہ کھانا ملا کرے گا۔" ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ سیرت النبی ابن کثیر ج ۱، ص: ۴۵۸۔ البدایة والنھایة: ۳/۲۰۱۔ ابن کثیر نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اور اس میں موسیٰ بن مطیر کے متعلق لکھا ہے یہ ضعیف اور متروک ہے۔ یحییٰ بن معین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

غار ثور میں جنت کی نہر جاری ہو گئی

ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو انہیں پیاس لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غار کے دھانے پر چلے جاؤ، وہاں جا کر پانی پی لو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر پانی پیا، وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا، پھر واپس آ گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہروں کی حفاظت جس فرشتے کے سپرد کی گئی اسے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تمہاری خاطر وہ جنت الفردوس کی نہر کا پانی غار کے دھانے تک لے آئے۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ سیوطی نے خود اس کو نہایت ضعیف کہا ہے۔ خصائص الکبریٰ ج ۱، ص: ۳۰۸۔ سیوطی کہتے ہیں اس کو ابن عساکر نے نہایت ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

غار کا سمندر کے ساحل پر ہونا

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ابوبکر نے جب یہ کہا (وہ نیچے دیکھتے تو ہمیں دیکھ لیتے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ غار کے دھانے سے اندر آتے تو ہم اس طرف سے نکل جاتے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار کی دوسری جانب دیکھا تو وہ کشادہ

ہو چکی تھی اور سمندر اس کے متصل تھا اور اس کے ساحل پر کشتی لنگر انداز تھی۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کے پیش نظر یہ انوکھی بات نہیں، لیکن یہ کشتی والی بات کسی قسم کی سند سے مروی نہیں اور ہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہہ سکتے، کیونکہ جس بات کی سند صحیح یا حسن ہو، ہم وہی کہہ سکتے ہیں، واللہ اعلم۔

جب ایک آدمی غار کے بالکل سامنے پیشاب کرنے لگا

یہ بھی روایت ہے کہ کھوج لگانے والے مشرکین میں سے ایک شخص عین رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرنے لگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کیا یہ ہمیں دیکھ نہیں رہا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ ہمیں دیکھتا تو کبھی ہماری طرف برہنہ ہو کر پیشاب نہ کرتا۔'' ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ مجمع الزوائد: ٦/٥٤۔ حدیث رقم: ٩٩٠٦۔ ہیثمی کہتے ہیں اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے۔ اس میں موسیٰ بن مطیر راوی متروک ہے۔ ابو یعلی حدیث رقم: ٤٦)۔

ام عمارہ کی جنگ احد میں بہادری کا قصہ

سیرت ابن ہشام میں ہے: ام سعد بنت بن ربیع کہتی ہیں کہ ام عمارہ ہمارے یہاں آئیں۔ میں نے ان سے عرض کیا خالہ! ہمیں غزوۂ احد میں پیش آنے والا واقعہ سناؤ۔ انہوں نے کہا: احد کے دن میں صبح سویرے نکل پڑی تھی۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے۔ میرے پاس ایک مشکیزہ تھا جس کے اندر پانی بھرا ہوا تھا، میں حضور کے قریب پہنچ گئی، آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے، مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا، مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کو غلبہ ہونے لگا تو میں حضور ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئی اور براہ راست جنگ میں کود گئی جو کافر ادھر کا رخ کرتا تھا میں تلوار سے اس کا منہ پھیر دیتی تھی اور تیر چلاتی تھی

یہاں تک کہ میرے کئی زخم آئے۔

ام سعد کہتی ہیں: میں نے ان کے مونڈھے پر بہت گہرا زخم دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس طرح لگا تھا؟ یہ زخم ابن قمیہ نے لگایا تھا۔ اللہ اسے غارت کرے!

جب لوگ اِدھر اُدھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا بڑھا کہ محمد ﷺ کہاں ہیں؟ مجھے کوئی بتا دے کہ کدھر ہیں؟ آج اگر وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں۔ مصعب بن عمیرؓ اور چند آدمی اس کے سامنے آگئے جن میں میں بھی تھی۔ اس نے میرے مونڈھے پر یہ وار کیا۔ میں نے بھی اس پر کئی وار کیے مگر اس اللہ کے دشمن نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ اس لیے زرہ سے حملہ رک جاتا تھا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام (۲/ ۷۱) یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی شادی طلاق، رجعت اور شہادت

حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نے عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے شادی کی، عاتکہ حسین وجمیل اور عمدہ اخلاق کی مالک تھی۔ ان سے شادی کے بعد عبداللہ کا ذہن رفتہ رفتہ شوق شہادت اور جوش جہاد سے ہٹتا گیا، یہ دیکھ کر ان کے والد صدیق اکبر نے انہیں طلاق دینے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس نے تمہیں جہاد سے روک رکھا ہے۔ صاحبزادے نے طلاق دے دی۔ ایک دن باپ ان کے پاس سے گزرے تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

فلم ار مثلی طلق الیوم مثلها

ولا مثلها فی غیر ذنب تلطق

’’آج میں نے اپنے جیسا کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس جیسی بیوی کو طلاق دی ہو اور اس جیسی کو شاید کسی گناہ کے بغیر طلاق بھی نہیں دی گئی ہوگی۔‘‘

لھا خلق جزل ورای و منصب
علی کبر منی وانی لوامق!

’’وہ بڑی اخلاق والی، بہترین رائے اور مقام والی ہے۔ مجھ سے عمر میں بڑی تھی پھر بھی میں اس کا عاشق ہوں۔‘‘

صدیق اکبر نے یہ سنا تو ان کا دل بھر آیا، انہوں نے رجعت کر لی۔ اس کے بعد عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ طائف میں شرکت کی۔ اس جنگ میں آپ کو ایک تیر لگا جس کے زخم سے آپ جانبر نہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اعتلال القلوب للخرائطی ج۱، ص۴۰۹، رقم (۴۳۰)

محمد بن مسلمہ کا اپنی منگیتر کو چھپ کر دیکھنے کا قصہ

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو میں اس کو دیکھنے کے لیے چھپ جایا کرتا تھا حتیٰ کہ میں نے اسے اس کے کھجوروں کے باغ میں دیکھ لیا (کسی نے مجھے اس طرح چھپ کر دیکھتے ہوئے کہا) آپ اللہ کے رسول کے صحابی ہو کر ایسا کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ سے یہ فرمان سنا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی عورت سے نکاح کی خواہش ڈالے تو اسے دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب ۹۔ حدیث رقم (۱۸۶۴) مسند احمد (۴/۲۲۵) حدیث رقم (۱۸۱۳۹) اس میں حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف ہے۔

نوٹ:۔۔۔ اس روایت کو بیان کر کے ایک عالم دین نے بڑا زور دیا کہ جس لڑکی سے رشتہ کی بات چل رہی ہو اس کو صرف اس لڑکی کی لاعلمی میں ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ قصہ ہی با سند صحیح ثابت نہیں تو اس کو بڑھا چڑھا کر کھینچ تان کر اس سے مذکورہ بالا استدلال کرنا باطل ہے، غرض جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو باقاعدہ دیکھنا یا لاعلمی میں دیکھنا چاہیے صحیح احادیث سے یہی کچھ اخذ ہوتا ہے۔

سمیہ رضی اللہ عنہا کو اونٹوں سے باندھ کر دو ٹکڑے کر دیا گیا

سمیہ کو ابو جہل کا گالیاں دینا سخت ایذائیں دینا پھر نیزہ مار کر شہید کرنا کسی حد تک صحیح ہے، مگر خطباء و واعظین میں جو روایت مشہور ہے وہ یہ ہے ایک مصنف لکھتا ہے۔

ابو جہل کو ذرا ترس نہ آیا وہ چلا کر بولا اس کی دونوں ٹانگوں کو رسیوں سے باندھ دو۔ نوجوان آگے بڑھے اور انہوں نے سمیہ کو دونوں ٹانگوں کو باندھ دیا۔ پھر ابو جہل کے حکم پر دونوں رسیوں کے آخری سرے اونٹوں کے ساتھ باندھ دیئے گئے، ابو جہل نے غصے سے اونٹ کو چھڑی ماری اور دونوں اونٹوں کو مختلف سمتوں پر چلا دیا گیا۔ مقررین کہتے ہیں ایک کو مشرق کی طرف چلایا دوسرے کو مغرب کی طرف چلایا، تو سیدہ سمیہ کا بوڑھا جسم دو حصوں میں بٹ گیا۔ [1]

بابا جی صمصام رحمہ اللہ نے بھی اپنے اشعار میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہتے ہیں:

کسے مائی جدوں آکے مونہوں کلمہ بولیا
آئیاں سینکڑے مصیتاں دل نہیں ڈولیا
بدن اوٹھاں نال بنھ کے دو پھاڑ ہو گیا
جیہدا پاک نبی دے سنگ پیار ہو گیا
بھانویں لکھ گنہگار، بیڑا پار ہو گیا

[1] اونٹوں سے باندھ کر جسم دو ٹکڑے کرنے والی روایت کوشش کے باوجود کسی معتبر کتاب سے نہیں ملی، اس لیے یہ واقعہ صحیح نہیں۔ اس کے برعکس ایک روایت کے مطابق ابو جہل نے سمیہ کی شرم گاہ میں نیزہ دیا پر چھا مارا اس سے وہ شہید ہو گئیں۔ مسند احمد (۴۰۴/۱) یہ مجاہد تابعی سے مرسل مروی ہے جبکہ تابعی کی مرسل ضعیف ہوتی ہے، اگرچہ یہ بھی ضعیف ہے مگر اس کا کم از کم وجود تو ہے۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے ابوبکر جنت میں داخل ہوں گے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے انہوں نے مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس موقعہ پر موجود تھے وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور یہ دروازہ دیکھ لیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! میری امت میں سے تو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ ابو داؤد، کتاب السنة، باب فی الخلفاء حدیث رقم (٤٦٥٢) مشکاة المصابیح حدیث رقم (٦٠٢٤) و اخرجه عبداللہ بن احمد فی فضائل الصحابه (١/ ٢٢١، ٢٢٢) حدیث (٢٥٨) شیخ البانی اور دیگر اہل علم محققین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں ابی خالد مولی آل جعدة راوی مجہول ہے، دیکھیں: تقریب التہذیب۔

اے بھائی (عمر رضی اللہ عنہ) ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، اور فرمایا: ''بھائی! اپنی کسی دعا میں ہمیں بھی شریک کر لینا اور (دعا میں) ہمیں نہ بھلانا۔'' [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ ابو داؤد، حدیث رقم (١٤٩٨) ابو داؤد الطیالسی ص: ٤ فی مسند عمر بن الخطاب مسند احمد (١/ ٢٩) (٢/ ٥٩)، سنن الترمذی ابواب الدعوات، باب: ١٠٩، حدیث: (٣٥٧٢)، ابن ماجه ابواب المناسک باب: فَضْلِ دُعَاءِ الْحَاجِّ. حدیث: (٢٨٩٤) اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ بن عاصم العدوی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ابن معین نے کہا اور بخاری وغیرہ نے اس کو متروک کہا ہے۔

نبی ﷺ نے کوڑھ کے مریض کے ساتھ کھانا کھایا

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ کھانے کے پیالے میں ڈال دیا اور فرمایا: ''اللہ پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔'' (ہم بھی تمہارے ساتھ کھاتے ہیں)۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ أخرجہ الترمذی، الأطعمة، باب ماجاء فی الأکل مع المجذوم، ح: ۱۸۱۷، و ابن ماجہ، ۳۵٤۲ من حدیث یونس بن محمد و قال الترمذی: "غریب" و صححہ الحاکم: ٤/۱۳٦، ۱۳۷، و وافقہ الذہبی۔ مفضل بن فضالۃ ضعیف. سلسلہ احادیث الضعیفۃ رقم، (۱۱٤٤)

جہاد کے بغیر عبادتیں محض لہو ولعب ہیں، ایک من گھڑت قصے سے استدلال

یہ سرخی جماعۃ الدعوہ کی شائع کردہ کتاب زاد المجاہد، مصنف ابو نعمان سیف اللہ صفحہ نمبر ۵۷ پر لگائی گئی ہے پھر اس کے نیچے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم عالم، محدث اور مجاہد تھے۔ وہ اپنے ساتھی حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ دن رات حرمین میں عبادت میں مشغول رہتے تھے) کو درج ذیل اشعار محاذ جنگ سے لکھ کر بھیجتے ہیں:

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ اِنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَعْلَبُ
مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ
فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

رِيحُ الْعَبِيرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِيرُنَا
دَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الأَطْيَبُ

''اے حرم مکہ اور حرم مدینہ میں بیٹھ کر عبادت کرنے والے! اگر کبھی تو ہمارا حال دیکھ لے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ تیری عبادت تو محض کھیل ہے۔ ایک وہ شخص ہے جس کے آنسو اس کے رخساروں کو تر کرتے ہیں اور دوسرے ہم لوگ ہیں کہ اپنی گردنیں اللہ کی راہ میں کٹوا کر اپنے ہی خون میں نہا لیتے ہیں۔ تمہارے لیے عنبر کی خوشبوئیں اور ہمارے لیے گھوڑوں کے ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ غبار ہی عنبر کی خوشبو ہے۔[1] [ابن کثیر، طبقات الشافیعة لابن سبکی : ۱/۲۸۷، سیر اعلام النبلاء: ۸/۴۱۲، النجوم الزاهرة: ۲/۱۰۳، آثار البلاد للقزوینی : ۴۵۷]

[1] اسنادہ موضوع۔ یہ قصہ من گھڑت ہے۔ یہ واقعہ سیر اعلام النبلا النجوم الزاہرہ آثار البلاد وغیرہ میں بلا سند ہے تاریخ دمشق (۳۴/ ۳۰۷) اور طبقات الشافعیہ میں یہ قصہ محمد بن عبداللہ، ابو المفضل الشیبانی الکوفی دجال، کذاب اور یضع الحدیث سے مروی ہے۔ المغنی (۲/۶۰۲) الضعفاء والمتروکین (۳/۸۰) الکشف الحثیث (۶۸۹) میزان الاعتدال (۶/۲۱۵) یہ قصہ موضوع بے اصل ہے اس قصے کو بیان کرنا جائز نہیں۔

اے لڑکے تو کیوں درختوں پر ڈھیلے مارتا ہے؟

حضرت ابن ابی حکم الغفاری کی دادی ابو رافع بن عمرو رضی اللہ عنہما کے چچا سے روایت کرتی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں لڑکا تھا انصار کی کھجور کے درختوں پر ڈھیلے (پتھر وغیرہ) مارا کرتا تھا تو لوگ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے لڑکے تو کیوں کھجور کے درختوں پر ڈھیلے مارتا ہے؟ میں نے کہا میں کھجوریں کھاتا ہوں آپؐ نے فرمایا ڈھیلے مت مارا کر جو نیچے گر جائیں انہیں اٹھا کر کھا لیا کر۔ پھر آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی

اے اللہ اس کے پیٹ کو بھر دے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ ابو داؤد کتاب الجهاد، باب ۹۴، من قال انه یا کل مما سقط، حدیث رقم (۲۶۵۲۲) اس میں ابی حکم الغفاری راوی مجہول الحال ہے۔ شیخ البانی اور دیگر اہل علم محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف ابی داؤد حدیث (۴۵۳) سنن ابی ماجه، کتاب التجارات، باب: ۶۷، حدیث رقم (۲۲۹۹) اس میں بھی ابی حکم الغفاری راوی مجہول ہے۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (۱۲۸۸) میں اس کا ایک دوسرا طرق ہے البانی نے اس کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ اس میں ابو جبیر راوی ثقہ نہیں۔

علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کی تدفین اور انبیاء کے وسیلے سے دعا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سر کی جانب بیٹھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''اے اماں جان! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ تو میری ماں کے بعد خود بھوکی رہتی اور مجھے جی بھر کر کھانا کھلاتی، خود نہ پہنتی مجھے پہناتی، خود عمدہ کھانا نہ کھاتی مجھے کھلاتی، اور اس سے تو اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کا ارادہ رکھتی۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس پر تین مرتبہ پانی ڈالا جائے جب وہ پانی پہنچا کہ جس میں کافور کی آمیزش تھی تو وہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس پر انڈیلا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتاری اور اسے سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو کفن کے اوپر پہنا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اور حبشی غلام کو بلایا اور انہیں قبر کھودنے کا حکم دیا اور انہوں نے قبر کھودی۔

جب لحد تک پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لحد کھودی اور اس کی مٹی اپنے

ہاتھ سے نکالی، جب آپ فارغ ہوئے تو خود لحد میں داخل ہو کر لیٹے اور یہ کہا:

((اَللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِي وَيُمِيْتُ ، وَهُوَ حَيٌّ لَايَمُوْتُ ، اغْفِرْ لأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ ، وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا ، وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ))

''اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ جاوید ہے کبھی نہیں مرے گا۔ (اے اللہ!) میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس کی دلیل انہیں سمجھا دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے حق (وسیلے) سے ان کی قبر کو وسیع کر دے، بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔ پھر آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں، پھر آپ ﷺ، عباس اور ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما تینوں نے اسے قبر میں اتار دیا۔'' [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ مجمع الزوائد للهيثمي (۹/۲۵۷) حدیث رقم (۱۵۳۹۹) رواہ الطبرانی في الكبير (۲۴/۳۵۱) والاوسط رقم (۱۹۱) و ابن جوزی فی العلل المتناهيه رقم (۴۳۴)؛ سلسلہ احادیث الضعیفة رقم (۲۳) اس میں روح بن صلاح راوی کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ اور سفیان ثوری مدلس ہے، اور عن سے روایت کر رہا ہے۔

فاطمہ بنت اسد کی تدفین کا دوسرا واقعہ

جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد وفات پا گئیں تو نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص اتاری اور ان کے کفن میں شامل کر دی اور آپ اس کی قبر میں لیٹے۔ جب قبر پر مٹی برابر کر دی گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آج آپ کو وہ کام کرتے دیکھا جو پہلے آپ نے کسی کے ساتھ نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اس کے کفن میں اپنی قمیص اس لیے شامل کی کہ وہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لیے لیٹا کہ قبر اس کے لیے تنگ نہ ہو، ابو

طالب کے بعد اللہ کی ساری مخلوق میں یہ خاتون سب سے زیادہ میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئی۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ مجمع الزوائد للھیثمی (۹/۲۵۸) حدیث رقم (۱۵٤۰۰) ہیثمی کہتے ہیں۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اس میں سعدان بن الولید مجہول ہے۔

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے غریب شاگرد سے کر دیا اور اس کو داماد کے گھر لے گئے

حضرت عبداللہ بن ابووداعہ سے منقول ہے: کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں کچھ روز حاضر خدمت نہ ہو سکا اور آپ نے میری غیر حاضری کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا، جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا میں اس کی تجہیز و تکفین میں لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا! میں بھی شریک ہو جاتا، راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے اٹھنا چاہا، آپ نے فرمایا: پھر تم نے کوئی اور لڑکی دیکھی؟ میں نے عرض کیا اللہ آپ کا بھلا کرے۔ بھلا مجھ سے کون نکاح کرائے گا میرے پاس شاید دو یا تین درہم ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کراتا ہوں۔ میں نے کہا، آپ نکاح کرائیں گے؟ آپ نے کہا ہاں! چنانچہ اسی وقت آپ نے خطبہ پڑھا، اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، درود شریف پڑھا اور دو یا تین درہم مہر پر (راوی کو شک ہے) میرا نکاح کرا دیا۔ میں آپ کی مجلس سے اٹھا تو مارے خوشی کے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں، پھر میں نے اپنے گھر کی راہ لی اور راستہ میں سوچنے لگا کہ کسی سے کچھ قرض لوں، کسی سے کوئی رقم ادھار لوں، پھر میں نے مغرب کی نماز ادا کی اور اپنے گھر لوٹا، گھر پہنچ کر میں نے

چراغ جلایا۔ میرا روزہ تھا اس لیے افطار کے لیے کھانا اپنے سامنے رکھا۔ میرا کھانا کیا تھا؟ روٹی اور زیتون کا تیل تھا، اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، میں نے کہا کون ہے؟ آواز آئی میں سعید ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سعید نامی ایک ایک آدمی کا تصور کیا کہ یہ کون سعید ہوسکتا ہے؟ لیکن سعید بن مسیب کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا۔ کیونکہ چالیس سال کا عرصہ ان پر ایسا گزرا کہ وہ گھر سے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں نکلے، نہ کہیں گئے، میں لپک کر دروازے پر پہنچا۔ دیکھا تو حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں، مجھے وہم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ بدل گیا ہے، میں نے عرض کیا ابو محمد! (یہ حضرت سعید کی کنیت ہے) اگر آپ اطلاع کر دیتے تو میں خود آجاتا، آپ نے فرمایا: نہیں تم اس کے زیادہ مستحق تھے کہ تمہارے پاس آیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہیے کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: تم غیر شادی شدہ تھے اب تمہاری شادی ہوگئی ہے، اس لیے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ تم رات تنہا گزارو۔ یہ تمہاری بیوی حاضر ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی صاحبزادی یعنی میری اہلیہ آپ کے ٹھیک پیچھے کھڑی ہیں، آپ نے صاحبزادی کو دروازے سے اندر داخل کیا اور خود تشریف لے گئے۔ راوی کہتے ہیں اب میں نے ان سے تخلیہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حسن و جمال میں وہ یگانۂ روزگار تھیں۔ لوگوں سے کہیں زیادہ انہیں کلام پاک یاد تھا۔ احادیث نبوی ﷺ ان کی نوک زبان پر تھیں اور سب عورتوں سے کہیں زیادہ شوہر کے حقوق سے انہیں کامل واقفیت حاصل تھی۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ سیر اعلام النبلاء للذھبی (٤/٢٣٣) ترجمہ: سعید بن مسیب، وحلیة الاولیاء لابی نعیم اصفہانی (٢/١٦٧) اس کی سند میں عبداللہ بن وہب راوی مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔

نبی ﷺ سعد بن معاذ کی قبر پر دیر تک تسبیح تکبیر کہتے رہے

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے جب سعد بن معاذ کو دفن کیا گیا

قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد آپ دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کو دیکھ کر یہی کلمات دہرانے لگے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر، اللہ اکبر پڑھنا شروع کر دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہی کلمات کو دہرانا شروع کر دیا فراغت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تسبیح اور تکبیر کیوں کہی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تدفین کے بعد قبر نے سعد بن معاذ کو دبا لیا تھا (یعنی قبر تنگ ہو گئی تھی) میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے قبر کو فراخ کر دیا۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ مسند احمد (۳/۳۷۷) حدیث رقم (۱۵۰۹۴) مجمع الزوائد (۳ الجنائز حدیث رقم (۴۲۵۴) ہیثمی کہتے ہیں حسینی نے کہا اس میں محمود بن عبدالرحمن راوی میں کلام ہے اور یہ مجہول ہے۔ نیز اس میں معاذ بن رفاعہ راوی بھی ضعیف ہے۔ شیخ البانی نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

جب نمازیوں میں سے ایک شخص کا وضو ٹوٹ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بو والا شخص کھڑا ہو جائے؟

روایت کے الفاظ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بو محسوس کی تو نماز کے بعد فرمایا بو والا آدمی کھڑا ہو جائے (یعنی جس کا وضو ٹوٹا ہے) وہ آدمی کھڑا ہو جائے، اور وضو کرے آدمی کو کھڑا ہونے سے شرم آئی اس لیے وہ کھڑا نہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کہا کہ بو والا شخص کھڑا ہو جائے اور وضو کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا اس دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول کیا ہم سب ہی نہ وضو کر آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے تم سارے ہی وضو کر آؤ۔ ❶

❶ باطل ہے۔ سلسلہ احادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی (۳/۲۶۷) حدیث رقم (۱۱۳۲) شیخ البانی کہتے ہیں اس کو ابن عساکر نے (۷/۳۶۰/۲) میں روایت کیا ہے اور اس میں مسلسل ضعیف راوی ہیں پھر یہ مرفوع نہیں بلکہ مرسل ضعیف ہے۔ اس میں واصل بن ابی جمیل اور یحییٰ بن عبداللہ البابلی دونوں ضعیف ہیں۔ عوام الناس میں یہ روایت بڑی مشہور ہے مگر یہ سند کے لحاظ سے ثابت نہیں لہذا اسے بیان کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیدائش سے ایک ہزار سال قبل فرشتوں کے سامنے سورۂ طٰہٰ اور یٰسین تلاوت کی

حافظ ابن کثیر سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں کہتے ہیں: امام الائمہ حضرت محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی کتاب التوحید میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یاسین کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہوگا۔ وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارکباد ہیں جن سے کلام اللہ کے یہ الفاظ ادا ہوں گے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف جداً۔ اس کی سند غایت درجہ ضعیف ہے۔ سنن دارمی: کتاب فضائل القرآن باب: ۲۰، حدیث رقم: ۳۴۵۷۔ ابن عدی (۲۱۶/۱) المجروحین لابن حبان (۱۰۸/۱) الموضوعات لابن جوزی (۱۱۰/۱) اس میں ابراہیم بن المہاجر راوی کو امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے اور اس کا شیخ عمر بن حفص بھی ضعیف ہے۔ ابن حبان اور ابن جوزی کہتے ہیں اس کا متن من گھڑت ہے۔

سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے؟

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن مجید کا دل سورۂ یٰسین ہے، سورۂ یٰسین پڑھنے والے کو دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ [1]

[1] اسنادہ موضوع۔ اس کی سند من گھڑت ہے۔ سنن ترمذی کتاب فضائل القرآن، باب ۷، ما جاء فی فضل سورۂ یٰسین حدیث رقم (۲۸۸۷) سنن دارمی، فضائل القرآن حدیث رقم (۳۴۵۹) بیہقی فی شعب الایمان (۲۴۶۰) سلسلہ احادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (۳۱۲/۱) رقم (۱۶۹) اس میں ہارون ابومحمد راوی مجہول ہے۔ البانی کہتے ہیں سورۂ یٰسین کی فضیلت میں اکثر روایات موضوع ہیں یا پھر ضعیف ہیں۔

حضور ﷺ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب منافقین نے سیدہ عائشہ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کیا تھا تو اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا:

((انا قاطع بکذب المنافقین لانّ اللہ عصمك من وقوع الذباب علی جلدك لانہ یقع النجاسات))

''میں منافقین کے جھوٹ کی تردید کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالی نے آپ کے جسم کی یہاں تک حفاظت کی ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بھی نہیں بیٹھ سکتی کیونکہ وہ نجاست پر بیٹھتی ہے۔'' [1]

---

[1] تفسیر نسفی (۳/۱۳۸) میں حضرت عمر کا یہ قول بغیر سند کے ہے۔ الخصائص الکبریٰ (۱/۱۴۳) میں یہ روایت بلا سند ہے۔

ایک قبر سے سورۂ ملک کی تلاوت کی آواز

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں اصحاب رسول میں سے بعض صحابہ نے ایک قبر پر خیمہ نصب کیا اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے مگر وہاں ایک آدمی کی قبر تھی اور وہ آدمی قبر میں سورۂ الملک کی تلاوت کر رہا تھا یہاں تک کے اس نے سورت مکمل پڑھی جب ایک صحابی واپس آئے تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول میں نے ایک قبر پر خیمہ لگایا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہاں پر قبر ہے مگر وہاں پر ایک آدمی کی قبر تھی اور وہ آدمی وہاں قبر میں سورۂ الملک کی پڑتا تھا یہاں تک کے اس نے سورت الملک ختم کی تو نبی ﷺ نے فرمایا یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہے۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ سنن ترمذی۔ فضائل القرآن، باب ۹ ماجاء فی فضل سورۃ الملک۔ حدیث

رقم (۲۸۹۰) اس کا آخری جملہ صحیح ہے مگر یہ قصہ ثابت نہیں۔ اس میں یحییٰ بن عمرو بن مالک ضعیف ہے۔
مشكاة المصابيح (٢١٥٤) ضعيف الجامع الصغير (٦١٠١).

قبر روزانہ کلام کرتی ہے کہ میں گھر ہوں تنہائی کا خاک کا کیڑے مکوڑوں کا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلیٰ پر تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز کو یاد کرتے تو تمہیں اس بات کی فرصت نہ ملتی جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لہٰذا لذتوں کو قطع کرنے والی موت کو زیادہ یاد کرو کوئی قبر ایسی نہیں جو روزانہ اس طرح نہ پکارتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ پھر جب اس میں کوئی مومن بندہ دفن کیا جاتا ہے تو وہ اسے مرحباً و اهلاً کہہ کر خوش آمدید کہتی ہے۔ پھر کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر جو لوگ چلتے ہیں تو مجھے ان سب میں محبوب تھا۔ اب تجھے میرے سپرد کر دیا گیا ہے تو اب تو میرا احسن سلوک دیکھے گا۔ پھر وہ اس کے لیے حد نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب گنہگار یا کافر آدمی دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے خوش آمدید نہیں کہتی بلکہ "لا مرحباً ولا اهلاً" کہتی ہے پھر کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے تم سب سے زیادہ مبغوض شخص تھے۔ آج جب تمہیں میرے سپرد کیا گیا ہے تو تم میری بدسلوکی بھی دیکھو گے پھر وہ اسے اس زور سے بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے دکھائیں (یعنی شکنجہ بنا کر) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد اس پر ستر اژدھے مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک زمین پر ایک مرتبہ

پھونک مار دے تو اس پر کبھی کوئی چیز نہ اُگے۔ پھر وہ اسے کاٹتے اور نوچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے حساب و کتاب کے لیے اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف ۔ سنن ترمذی، صفة القیامة، باب ۲۶۔ حدیث رقم (۲٤٦۰) سلسلة الاحادیث الضعیفة (٤۹۹۰) اس میں عطیہ عوفی اور عبید اللہ بن الولید الوصافی دونوں ضعیف ہیں۔

حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے دائی تلاش کی گئی

بیہقی کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ابو العباس محمد بن یعقوب نے ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے اس نے ابن اسحاق سے وہ کہتے ہیں کہ حضور ان کی والدہ کے حوالے کیے گئے اور ان کو دودھ پلانے والی تلاش کی گئی (ان کے دودھ پلانے کے لیے)۔ حلیمہ بنت ابو ذویب سے دودھ پلانے کی درخواست کی گئی۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ رواہ الطبری فی تاریخه (۱/٤٥٥) والاصابه (۷/٥٨٤) ابن اسحاق کا قول ہے اس نے کس سے سنا کوئی علم نہیں۔ لہٰذا سند منقطع ہے اور اس کے ساتھ ابن اسحاق مدلس بھی ہے۔ اس سے وہ روایت بہتر ہے جس میں دائیوں کے خود مکہ میں آنے کا ذکر ہے واللہ اعلم۔

جنگ بدر میں حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں کو قتل کیا

روایت ہے کہ عاص بن ہشام بن مغیرہ سیدنا عمر بن خطابؓ کا ماموں تھا ان کی خواہش تھی کہ اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کریں چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ ان کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے علاوہ کسی قرابت دار وغیرہ کی محبت نہیں۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ اس کو مولانا صفی الرحمان نے اپنی کتاب میں الرحیق المختوم صفحہ (۳۰۴) میں بلا حوالہ درج کیا ہے جبکہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی صفحہ (۱۵۵) جلد اول پر ابن ہشام کے حوالہ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی تلوار اپنے ماموں کے خون سے رنگین تھی۔ اس کا اصل ماخذ سیرت ابن ہشام ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں حدثنی ابوعبیدہ وغیرہ من اھل العلم بالمغازی۔ ابن ہشام کہتے ہیں مجھ سے ابوعبیدہ نے بیان کیا اس کے بعد سند مزکور نہیں نامکمل ادھوری سند کی وجہ سے یہ منقطع ہے اور ضعیف ہے۔ السیرۃ النبویہ لابن ھشام (۲/۳۳۵۔۳۳۶)

جنگ بدر میں سیدنا ابوبکر صدیق اوران کا بیٹا عبدالرحمٰن آمنے سامنے

روایت ہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو جو اس وقت مشرکین کے ساتھ تھا پکار کر کہا او خبیث میرا مال کہاں ہے تو عبدالرحمٰن نے کہا

لم یبق غیر شکہ و یعبوب

وصارم یقتل ضلال الشیب

”ہتھیار تیز رو گھوڑے اور تلوار کے سواء کچھ نہیں بچا جو بڑھاپے کی گمراہی کا خاتمہ کرتی ہے۔“ ❶

❶ یہ الفاظ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے ہیں دیکھیں الرحیق المختوم صفحہ (۳۰۴) مگر مولانا نے اس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا مولانا شبلی نعمانی کہتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر کے بیٹے میدان جنگ میں پڑے تھے تو حضرت ابوبکر تلوار کھینچ کر مقابلے میں نکلے سیرت النبی جلد اول صفحہ (۱۵۵) مولانا شبلی نے اس پر ابن عبد البر کی الاستیعاب کا حوالہ دیا ہے لیکن ابن عبدالبر نے بھی اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ لہٰذا یہ قصہ بھی صحیح نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے

خطباء واعظین میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی

حضور ﷺ کے دوست تھے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ (وکان ندیما له فی الجاهليه) ابوبکر اسلام سے پہلے بھی حضور ﷺ کے خاص دوست تھے۔ ❶

❶ دلائل النبوۃ للبیهقی (۲/ ۱۱۲) رقم (٤٧٧) ورواہ ابن ابی شیبه فی المصنف (۷/ ۱۳) حدیث رقم (٣٦٥٥٥) والسیوطی فی تاریخ الخلفاء (۱/ ۱۳) والذهبی فی تاریخ الاسلام (۱/ ۳۱) اس میں ابومیسرہ ثقہ ہے مگر تابعی ہے لہذا یہ مرسل ہے اور مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

وہ بات بتاؤ جو تم نے دل میں چھپا رکھی ہے ایک باپ کے اپنے بیٹے کے متعلق جذبات، مشہور واقعہ

ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے باپ نے میرا مال اپنے قبضے میں کر لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جا کر اپنے والد کو میرے پاس لے آ۔'' جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ ''جب بوڑھا شخص یعنی اس شخص کا باپ آپ ﷺ کے پاس آئے تو اس سے وہ بات پوچھنا جو اس نے اپنے دل میں کہی ہے، جسے اس کے اپنے کانوں نے بھی نہیں سنا۔'' چنانچہ جب وہ بوڑھا آ گیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ تیرا بیٹا تیری شکایت کرتا ہے کہ تو اس کا مال لینا چاہتا ہے؟ تو بوڑھے نے کہا، یا رسول اللہ! آپ اس سے دریافت فرمائیں کہ کیا میں نے وہ مال اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ یا اپنے اوپر خرچ نہیں کیا؟'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے اس بات کو چھوڑو، ہمیں وہ بات بتاؤ جسے تم نے اپنے دل میں کہا اور اسے آپ کے کانوں تک نے نہیں سنا؟''

بوڑھا بولا کہ اللہ کی قسم یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے متعلق ہمارا ایمان بڑھاتا

رہتا ہے۔ میں نے واقعی ایسی بات دل میں کہی جسے میرے کانوں نے بھی نہ سنا۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو بتا میں سنتا ہوں۔'' بوڑھے نے کہا: ''میں اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہتا ہوں۔

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَ عُلْتُكَ يَافِعًا
تُعَلُّ بِمَا أَجْنِي عَلَيْكَ وَ تَنْهَلُ

''جب تو نومولود (شیر خوار) تھا اس وقت میں نے تجھے کھلایا اور تیرے جوان ہونے تک تیری کفالت کی اور تو میری کمائی سے بار بار کھاتا پیتا رہا۔''

إِذَا لَيْلَةٌ ضَاقَتْكَ بِالسُّقْمِ لَمْ أَبِتْ
لِسُقْمِكَ إِلَّا سَاهِرًا تَمَلْمَلُ

''کوئی رات بیماری کے باعث تیرے لیے دشوار ہو جاتی تھی تو میں تیری بیماری کی وجہ سے جاگ کر پریشانی سے گزارا کرتا تھا۔''

كَأَنِّيْ أَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَكَ بِالَّذِيْ
طُرِقْتَ بِهِ دُوْنِيْ فَعَيْنِيْ تَمْهَلُ

''گویا تیری بجائے میں مصیبت زدہ ہوں اور میری آنکھیں روتی تھیں۔''

تُخَافُ الرَّدٰى نَفْسِيْ عَلَيْكَ وَإِنَّهَا
لَتَعْلَمُ إِنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُؤَجَّلُ

''آج بھی میرا دل تیری ہلاکت سے ڈرتا ہے حالانکہ دل جانتا ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔''

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِيْ
إِلَيْهَا مَدٰى مَا كُنْتُ فِيْكَ أُؤَمِّلُ

''جب تو اپنی عمر کی اس انتہا کو پہنچ گیا جس کا میں امیدوار اور خواہش مند تھا۔''

جَعَلْتَ جَزَائِیْ غِلْظَةً وَّ فَظَاظَةً
كَأَنَّكَ أَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

”تو تو نے مجھے بدلے میں سختی اور سنگ دلی کا تحفہ دیا گویا تو ہی انعام اور مہربانی کرنے والا ہے۔“

فَلَيْتَكَ إِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ أُبُوَّتِي
فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُجَاوِرُ يَفْعَلُ

”جب تو نے پدری حق کا لحاظ نہ کیا تو کاش کہ تو (کم از کم) پڑوس میں آباد پڑوسی کی طرح ہی کرتا۔“

فَأَوْلَيْتَنِيْ حَقَّ الْجِوَارِ فَلَمْ تَكُفْ
عَلَيَّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

”تو نے تو ہمسائیگی کے حق سے بھی مجھے نیچا کر دیا اور تو میرے اوپر اپنے مال خرچ کرنے سے بخل سے کام لیتا ہے۔“

راوی کہتا ہے کہ یہ سننے کے بعد آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کے گریبان کو پکڑ کر فرمایا: ”تو اور تیرا مال (دونوں) تیرے باپ (کی ملکیت) ہے۔“ [1]

[1] اسنادہ ضعیف : مجمع الزوائد للهيثمي (٤/١٥٥) حديث رقم (٦٧٧٠) رواه الطبراني في الصغير رقم (٩٤٧) اس میں مجہول راوی ہیں اور منکدر بن محمد ضعیف ہے۔ یہ قصہ منکر ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے شادی کے موقعہ پر صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”جب رسول اللہ ﷺ (جنگ خیبر سے واپس) مدینہ تشریف لائے تو آپ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے دولہا بنے۔ انصار کی عورتیں آئیں، انہوں نے مجھے صفیہ رضی اللہ عنہا (کے حسن و جمال) کے بارے میں بتایا، میں

بھیس بدل کر نقاب پہن کر (دلہن کو دیکھنے) چلی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کو میری آنکھیں نظر آئی تو آپ نے مجھے پہچان لیا۔ اور میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں تیزی سے چلی (گھر سے باہر نکلنے لگی) نبی ﷺ نے مجھے آلیا اور مجھے آغوش میں لے لیا۔ اور فرمایا: ''تم نے (دلہن کو) کیسا پایا؟'' میں نے کہا: چھوڑیئے! یہودی عورتوں میں سے ایک عورت ہے۔ [1]

[1] إسناده ضعيف: سنن ابن ماجه، أبواب النكاح، باب حسن معاشرة النساء حديث رقم (١٩٨٠) شیخ البانی بوصیری و دیگر محققین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔ (تقريب التهذيب)

نعیمان صحابی رضی اللہ عنہ کا مسافر کی اونٹنی ذبح کرنے کا دلچسپ واقعہ

عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ایک اعرابی اپنی اونٹنی پر سوار مدینہ منورہ آیا۔ اس نے اونٹنی مسجد کے دروازے کے پاس بٹھا دی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں حمزہ رضی اللہ عنہ چند مہاجرین وانصار کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ان میں نعیمان نامی ایک صحابی بھی تھے۔ ساتھی انہیں کہنے لگے: نعیمان! افسوس تجھ پر! دیکھ کیسی موٹی تازی اونٹنی ہے۔ اگر تو اسے ذبح کر دے تو کیا ہی خوب ہو! ہمارا گوشت کھانے کو بڑا دل چاہ رہا ہے۔ اگر تو ایسا کر دے تو نبی ﷺ خود ہی اس کی قیمت ادا کر دیں گے اور ہمیں مفت میں کھانے کو گوشت مل جائے گا۔'' نعیمان کہنے لگے: ''اگر میں نے ایسا کیا اور تم نے نبی ﷺ کو بتا دیا تو نبی ﷺ مجھ سے ناراض ہوں گے۔'' انہوں نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے۔'' نعیمان اٹھے، اونٹنی کے سینے کے گڑھے میں نیزہ مارا اور بھاگ گئے۔ راستے میں مقداد بن عمرو ملے۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا تھا اور وہ اس میں سے مٹی نکال رہے تھے۔ یہ ان سے کہنے لگے: ''مجھے اس گڑھے میں چھپا دو۔ اوپر کوئی چیز ڈال دو اور کسی کو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا میں ایک شرارت کر آیا ہوں۔'' انہوں نے اسی طرح کیا۔ ادھر اعرابی باہر نکلا، اونٹنی کو شدید زخمی

دیکھا تو چیخنے چلانے لگا۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے، فرمایا: ''ایسا کس نے کیا؟'' صحابہ نے کہا: ''نعیمان نے۔'' آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اب وہ کدھر گیا؟'' نبی ﷺ حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلے۔ مقداد کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''نعیمان کو ادھر کہیں دیکھا ہے؟'' وہ چپ ہو رہے۔ آپ نے ذرا سختی سے فرمایا: ''ضرور بتاؤ وہ کدھر ہے؟'' انہوں نے کہا: ''مجھے تو اس کا علم نہیں۔'' ساتھ ہی اس گڑھے کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ نبی ﷺ نے گڑھے کو ننگا کیا اور فرمایا: ''او اپنی جان کے دشمن! تو نے ایسا کیوں کیا؟'' کہا: ''قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا دین دے کر بھیجا! مجھے حمزہ اور ان کے ساتھیوں نے ایسا کرنے کو کہا تھا۔ اور انہوں نے یہ یہ بات بھی کہی تھی۔'' رسول اللہ ﷺ نے اعرابی کو اس اونٹنی کی قیمت دے کر راضی کر دیا اور صحابہ سے فرمایا: ''جاؤ اونٹنی کا جو چاہو کرو۔'' پھر سب نے مل کر گوشت کھایا۔

اس کے بعد جب کبھی آپ ﷺ کو نعیمان کی یہ شرارت یاد آتی تو آپ ﷺ ہنس پڑتے اور آپ کی ابتدائی ڈاڑھیں نظر آنے لگتیں۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف: اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ صفحہ (۸۳) حدیث رقم (۱۸۰) یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس میں ابن اسحاق مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔ نیز اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ الاصابہ (۵۷۰/۳)

قافلہ لیٹ ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے دعا کی سورج تھم گیا

یونس بن بکیر کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو پیر کی رات ''اسراء'' کرایا گیا۔ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ آکر اپنی قوم کو چند لوگوں کے نام بتائے جن کو آپ ﷺ نے شام کے راستے میں مکہ مکرمہ آنے والے تجارتی قافلے میں دیکھا تھا۔ مکہ والے کہنے لگے: ''قافلہ کب پہنچے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''بدھ کے دن۔'' چنانچہ اس دن سورج غروب ہونے کے

قریب ہو گیا مگر قافلہ نہ آسکا۔ قریش انتظار کر رہے تھے آپ ﷺ نے دعا فرمائی: ''یا اللہ! قافلہ آنے تک سورج کو روک دے۔'' سورج تھم گیا۔ قافلہ پہنچا تو پھر غروب ہوا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف جداً۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ دیکھیں: سلسلة الاحاديث الضعيفة حديث رقم (٩٧٢)

بدر کے قیدی سہیل بن عمرو کے متعلق سیدنا عمر کا مشورہ کہ اس کے دانت نکلوا دیں تا کہ یہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے

روایت ہے کہ سہیل بن عمرو کو جنگ بدر میں مسلمانوں نے قید کر لیا۔ ان کا نچلا ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! اس کے سامنے والے نچلے دو دانت نکلوا دیجیے تا کہ جب یہ کلام کرے تو ہوا کے زور سے اس کی زبان باہر نکل آئے۔ اس طرح یہ کبھی آپ کے خلاف تقریر نہیں کر سکے گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں مثلہ نہیں کروں گا ورنہ اللہ تعالیٰ میرا مثلہ بھی کر سکتا ہے اگر چہ میں نبی ہوں۔'' [1]

[1] السيرة النبوية لابن هشام (٢/٣٥٥) یہ روایت مرسل یعنی ضعیف بلکہ معضل ہے۔ البداية والنهاية (٣/٣٤١)

کیا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر عبید اللہ بن جحش حبشہ میں عیسائی ہو گئے تھے؟

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اپنی کتاب الرحیق المختوم میں صفحہ ۶۳۶ پر لکھتے ہیں۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ یہ عبید اللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور اس کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ بھی گئی تھیں لیکن عبید اللہ نے وہاں جانے کے بعد مرتد ہو کر

عیسائی مذہب قبول کر لیا اور پھر وہیں انتقال کر گیا لیکن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے دین اور اپنی ہجرت پر قائم رہیں۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف: ابن ہشام نے محمد بن اسحاق، محمد بن جعفر بن زبیر از عروۃ کے حوالہ سے لکھا ہے: كان عبيدالله بن جحش حين تنصر يمربأ صحاب النبى ﷺ و هم هنالك من ارض الحبشة فيقول: فقحنا و صا صاتم۔ (السيرة النبوية: ١/٢٢٣-٢٢٤) ''عبیداللہ بن جحش جب نصرانی ہو گئے اور حبشہ میں ان کا گزر کہیں اصحاب رسول ﷺ کی مجلس کے قریب ہوتا تو انہیں کہتے: ہماری آنکھیں تو کھل گئیں اور تم بے بصیرت رہے۔'' یہ روایت اس لیے بے اعتبار ہے کہ منقطع ہے۔ عروۃ کی پیدائش سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے اوائل میں ہوئی۔ (تقريب التهذيب: ٢٣٨) وہ آگے کے رواۃ کا سلسلہ نہیں بتاتے کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ۔ ایسی روایت کی بنا پر سابقون اولون میں سے کسی شخص کو نصرانی اور مرتد قرار نہیں دیا جا سکتا؟

عروۃ ہی کی اسی منقطع سند سے امام بیہقی لکھتے ہیں: ''عبيدالله بن جحش مات بأرض الحبشة نصرانياً، و معه امرأته أم حبيبة'' (دلائل النبوة: ٣/٤٦٠) عبیداللہ بن جحش حبشہ میں نصرانی ہو کر مرے، ان کی بیوی ام حبیبہ بھی ان کے ہمراہ ہجرت کر گئیں تھیں۔'' پھر اس سند میں ابن لہیعہ بھی ہیں، جو کتابیں جل جانے کے بعد اختلاط کے شکار ہوئے تھے۔ (تقريب التهذيب: ١٨٦)

امام ابن سعد نے محمد بن عمر بن واقد اسلمی کے حوالہ سے لکھا ہے: ''كانت فى من هاجر الى ارض الحبشة مع زوجها عبيدالله بن جحش فتنصر هناك ومات'' (الطبقات الكبرى: ١/٢٠٨، ٢٥٩، ٣: ٨٩) ''ام حبیبہ اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئیں، جہاں عبیداللہ بن جحش نصرانی ہو گئے اور اسی حالت میں وفات پائی۔'' اس روایت کا مرکزی کردار واقدی ہے، جو متروک الحدیث تھا۔ (تاريخ كبير ١: ١٧٨۔ تاريخ اوسط ٢، ٢٢٠۔ تاريخ صغير ٢: ٢٨٣۔ ضعفاء صغير، بخاری، ترجمه: ٣٣٤، الضعفاء و المتروكين، نسائی، ترجمه: ٣٣٤) واقدی کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: كان يقلبها يعنى، احاديث۔ (العلل و معرفة الرجال: ٣/٢٦٤، فقره: ٥١٦٦) ''احادیث میں ہیر پھیر کیا کرتا تھا۔''

امام شافعی فرماتے ہیں: ''كتب الواقدى كلها كذب'' (الجرح والتعديل: ٨/٢١۔ سير اعلام النبلاء: ٩: ٤٦٢) ''واقدی کی ساری کتابیں جھوٹی ہیں۔'' امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: ''انه عندى ممن يضع الحديث'' (الجرح والتعديل: ٨/٢١۔ سير اعلام النبلاء: ٩/٤٦٢) ''میرے نزدیک اس کا شمار واضعین حدیث میں ہوتا ہے۔''

امام نسائی فرماتے ہیں: چار شخص وضع احادیث میں بہت مشہور ہیں: مدینہ منورہ میں ابن ابی یحییٰ، بغداد میں واقدی، خراسان میں میں مقاتل بن سلیمان اور شام میں محمد بن سعید۔ (سير اعلام النبلاء: ٩/٤٦٣)

امام ابن معین فرماتے ہیں: ہم نے واقدی کی روایات کا جائزہ لیا ان کی وہ سب روایات منکر ہیں جو انہوں نے مدنی مجہول رواۃ سے لی ہیں۔ پھر ہم نے جائزہ لیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ ممکن ہے کہ یہ منکر روایات اس کی ہوں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کے مجہول اساتذہ کی ہوں۔ پھر اس کی ان روایات کا جائزہ لیا جو ابن ابی ذئب اور معمر کی سند سے تھیں، اس لیے کہ ان کی روایات کو بھی یہ ضبط کیا کرتا تھا مگر ہم جلد ہی اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سے نقل کردہ روایات میں بھی نکارت ہی ہے اس لیے ہم نے اس سے روایت لینا ہی چھوڑ دیا۔ (الجرح والتعدیل: ۸/۲۱)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: "وقد تقرر ان الواقدی ضعیف، یحتاج الیه فی الغزوات و التاریخ، ونورد آثاره من غیر احتجاج، أما فی الفرائض فلا ینبغی أن یذکر" (سیر اعلام النبلاء: ۹/۴٦۹) "واقدی کا ضعیف ہونا طے شدہ ہے۔ غزوات اور تاریخ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہم کسی استدلال کے بغیر اس کے نقل کردہ آثار نقل کرتے ہیں۔ احکام کے سلسلے میں اس کی روایات کو بیان کرنا مناسب نہیں۔"

مگر شائید حافظ ذہبی کو اپنی یہ بات یاد نہیں رہی اور امام ابن سعد کے حوالہ سے۔ جنہوں نے واقدی ہی کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے۔ لکھا: "وأم حبیبة توفی عنها زوجها الذی هاجر بها الی الحبشة: عبیدالله بن جحش مرتداً متنصراً (سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۲۰) "ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا شوہر عبیداللہ بن جحش جو ان کے ساتھ حبش ہجرت کر گئے تھے۔ حبشہ میں نصرانی ہو کر مرتد ہو گئے۔" اس بات کا تعلق تاریخ سے نہیں، بلکہ سابقون اولون کے ایک نہایت قابل احترام شخصیت کے کفر و اسلام سے ہے۔

امام ابن سعد اور امام حاکم، واقدی ہی کے حوالہ سے عبیداللہ بن جحش کی زبانی لکھتے ہیں: "یا أم حبیبة انی نظرت فی الدین، فلم أر دیناً خیراً من النصرانیة، وکنت قد دنت بها ثم دخلت فی دین محمد ﷺ ثم قد رجعت الی النصرانیة...... فلم یحفل بها و أکب علی الخمر حتی مات." (الطبقات الکبری: ۸/۹۷، المستدرک: ۲/۲۰۔۲۲۔ سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۲۱) "میں نے تمام ادیان کو بغور دیکھا، مجھے نصرانیت سے بہتر دین نہیں ملا، اس لیے میں نے اسے اختیار کیا، پھر میں نے محمد ﷺ کے دین کو قبول کیا، جس کے بعد پھر نصرانی ہو گیا...... وہ اس سے چمٹے رہے اور شراب پیتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے۔"

حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس روایت کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے لیکن سیر اعلام النبلاء میں خاموش نہیں رہے اور اپنے ریمارکس ان الفاظ میں لکھے: "هی منکرة" (سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۲۱) "یہ کہانی منکر ہے۔"

امام ابن سید الناس لکھتے ہیں: "و عبیدالله بن جحش و معه امرأته أم حبیبة بنت أبی سفیان، فَتَنَصَّرَ هُنَاكَ، ثم تُوُفِّیَ علی النصرانیة" (عیون الاثر: ۱/۲۱۰) "عبیداللہ بن جحش نے اپنی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے ہمراہ ہجرت کی، جہاں وہ نصرانی ہو گئے اور پھر نصرانیت ہی پر

وفات پا گئے۔" مگر امام ابن سید الناس نے اس اہم واقعہ کی کوئی سند نہیں لکھی، اس لیے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام بیہقی بلا سند لکھتے ہیں: "مات بأرض الحبشة نصرانياً" (دلائل النبوۃ: ۷/۲۸۵) "حبشہ میں نصرانی ہو کر مر گئے۔" علمی میدان میں بے سند بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی، چہ جائے کہ اس کے بل بوتے پر کسی مسلمان کو عیسائی اور مرتد کہا جا سکے۔

حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان کے ارتداد اور نصرانی ہو جانے کا قصہ بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے۔ (الاستیعاب، الاصابۃ: ٤/٣٠٤۔ ٣٠٥) جب کہ ہر ذی ہوش کو معلوم ہے کہ دینی امور میں بلا سند باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں: "حبشہ میں جا کر عبیداللہ بن جحش نے عیسائیت قبول کر لی لیکن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر قائم رہیں۔ اختلاف مذہب کی بنا پر عبیداللہ بن جحش نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔" (سیرۃ النبی ﷺ: ۲/۲۵۱)

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی لکھتے ہیں: "عبیداللہ بن جحش حبشہ جا کر نصرانی ہو گئے اور نصرانیت ہی پر مرے۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا زوجہ عبیداللہ بعد وفات عبیداللہ بن جحش رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ: ۱/۲٤۳)

آپ نے دیکھا کہ: بعض مورخین نے اس واقعہ کو بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے، جب کہ دینی امور میں بلا سند چیز پیش کرنا اور ان پر اعتماد کرنا دین کے تقاضوں کے منافی ہے۔ بعض مورخین نے اسے با سند ذکر کیا ہے، جس کی دو سندیں ہیں: (۱) عروۃ بن زبیر کی سند، جس کی پیدائش ۲۳ ہجری کے لگ بھگ کی ہے، وہ آگے کا سلسلہ بیان نہیں کرتے، اس لیے اصولی طور پر یہ روایت منقطع ہوئی، جس کے بل بوتے پر کسی مسلمان کو نصرانی اور مرتد نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ (۲) اس کی دوسری سند کا دار و مدار واقدی پر ہے، جس کے بارے میں متقدمین کی رائے پیش کی گئی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں: واقدی کو محدثین علانیہ کذاب کہتے ہیں۔ (سیرت النبی ﷺ: ۱/۲۷) یہ بھی لکھتے ہیں: واقدی کی لغو بیانی مسلمہ عام ہے اور اس لیے ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے۔ (سیرت النبی ﷺ: ۱/۳۰) اور فن سیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "ان میں سے واقدی تو بالکل نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔ محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ خود اپنے جی سے روایتیں گھڑتا تھا اور حقیقت میں واقدی کی تصنیف خود اس بات کی شہادت ہے۔ ایک ایک جزئی واقعہ کے متعلق جس قسم کی گونا گوں اور دلچسپ تفصیلیں وہ بیان کرتا ہے، آج کوئی بڑے سے بڑا واقعہ نگار چشم دیدہ واقعات اس طرح قلم بند نہیں کر سکتا۔ (سیرت النبی ﷺ: ۱/۴۳)

پھر محدثین نے امام ابن مبارک، از معمر، از زہری، از عروۃ، از سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی سند سے نقل کیا ہے کہ: "أنها كانت عند عبيدالله بن جحش، وكان رحل الى النجاشي، فمات، وأن النبي ﷺ تزوج أم حبيبة وهي بأرض الحبشة، زوجها اليه النجاشي، ومهرها أربعة آلاف درهم، وبعث بها مع شرحبيل ابن حسنة رضي الله عنه" (سنن ابی داؤد،

احادیث: ۲۰۸۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸۔ سنن نسائی، حدیث: ۳۳۵۰۔ دلائل النبوۃ، بیہقی: ۳/ ٤٦٠) ''سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سیدنا عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی منکوحہ تھیں، جو نجاشی کے ملک میں وفات پا گئے، اور سیدہ حبشہ ہی میں تھیں کہ ان کا نکاح نجاشی نے رسول اللہ ﷺ سے کر دیا، ان کا مہر چار ہزار درہم نجاشی ہی نے ادا کیا، پھر انہیں سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں مدینہ منورہ بھیج دیا۔'' (نوٹ: روایت مذکورہ زہری مدلس کے عن عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

اس صحیح حدیث میں ان کے وفات پا جانے کا ذکر تو موجود ہے مگر ان کے ارتداد کا افسانہ مذکور نہیں۔ یہ افسانہ یا تو واقدی جیسے ناقابل اعتبار راوی نے نقل کیا ہے اور یا عروۃ کی منقطع روایت میں ہے، اس لیے قطعی ناقابل اعتبار ہے اور بلا کسی دلیل و برہان کے اسلام کے عظیم سپوت کو مرتد اور نصرانی کہا جاتا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک اور وزنی دلیل بھی ان کے ارتداد کے برخلاف پائی جاتی ہے، جسے قطعاً رد نہیں کیا جا سکتا۔ یاد ہوگا کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو قدرے اطمینان نصیب ہوا تو وقت آیا کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا کے کانوں میں پہنچا دیا جائے، اس بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابہ کرام کو جمع کیا، انہیں خطبہ دیا جس کے بعد آپ ﷺ نے قیصر روم، شاہ عجم، عزیز مصر اور رؤسائے عرب کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔ قیصر روم کے پاس نامہ مبارک لے کر جانے والے صحابی سیدنا دحیہ کلبی تھے، جب وہ خط مبارک قیصر روم کے حوالہ کیا گیا تو اس نے عربوں کا ایک وفد بازار سے ڈھونڈ کر بلایا، جس کی سربراہی سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، جو اس وقت کافر تھے۔ قیصر نے ان سے کئی سوالات کیے، جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ: ''فهل يرتد احد منهم سخطة لدينه بعد أن يدخل فيه؟ قلتُ: لا''

(صحیح بخاری، احادیث: ۷/ ۵۱، ۲۹٤۱، ٤۵۵۳۔ صحیح مسلم، حدیث: ۱۷۷۳)

''جو لوگ اس دین میں داخل ہو گئے، کیا ان میں سے کوئی اس بناء پر مرتد ہوا ہے کہ دین اسلام اسے برا لگا ہو؟ (سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ) نہیں۔''

یاد رہے کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ سیدنا عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے سسر تھے اور ان کی بیٹی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، سیدنا عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں تھیں، ان کے ارتداد سے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ واقدی اور دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ باخبر رہ سکتے ہیں۔

قصہ اراشی کا جس کو نبی ﷺ نے ابوجہل سے اونٹ کی قیمت لے کر دی

ابن اسحاق کہتے ہیں ابوجہل بن ہشام کو ہمیشہ خدا کی طرف سے ذلتیں نصیب ہوتی

رہیں، مگر وہ بے غیرت اسی مستعدی سے رسول اللہ ﷺ کی عداوت پر قائم تھا، چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سوداگر اونٹوں کا گلہ لے کر مکہ میں فروخت کے لیے آیا۔ ابوجہل نے بھی اس سے چند اونٹ خریدے اور قیمت نہ دی۔ جب وہ سوداگر عاجز ہوا اور کسی طرح قیمت اس سے اس کو وصول نہ ہوئی تب وہ لاچار ہو کر مسجد میں آیا اور قریش کی محفل میں آ کر کہنے لگا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو ابوجہل سے مجھ کو قیمت دلوا دے یا اپنے پاس سے مجھ کو دے دے اور پھر ابوجہل سے وصول کر لے۔ نبی کریم ﷺ بھی اس وقت مسجد کے ایک گوشے میں تشریف رکھتے تھے۔ قریش نے اس سوداگر سے کہا دیکھو وہ شخص جو مسجد کے گوشہ میں بیٹھے ہیں ان سے جا کر کہو وہ تمہارے دام ابوالحکم (ابوجہل) سے دلوا دیں گے اور حضور کی طرف اشارہ کیا۔ کیونکہ یہ لوگ ابوجہل کی آنحضرت ﷺ سے عداوت اور دشمنی سے واقف تھے اور اس بات سے ان کو ایک مضحکہ منظور تھا۔ وہ شخص مسافر اور ناواقف تھا۔ حضور ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اے بندۂ خدا ابوالحکم نے میرے دام دبا رکھے ہیں اور میں مسافر غریب آدمی ہوں۔ ان لوگوں سے میں نے کہا کہ کوئی میرے دام دلوا دے۔ انہوں نے تمہارا بتلایا ہے۔ اب تم میرے دام اس سے دلوا دو۔ خدا تم پر رحمت کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدد:

راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے اس سوداگر سے فرمایا کہ میرے ساتھ چل۔ میں تیرے دام دلوا دیتا ہوں۔ وہ سوداگر آپ کے ساتھ ہوا۔ آپ ﷺ وہاں سے ابوجہل کے گھر تشریف لائے۔ قریش نے بھی ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے روانہ کیا اور کہہ دیا کہ دیکھ یہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کے گھر پر دستک دی، اس نے کہا کون ہے؟ فرمایا میں ہوں محمد ﷺ! باہر آ، ابوجہل فوراً باہر آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس سوداگر کے دام دے دے۔ اور ابوجہل کا چہرہ خوف کے مارے زرد ہو رہا تھا اور تھر تھر بدن کانپتا تھا۔ عرض کرنے لگا آپ ٹھہریے میں ابھی اس کے دام لاتا ہوں اور فوری طور پر اسی

وقت گھر میں سے دام لا کر اس سوداگر کے حوالے کیے۔

عینی شاہد کا بیان:

وہ شخص جو قریش کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آیا تھا یہ واقعہ دیکھ کر واپس گیا اور وہ سوداگر بھی اس مجلس میں آیا اور حضور ﷺ کو دعائیں دینے لگا کہ میرے دام دلوا دیئے۔ جب وہ شخص آیا تو اہل مجلس نے اس سے پوچھا کہ کہہ کیا معاملہ دیکھ کر آیا ہے؟ اس نے کہا کیا کہوں بڑے تعجب کی بات دیکھی ہے۔ جس وقت محمد ﷺ نے ابوجہل کے دروازے پر دستک دی ابوجہل فوراً باہر نکل آیا ذرّہ برابر دیر نہ کی اور اس کی صورت پر مارے خوف کے مردنی چھائی ہوئی تھی۔ محمد ﷺ نے فرمایا کہ اس کے دام دے دے۔ اس نے عرض کیا میں ابھی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ ٹھہرے رہے۔ چنانچہ فوراً ہی اس نے دام لا کر اس کے حوالے کیے۔

ابوجہل کا بیان:

اتنے میں ابوجہل بھی اس مجلس میں آیا۔ اہل مجلس نے کہا خرابی ہو تجھ کو ایسی نامردی اور حماقت کا کام جیسا کہ تو نے آج کیا ہے ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ ابوجہل نے کہا میں مجبور تھا۔ میری اس میں کوئی خطاء نہیں ہے۔ جس وقت میرے کان میں محمد ﷺ کی آواز آئی ان کا رعب مجھ پر اس قدر غالب ہوا کہ میں فوراً باہر نکل آیا۔ اور میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک نہایت ہیبت ناک نر اونٹ کھڑا ہے۔ اگر میں اس وقت محمد ﷺ کی اطاعت نہ کرتا تو وہ اونٹ میرا ایک لقمہ ہی کر جاتا۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف: السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (۳۱۹/۱) وذکرہ الاصبہانی فی الدلائل (۱۹۶/۱) حدیث رقم (۲٦٤) قال ذکر سلمہ بن الفضل عن محمد بن اسحاق دلائل النبوۃ للبیہقی (۱۳۹/۲) رقم (۵۱۰)

حضور ﷺ کا سلسلہ نسب عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک چالیس پشتیں

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اپنی کتاب الرحیق المختوم پر صفحہ ۷۵ پر سیدنا سلیمان منصور پوری کی کتاب رحمۃ للعالمین کے حوالے سے نبی ﷺ کا عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک مندرجہ ذیل نسب نامہ لکھتے ہیں: عدنان بن اود بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن اُبَی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن اَرعوی بن عیض بن دیشان بن عیصر بن اَفناد بن اَیہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف: رواہ الطبری فی تاریخ الرسل والملوك (۱/۲۷۹) سند میں انقطاع ہے۔ بیہقی نے جو کچھ کہا کہ آپ کا نسب نامہ عدنان تک صحیح ہے عدنان کے بعد جو کچھ ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ عدنان سے لے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک چالیس پشتیں ہوتی ہیں، یہ کلبی کا قول ہے، جو ضعیف ہے۔

ابولہب کے بیٹے عتبہ عتیبہ نے نبی کی بیٹیوں کو طلاق دے دی

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اپنی کتاب الرحیق المختوم کے صفحہ ۱۲۳ پر لکھتے ہیں:

''بعثت سے پہلے ابولہب نے اپنے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کی شادی نبی ﷺ کی دو صاحبزادیوں رقیہ اور ام کلثوم سے کی تھی لیکن بعثت کے بعد اس نے نہایت سختی اور درشتی سے ان دونوں کو طلاق دلوا دی۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف: یہ روایت طبقات ابن سعد میں بغیر سند کے ہے۔ البدایہ والنہایہ کی سند میں عبدالعزیز

بن عمران راوی کذاب اور متروک ہے۔ نبی ﷺ کی بیٹی رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح ابی لہب کے بیٹوں سے ہوا تھا۔ پھر رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی۔ یہ روایت تاریخ دمشق جلد ۳۵، صفحہ نمبر ۲۴ پر بھی ہے۔ مگر اس میں بھی عبدالعزیز بن عمران کذاب ہے۔ غرض کہ ابولہب کے بیٹوں سے نبی ﷺ کی بیٹیوں کا نکاح ہونا کسی مستند کتاب سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

طائف کے تین سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے آنحضرت کی گفتگو

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اپنی کتاب الرحیق المختوم کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھتے ہیں: جب طائف پہنچے تو قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں کے پاس تشریف لے گئے جو آپس میں بھائی تھے اور جن کے نام یہ تھے: عبد یالیل، مسعود اور حبیب ان تینوں کے والد کا نام عمرو بن عمیر ثقفی تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے پاس بیٹھنے کے بعد انہیں اللہ کی اطاعت اور اسلام کی مدد کی دعوت دی۔ جواب میں ایک نے کہا کہ وہ کعبے کا پردہ پھاڑے اگر اللہ نے تمہیں رسول بنایا ہو (یہ اردو کے اس محاورے سے ملتا جلتا ہے کہ ''اگر تم پیغمبر ہو تو اللہ مجھے غارت کرے۔'' مقصود اس یقین کا اظہار ہے کہ تمہارا پیغمبر ہونا ناممکن ہے جیسے کعبے کے پردے پر دست درازی کرنا ناممکن ہے۔ دوسرے نے کہا: ''کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہ ملا؟'' تیسرے نے کہا: ''میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا۔ اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو تمہاری بات رد کرنا میرے لیے انتہائی خطرناک ہے اور اگر تم نے اللہ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہیے۔'' یہ جواب سن کر آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صرف اتنا فرمایا: ''تم لوگوں نے جو کچھ کیا کیا، بہر حال اسے پس پردہ ہی رکھنا۔'' [1]

[1] اسنادہ ضعیف: سیرۃ ابن ھشام (۱/۴۱۸) ابن اسحاق کی روایت مرسل ضعیف ہے محمد بن کعب قرظی پر اس کی سند ختم ہو جاتی ہے۔

طائف کے بازاروں میں آنحضرت ﷺ پر پتھروں کی بارش، تالیاں اور گالیاں

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری اپنی کتاب الرحیق المختوم کے صفحہ (۱۸۰۔۱۸۱) پر لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے طائف میں دس دن قیام فرمایا۔ اس دوران آپ ﷺ ان کے ایک ایک سردار کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے گفتگو کی لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ بلکہ انہوں نے اپنے اوباشوں کو شہ دے دی۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے واپسی کا قصد فرمایا تو یہ اوباش گالیاں دیتے، تالیاں پیٹتے اور شور مچاتے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے، اور دیکھتے دیکھتے اتنی بھیڑ جمع ہوگئی کہ آپ ﷺ کے راستے کے دونوں جانب لائن لگ گئی۔ پھر گالیوں اور بدزبانیوں کے ساتھ ساتھ پتھر بھی چلنے لگے جس سے آپ ﷺ کی ایڑی پر اتنے زخم آئے کہ دونوں جوتے خون میں تربتر ہو گئے۔ ادھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے جس سے ان کے سر میں کئی جگہ چوٹ آئی۔ بدمعاشوں نے یہ سلسلہ برابر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ جب آپ ﷺ نے یہاں پناہ لی تو بھیڑ واپس چلی گئی اور آپ ﷺ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف: ابن ھشام: (۱/ ۴۱۹) تاریخ طبری (۲/ ۲۲۹) اس روایت کی سند بھی محمد بن کعب قرظی پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مضمون زہری اور عروہ سے بھی مروی ہے۔ لیکن دونوں روایتیں مرسل ہیں۔ تاریخ اسلام للذھبی (۱/ ۲۸۲۔۲۸۳)۔ دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/ ۴۱۵۔۴۱۶۔ المغازی عروہ: ۱۱۸۔۱۱۹)

کیا ابو طالب نے اسلام قبول کیا تھا (ابن اسحاق اور بخاری کی روایت)

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی یا ایمان پر؟ مولانا شبلی نے اس سلسلے میں پہلے بخاری و مسلم کی روایت نقل کی ہے، جس سے کفر پر موت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''بالآخر ابو طالب نے کہا میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں، پھر آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے کہا: میں وہ کلمہ کہہ دیتا، لیکن قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا..... (۲۴۷/۱)

اس کے بعد ابن اسحٰق کی روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے (جو اس وقت کافر تھے) کان لگا کر سنا، تو آنحضرت ﷺ سے کہا کہ تم نے جس کلمے کے لیے کہا تھا، ابو طالب وہی کہہ رہے ہیں۔'' (ایضاً)

آگے لکھتے ہیں:

''اس بنا پر ابو طالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے۔ لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح تر مانی جاتی ہے اس لیے محدثین زیادہ تر ان کے کفر ہی کے قائل ہیں۔'' (۲۴۸/۱)

یہاں مولانا شبلی کو اپنے اصولوں کے مطابق چاہیے تھا کہ صحیحین کی روایت کو ابن اسحٰق کی روایت پر ترجیح دیتے ہوئے فیصلہ کر دیتے کہ ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ اخیر راوی

میتب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابو طالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "روایت مرسل ہے" ابن اسحٰق کے سلسلہ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت عبداللہ بن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں۔ لیکن بیچ کا ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے۔ اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چنداں فرق نہیں۔

ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کے لیے جو جاں نثاریاں کیں، اس سے کون انکار کر سکتا ہے، وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ ﷺ پر نثار کرتے تھے۔ آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا، آپ ﷺ کی خاطر محصور ہوئے، فاقے اٹھائے، شہر سے نکالے گئے۔ تین تین برس تک آب ودانہ بند رہا۔ لیکن یہ جوش محبت یہ جاں نثاریاں سب ضائع ہو جائیں گی؟۔" (۱/ ۲۴۸_۲۴۹)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہاں مولانا شبلی سے متعدد فروگذاشتیں سرزد ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے ابن اسحٰق کی منقطع روایت کو بخاری ومسلم کی متصل روایت کے ہم پلہ قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ اگر بالفرض سند کے لحاظ سے دونوں روایتیں ہم پلہ ہوتیں جب بھی قاعدۂ مسلمہ کے مطابق صحیحین کی روایت کو سیرت کی روایت پر ترجیح دینی چاہیے تھی۔

دوسرے بخاری کی روایت کو مرسل کہہ کر خواہ مخواہ کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے کہ بخاری کے اخیر راوی حضرت میتب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور مراسیل صحابہ بالاتفاق حجت ہیں۔

تیسرے یہ کہ موضوع زیر بحث کی تمام روایات کو دیکھ کر فیصلہ کرنے کے بجائے محض اپنے ذوق کی شہادت پر ابن اسحٰق کی روایت کو ترجیح دے دی ہے۔ حالانکہ حضرت میتب کی روایت کی تائید میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایتیں خود صحیح بخاری میں اسی موقع پر موجود ہیں۔ لیکن مولانا نے ان کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے۔

چوتھے یہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ میں ابو طالب کے حالات کے ضمن میں ایمان ابو طالب کے سلسلے میں نہایت محققانہ گفتگو فرمائی۔ ان کا فیصلہ یہی ہے کہ ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی۔ رہ گئیں ایمان ابو طالب سے متعلق روایات تو ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "أسانید هذه الاحادیث واهیة" "ان روایات کی سندیں نا قابل اعتبار ہیں۔" (الاصابة: ٤/١١٥-١١٩) قابل ذکر بات یہ ہے کہ مولانا شبلی کی نگاہ سے پوری بحث گزر چکی تھی، چنانچہ انہوں نے اگلے ہی صفحہ پر "اصابۃ، ذکر ابو طالب" کا حوالہ بھی دیا ہے۔ تاہم انہوں نے اس پوری بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے بالکل برعکس فیصلہ صادر کر دیا۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں تتمہ بحث کے طور پر سید سلیمان ندوی کا بیان بھی نقل کر دیا جائے۔ موصوف حاشیہ سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں:

> مصنف کے اس نظریے سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ اس لیے کہ بخاری کی روایت کے آخری راوی حضرت مسیب رضی اللہ عنہ ہیں، جو صحابی ہیں۔ ظاہر ہے کہ صحابی کی روایت کسی صحابی ہی سے ہوگی۔ اسی لیے مراسیل صحابہ حجت ہیں اور ابن اسحٰق کی روایت منقطع ہے اور چھوٹا ہوا راوی صحابی نہیں ہے۔ خود ابن اسحٰق بھی استناد کا اعلا درجہ نہیں رکھتے۔ اس لیے دونوں روایتوں کو یکساں نہیں قرار دیا جا سکتا۔
>
> علاوہ بریں حضرت مسیب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی تائید میں، خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جو اسی مسیب رضی اللہ عنہ والی روایت سے اوپر صحیح بخاری میں موجود ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے چچا (ابو طالب) کو آپ سے کیا فائدہ پہنچا؟ کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے، اور آپ کے لیے آپ کے دشمنوں سے برسر پرخاش رہتے تھے، فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں صرف ٹخنے تک ہیں، مگر اس کا اثر بھی دماغ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے

طبقے میں ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علم میں تھا کہ ان کا خاتمہ توحید کے اقرار پر نہیں ہوا۔ اسی مضمون کی روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی ہے، جو صحیح بخاری باب قصۃ ابی طالب میں اسی موقع پر موجود ہے۔(۱/۲۴۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ کی وفات کا واقعہ

تقریباً تمام سیرت نگار حضرات نے آمنہ کی وفات کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ ایک مصنف لکھتے ہیں:

آمنہ نے چھ سال تک پتہ نہیں کس طرح اپنے سینے پر سل رکھی ہوگی۔ اب قیامت تک خاوند کو دیکھنا تو ممکن نہ تھا تاہم سوچا چلو اس کی قبر کو ہی دیکھ کر کچھ تسکین کا سامان کر آتی ہوں۔ بیٹے کو بھی باپ کی آخری آرام گاہ دکھا آتی ہوں۔ یہ سوچ کر اپنے خاوند کی متروکہ لونڈی ام ایمن رضی اللہ عنہا اور اپنے چھ سالہ صاجزادے کو لے کر ایک قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال وہیں مقیم تھے۔ سیدہ آمنہ دارالنابغہ میں جہاں ان کے شوہر مدفون تھے ایک ماہ تک قیام پذیر رہیں۔ یہاں کے قیام کی بہت سی یادیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں محفوظ رہیں جن کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمانے کے بعد بھی فرمایا: گو تاریخ نے اس امر کی وضاحت اور صراحت نہیں کی کہ سیدہ آمنہ جب اپنے شوہر کی لحد پر پہنچیں تو کس طرح فرط غم میں قبر سے لپٹ کر روئیں اور کیا کیا گلے شکوے کیے تاہم یہ بات قرین قیاس ہے کہ اس طویل دور دراز اور پر مشقت سفر کا بڑا مقصد اپنے خاوند کی آخری مرقد کو ہی دیکھنا تھا۔ کیونکہ بنونجار جن کے پاس جا کر وہ عفت مآب اپنے لخت جگر کو لے کر ٹھہریں تھیں ان کے میکے نہیں تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست ننھیال نہیں تھے۔ وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال تھے تو اتنے

دور کے رشتے کی خاطر اتنا لمبا چوڑا سفر کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔

حضور اکرم ﷺ چونکہ آخر الزمان پیغمبر تھے ان کی متعدد ذاتی علامات اور نشانیاں سابقہ آسمانی کتابوں تورات و انجیل وغیرہ میں مذکور تھیں۔ اس لیے آپ ﷺ جب اپنی والدہ محترمہ اور لونڈی کے ساتھ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ آپ ﷺ کو تجسس اور تحقیق و تفتیش کی نگاہوں اور بڑے غور سے دیکھا کرتے تھے جس سے آپ ﷺ کی والدہ محترمہ اور آپ کی خادمہ کو خطرہ محسوس ہوا تو ایک مہینہ قیام کے بعد واپسی کے لیے رخت سفر باندھا۔ بعض غم اور دکھ انسان کو اندر ہی اندر آہستہ کھاتے رہتے، چاٹتے رہتے اور پگھلاتے رہتے ہیں جو بالآخر اسے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں لگتا ہے سیدہ آمنہ کے ساتھ بھی کچھ یہی صورت حال پیش آئی۔ جوانی میں ہی بیوگی کے غم اور زخم کا دل کو لگ جانا ایک طبعی بات ہے۔ خاوند کے مزار کو دیکھ کر یہ زخم ہرا ہو گیا تھا خاوند کی یادیں تازہ ہو گئیں تھیں۔ اپنے نور نظر کو یہودیوں کے شر سے بچانے کے لیے واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل تو پڑیں مگر دل جو انسان کے بس میں نہیں ہوتا، دار النابغہ میں ہی اٹکا ہوا تھا۔ بوجھل دل کے ساتھ مدینہ منورہ سے تھوڑی دور ابواء کے مقام تک پہنچی تھیں کہ بیماری نے آلیا۔ کمزور اور کھوکھلا وجود بیماری کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔ آہستہ آہستہ موت کی دہلیز پر قدم رکھنے لگیں اب اس پردیس میں سیدہ کو اپنے مرنے کا اتنا غم اور اتنی فکر نہ تھی جتنی اپنے نونہال کی فکر تھی۔ ظاہر ہے انہیں وہی فکر دامن گیر تھا جو ایسے موقعہ پر ہر ماں کو لامحالہ لاحق ہو جاتا ہے کہ میرے دل کے ٹکڑے کی خبر گیری کون کرے گا۔ پیدا ہونے سے پہلے ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اب کچھ ہوش سنبھالا تو ماں کو موت آئے جا رہی ہے دنیا میں ہر بچہ کو ماں باپ کا ہی سہارا ہوتا ہے انہی کی شفقت اور خلوص بھری محبت سے بچے پروان چڑھتے ہیں۔ دوسرے اعزہ و اقارب کتنی ہی غم خواری اور دلدھی کیوں نہ کریں ماں باپ والی بے لوث اور فطری محبت کی بات بھلا کہاں پیدا ہوتی ہے یہی فکر اور غم سیدہ آمنہ کو کھائے جا رہا تھا مگر قدرت کا ازل سے یہ فیصلہ تھا کہ

اس نے نبی رحمت ﷺ کو دوہری یتیمی کی لذت چکھانا تھا اس قادر مطلق اور علیم وحکیم کے سامنے کسے دم مارنے کی مجال ہوسکتی تھی۔ سیدہ آمنہ پر بے نیاز پروردگار عالم کا فیصلہ لاگو ہوا اور وہ مغموم دل کے ساتھ موت کی آغوت میں چلی گئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

قارئین! یہاں ذرا ٹھہریے رک جایئے اپنے آپ کو خیال کی دنیا میں مدینہ سے دور ابواء کے مقام پر لے جایئے۔ حضور ﷺ نے زندگی میں یہ پہلا سانحہ دیکھا اور سانحہ بھی کتنا الم ناک، دردناک اور غم ناک۔ پیاری ماں کی ابدی جدائی اور پردیس میں عزیز واقارب سے دور بیکسی اور ناشناسائی کی موت۔ آمنہ اپنے گھر میں مرتیں تو سینکڑوں ابنائے ہاشم اور سینکڑوں بنوزہرہ جنازے کو کندھا دیتے گھر گھر سے افسوس والیاں آتیں۔ مگر یہاں سوائے ام ایمن کے حضور ﷺ کا کوئی غم گسار نہیں۔ حضور ﷺ کو کوئی گلے لگانے والا نہیں۔ ماں کی موت پر کس کو رونا نہیں آتا کس کا دل پسیج نہیں جاتا کون ڈھائیں مار کر نہیں روتا۔ حضور ﷺ تو اس وقت ویسے بھی بچے تھے۔ مورخین نے ان آنسوؤں کو شمار نہیں کیا جو ننھے محمد ﷺ (فداہ ابی وامی) نے اپنی ماں کی اچانک موت پر بہائے ہوں گے۔ حضور ﷺ کی ننھی جان نے اس جانگاہ صدمہ کو کیسے برداشت کیا ہوگا۔ آپ کے آنسو کس نے پونچھے ہوں گے آپ ﷺ اپنی ماں کی چارپائی سے کس طرح لپٹ گئے ہوں گے۔ تاریخ ان تمام چیزوں سے خاموش نظر آتی ہے مگر اتنی بات واضح اور بالکل طبعی وفطری ہے کہ ماں کے مرنے کا غم بڑا دردانگیز ہوتا ہے جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔ البتہ اس موقع پر حضور ﷺ کے رنج والم سے متعلق ایک دو چیزیں رومانیہ کے مستشرق دانشور کونستن ویرژیل نے اپنی کتاب ''نظرۃ جدیدۃ فی رسول اللہ'' جس کا اردو ترجمہ حال ہی میں ادارہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور نے اپنی فروری ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں ''عکس سیرت نمبر'' کے عنوان سے شائع کیا ہے، میں ضرور درج کیں ہیں۔ مگر افسوس کہ فاضل مولف نے ان کا اصل ماخذ نہیں بتایا۔ بہرکیف فاضل موصوف سیدہ آمنہ کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''وہ لوگ جو (سیدہ) آمنہ کے چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھے ان کے ساتھ بلا توقف باتیں کرنے میں مشغول تھے تاکہ وہ جوان خاتون خوف زدہ نہ ہو۔ اور حضرت آمنہ بھی کبھی کبھی زیر لب کچھ کہتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ ناگہاں ایک موقع پر ننھے محمد (فداہ روحی وابی) نے دیکھا کہ ان کی والدہ اب جواب نہیں دے رہیں تو اپنا سر ماں کے سینے پر رکھ کر شیون کناں کہنے لگے۔''

امی امی! جواب کیوں نہیں دیتیں؟ ''لیکن روح اس جوان خاتون کے جسم سے نکل چکی تھی۔''

تدفین کے بعد کا واقعہ لکھتے ہوئے مولف مذکور کہتا ہے: ''حضرت آمنہ کی قبر کو ڈھانپنے کے بعد جب عزیز و اقارب واپس لوٹنے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ محمد ﷺ ان لوگوں کے ہمراہ نہیں ہیں۔ لہٰذا جب وہ لوگ قبرستان آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ اپنی ماں کی قبر پر بیٹھے ہوئے انہیں پکار رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ:

امی! گھر کیوں نہیں چلتیں۔ کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں۔'' (عکس سیرت نمبر ص: ۱۸۔۱۹) [1]

---

[1] یہ ابن اسحاق کا قول ہے جو اس نے عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے سنا ہے۔ اور اس کی سند مرسل ہے، اور مرسل ضعیف ہوتی۔ (سیرت ابن ھشام: ۱/۵۵) یہی قول واقدی کا ہے اور واقدی سخت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۱/۱۱۶) یہ روایت مصنف (عبدالرزاق: ۵/۳۱۸) میں بھی ہے اس کی سند بھی مرسل ہے۔ بعض محققین کے مطابق یہ روایت کئی سندوں سے نقل ہوئی ہے اور یہ سندیں آپس میں مل کر ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں جس سے یہ روایت حسن لغیرہ کے درجے تک جا پہنچی ہے۔ یاد رہے راجح قول کے مطابق حسن لغیرہ روایت بھی ضعیف شمار ہوتی ہے۔ البتہ بعض حضرات کہتے ہیں یہ خبریں صحیح روایت کے ساتھ ثابت نہیں ہوتیں مگر اس طرح کی خبروں میں عموماً تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے بات صرف اتنی ہے کہ بی بی امنہ اپنے بیٹے (محمد ﷺ) کو ساتھ لے کر آپ ﷺ کے ماموں بنی عدی بن النجار کے ہاں گئیں واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ابوا کے مقام پر وفات پا گئیں۔ سفر کس مقصد کے لیے کیا گیا کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ وفات کا قصہ درد ناک ہونا فطری بات ہے مگر اس کی تفصیلات کا ہمیں علم نہیں اس واقعہ کو خطباء حضرات بڑے پر سوز ترنم سے

بیان کرتے ہیں اور پنجابی خطیب یہ اشعار سنا کر خود بھی روتے ہیں اور سامعین کو بھی رولاتے ہیں۔

مکہ دور تے دور مدینہ خویشاں خبر نہ کوئی
وچ پردیس مقدر والی بات برابر ہوئی
آ گیا وقت جدائیاں والا درداں ہنجو جاری
میت کول اکیلا رووے چھم چھم آنسو جاری
اک معصوم دوجا پردیسی رب نوں معلم حالا
وچ پردیساں کیویں آیا وقت جدائیاں والا
ویکھے پئی یتیم نبی نوں لگیاں ہون جدائیاں
چھم چھم ہنجو باہر آیاں باتاں درد سنائیاں
عمر تیری وچ برکت ہووے بہت دعا فرمائی
ویکھ نہ گیا بابل تینوں ٹر چلی اج مائی
ویکھنا اساں نصیب نہ ہویا بخت بلند ستارا
ویکھ نہ گیا تیری صورت تیرا باپ پیارا
در دوں ہنجو باہر آیاں باتاں عجب سنائیاں
اسی یتیم محمد کولوں لگے کرن جدائیاں

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تفصیلات اور مکان کا انتظام

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت ﷺ کی صاجزادیوں میں سب سے کمسن تھیں، اب ان کی عمر ۱۸ برس کی ہو چکی تھی اور شادی کے پیغام آنے لگے تھے۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ جو اللہ کا حکم ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرات کی، ان کو بھی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا، بلکہ وہی الفاظ فرمائے لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حال میں روایت کی ہیں لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی

مرضی دریافت کی وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے، بولے کچھ نہیں، آپ نے فرمایا: "اور وہ حطیمہ زرہ کیا ہوئی؟ (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے، آپ نے فرمایا بس وہ کافی ہے۔

ناظرین کو خیال ہوگا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگی، لیکن اگر وہ اس کی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ صرف سوا سو روپے زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہرا کی نذر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں، حضرت حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے، جن میں سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ انہی سے کوئی اور مکان دلوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کہاں تک؟ اب ان سے کہتے شرم آتی ہے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے، سب آپ کا ہے۔ اللہ کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے۔ غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس رہنے لگیں۔ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدۂ عالم کو جو جہیز دیا، وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر، روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نئے گھر میں جالیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان

میں سب سے افضل ترشخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف: طبقات ابن سعد (۸/۲۲) مولانا شبلی نعمانی نے سیرت النبی (۱/۱۷۳) میں اس کونقل کیا ہے۔ یہ روایت دراصل واقدی کی بیان کردہ ہے۔ اور واقدی سخت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ لہٰذا یہ پورا قصہ باسند صحیح ثابت نہیں۔ حضرت فاطمہ کی عمر کے سلسلے میں ابن سعد کی روایت ہے جو واقدی سے مروی ہے۔ اسی طرح رخصتی اور مکان کا انتظام اس کا ماخذ بھی واقدی کی روایت ہے جو ابن سعد نے نقل کی ہے۔

ابولہب کی عبرت ناک موت اور دفن کا قصہ

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے اور بطور قراء ت کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوعمر احمد بن عبدالجبار عطاری نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسین بن عبداللہ بن عبداللہ بن عباس نے، اس نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابورافع نے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ال عباس تھے۔ ہم لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے پھرتے تھے اور میں عباس کا غلام تھا۔ میں پیالے بناتا تھا جب قریش بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی طرف مقابلے کے لیے روانہ ہوئے تو ہم لوگ وہاں کی خبروں کا انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے پاس وہاں سے حیسمان خزاعی خبر لے کر پہنچا۔ ہم نے (اندرونی طور پر) اپنے دلوں میں قوت پائی اور ہمیں آنے والی خبر نے (کہ کفار کے سارے سردار اور سرغنے مارے گئے ہیں) ہمیں خوش کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ غالب آ گئے ہیں۔ اللہ کی قسم میں زم زم کے چھپر پر بیٹھا ہوا پیالے تراش رہا تھا یا گود رہا تھا۔ میرے پاس ام فضل (زوجہ عباس) بیٹھی ہوئی تھی اور ہم لوگ آپس میں آہستہ آہستہ اسی خبر کا تذکرہ کر رہے تھے جو ہمیں پہنچی تھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں۔

اتنے میں کہیں سے ابولہب خبیث ٹانگیں گھسیٹتا ہوا آ گیا۔ جب اس کو حضور کے غلبہ کی خبر پہنچی تھی اللہ نے رسوا اور ذلیل کر دیا اور اللہ نے اس کو منہ کے بل گرا دیا تھا اور آ کر حجرہ کی طنابوں پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اس کو بتانا شروع کیا کہ ابوسفیان آ گیا ہے ابولہب نے اس سے کہا کہ میرے پاس آؤ اے بھتیجے میری بقاء کی قسم تیرے پاس تو اہم خبر ہے۔ وہ آیا اور آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا کہ اے بھتیجے مجھے تو ان لوگوں کی کچھ خبر بتائیے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے بتاتا ہوں۔ اللہ کی قسم بات اور کچھ نہیں صرف یہ بات ہے کہ ہم لوگ اس قوم (مسلمانوں) سے ملے تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے کہ ہم نے اپنے کندھے ان کے حوالے کر دیئے ہیں وہ جہاں چاہتے تھے ہتھیار ہمارے پاس رکھ دیتے تھے (استعمال کرتے تھے) اللہ کی قسم اس کے باوجود میں صرف انہیں لوگو (محمد اور اس کے اصحاب) کو الزام نہیں دوں گا بلکہ ہم لوگ کچھ ایسے مردوں سے بھی برسرِ آزما ہوئے جو خوبصورت سفید جوان تھے وہ سفید اور سیاہ گھوڑے پر سوار تھے۔ اللہ کی قسم وہ تو کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتے تھے یہ بتا رہے تھے کہ کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔ (حضرت عباس کا غلام کہتا) میں نے خیمے یا سائبان کے کونے سے آگے ہو کر کہا کہ اللہ کی قسم وہ فرشتے ہوں گے۔

کہتے ہیں کہ اتنے میں ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھا کر مجھے زور سے منہ پر بری طرح مار دیا، بے دہانی میں مجھے لگا تو بہت زور سے مگر میں نے بھی اس کو نہیں چھوڑا، میں نے اس کے اوپر حملہ کر دیا مگر کمزور آدمی تھا اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور گھٹنوں کے بل وہ میرے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے مارنے لگا۔

ادھر ام فضل جو دیکھ رہی تھی اپنے غلام کو پٹتے ہوئے تو اس نے ایک بڑا ڈنڈا اٹھا کر ابولہب کو مارنا شروع کر دیا کہ وہ مارتی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ تم نے اس غلام کو اس لیے کمزور سمجھا ہے کہ اس کا مالک عباس یہاں موجود نہیں ہے۔ اس نے جو مارا اسے سر پر مارا، ایسا مارا کہ اس کا سر پھاڑ دیا اسے بری طرح زخم لگا بس وہ جلدی سے اپنا تہبند کا دامن اور کنارا

گھسیٹتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اللہ نے اس کو عدسہ میں مبتلا کر دیا اسی مار سے (یہ ایک قاتل زخم ہوتا ہے طاعون کی طرح)۔

کہتے ہیں کہ اس زخم کے بعد ابولہب سات دن بھی زندہ نہ رہ سکا بس وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بیٹوں نے تین دن تک اسے دفن نہ کیا جس سے وہ بدبو چھوڑ گیا۔ قریش اس زخم عدسہ سے خوف زدہ تھے اور بچتے رہتے تھے ایسے جیسے طاعون اور وباء سے ڈرتے تھے۔ ڈر کے مارے ابولہب کے مردار جثے کے پاس بھی کوئی نہیں جا رہا تھا۔ قریش کے ایک آدمی نے اس کے بیٹوں سے کہا کہ ہلاک ہو جاؤ تمہیں شرم نہیں آتی تمہارا باپ گھر میں سڑ رہا ہے بدبو ہو رہی ہے تم اسے دفن نہیں کرتے۔ بیٹوں نے کہا کہ ہمیں اس زخم کے لگ جانے اور متعدی ہونے سے ڈر لگ رہا ہے، اس لیے اس کو ہاتھ نہیں لگا رہے۔ اس نے کہا چلو میں تمہاری مدد کرتا ہوں اس کام میں۔ اللہ کی قسم انہوں نے ابولہب کو نہ غسل دیا نہ کفن بس دور سے کھڑے ہو کر اس پر پانی چھینک دیا تھا اس کے قریب بھی نہیں گئے۔ پھر اسے اٹھا کر بالائی مکہ کی طرف لے گئے تھے کسی قبرستان میں بھی دفن نہیں کیا بلکہ وہاں لے کر انہوں نے ایک دیوار کے ساتھ لگا دیا پھر اس پر پتھر پھینک کر اس کو چھپا دیا تھا۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف: دلائل النبوۃ للبیهقی (۳/۱۱٤) واوردہ ابن کثیر فی السیرۃ (۲/٤٦٢) والهاشمی فی سبل الرشاد (٤/٦٩) والعاصمی فی سمط النجوم العوالی (۱/۱٦۲۹) من طریق ابن اسحاق بہ۔ الظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ (۱/۱۷٦۔۱۷۷) وابو نعیم (فی الدلائل: ۲/٦۱۲) وابن سعد فی الطبقات۔ مسند احمد (٥/۱۰٥) بعض راویوں کی جہالت کی وجہ سے سند ضعیف ہے۔

مہاجرین حبشہ کے ناموں کی فہرست

شبلی کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے ایما سے اول اول گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

◆ ۱ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ .... مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔

◆ ۲ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ کے جن کا نام حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا (بنت سہیل) تھا۔ .... ان کا باپ عتبہ قریش کا مشہور سردار تھا، لیکن چونکہ سخت کافر تھا اس لیے ان کو گھر چھوڑنا پڑا۔

◆ ۳ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور مشہور صحابی تھے۔

◆ ۴ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ .... ہاشم کے پوتے تھے۔

◆ ۵ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ .... مشہور صحابی اور عشرہ مبشرہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ قبیلہ زہرہ سے تھے اور اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھالی رشتہ دار تھے۔

◆ ۶ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ (بن عبدالاسد) مخزومی رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (بنت ابی امیہ) کے۔ .... یہ ام سلمہ وہی ہیں جو ابو سلمہ کے مرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

◆ ۷ حضرت عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ .... مشہور صحابی ہیں۔

◆ ۸ عامر بن ربیعہ مع اپنی زوجہ کے جن کا نام حضرت لیلیٰ (بنت ابی حشمہ) تھا .... سابقین اولین میں ہیں۔ بدر میں بھی شریک تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سفر حج میں ان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ (اصابہ)

◆ ۹ حضرت ابو سبرۃ بن ابی راہم یا .... ان کی ماں برۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، یہ سابقین فی الاسلام میں ہیں، حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ ہجرت ثانیہ میں گئے۔

◆ ۱۰ حضرت ابو حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ (حضرت) سہیل بن بیضاء .... بدر میں شریک تھے، امام زہری کا بیان ہے کہ سب سے پہلے ان ہی نے ہجرت کی ہے۔ (اصابہ)

◆ ۱۱ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ .... مشہور صحابی اور مجتہدین صحابہ میں داخل ہیں۔

ان لوگوں نے ۵ نبوی ماہ رجب میں سفر کیا۔ حسن اتفاق یہ کہ جب یہ بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی جہاز حبش کو جا رہے تھے، جہاز والوں نے سستے کرایہ پر ان کو بٹھا لیا، ہر شخص کو صرف ۵ درہم دینے پڑے۔ قریش کو خبر ہوئی تو بندرگاہ تک تعاقب میں آئے۔ لیکن موقعہ نکل چکا تھا۔

❶ اسنادہ ضعیف۔ شبلی نے طبری کا حوالہ دیا ہے لیکن طبری نے یہ روایت ابن سعد سے اور انہوں نے واقدی سے نقل کی ہے۔ سید سلیمان ندوی کہتے ہیں: حبشہ کے مہاجرین اول کی تعداد اور ان کے تعین میں کسی قدر اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے مردوں میں ان ہی دس آدمیوں کا نام لیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق وہ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ ہجرت اولی میں نہیں بلکہ ہجرت ثانیہ میں تھے۔ (فتح الباری: ج۷، ص: ۱۴۳) واقدی نے مردوں میں گیارہ صاحبوں کی ہجرت کا ذکر کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو حاتم رضی اللہ عنہ دونوں کو مہاجرین میں شمار کیا ہے اور ابن اسحاق ان میں سے ایک کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں واقدی سے ایک بڑی فروگزاشت یہ ہوئی کہ انہوں نے گیارہ مردوں کو مہاجرین حبش بتلایا لیکن جب مہاجرین کی فہرست گنائی تو اس میں بارہ آدمیوں کا نام لیا، یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھی اضافہ کیا۔ (زرقانی علی المواھب ج۱، ص: ۳۱۴) حافظ ابن حجر نے واقدی کی اس فروگزاشت پر گرفت کی ہے۔ (فتح الباری: ج۷، ص۱۴۳) ابن سعد نے انہی تمام مہاجرین کا نام لیا ہے جس کا ذکر واقدی نے کیا ہے۔ (ابن سعد: ج۱، ص: ۱۳۶) ابن سید الناس نے بھی بہ روایت زہری بارہ آدمیوں کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے حضرت زبیر کے بجائے حضرت سلیط بن عمرو کا نام لیا ہے۔ (عیون الاثر: ج۱، ص: ۱۱۵) بعض دوسرے سیرت نگار جو بارہ مرد مہاجرین کو تسلیم کرتے ہیں وہ حضرت حاطب بن عمرو اور حضرت سہیل بن بیضاء کے بجائے حضرت حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت ہاشم بن عمرو کا نام لیتے ہیں (زرقانی ج۱، ص: ۳۱۴) اسی طرح ہجرت کرنے والی خواتین میں بعض لوگ حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام کلثوم بنت سہیل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا اضافہ کرتے ہیں۔

عثمان پہلا شخص ہے جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی حضرت لوط علیہ السلام کے بعد

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ہے ابو الحسین بن فضل قطان نے، ان کو خبر دی عبداللہ بن

جعفر درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حدیث بیان کی عباس بن عبدالعظیم نے، ان کو بشر بن موسیٰ خفاف نے، ان کو حسین بن زیاد برجمی امام مسجد محمد بن واسع نے، ان کو قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے اللہ کی طرف سے ہجرت کی اپنے اہل کے ساتھ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ اور میں نے نضر بن انس سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے سنا ابوحمزہ سے یعنی انس سے، وہ کہتے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے وطن سے نکلے تھے اور ان کے ساتھ رقیہ بنت رسول رضی اللہ عنہا تھیں ارض حبشہ کی طرف۔ انہوں نے ہجرت کی تھی دیر تک، ان کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچی۔ چنانچہ قریش کی ایک عورت آئی تھی اس نے بتایا کہ اے محمد! میں نے تیرے داماد کو دیکھا تھا، اس کی بیوی بھی ساتھ تھی۔ حضور نے پوچھا کہ کس حال پر آپ نے ان کو دیکھا تھا؟ اس عورت نے کہا، میں نے اس کو دیکھا تھا کہ اس نے اپنی عورت کو گدھے پر سوار کر رکھا تھا۔ سو وہ آگے کھینچ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کے ساتھ ہو، بے شک عثمان رضی اللہ عنہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی اہلیہ سمیت ہجرت کی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ رواہ ابن حجر فی (المطالب العالیۃ) (۲۰۱/۱۱) حدیث رقم (۴۰۱۵) و ابن منظور فی (مختصر تاریخ دمشق: ۳۸۴/۶) و قال: عن انس...... مذکرہ، واللذھبی فی (تاریخ الاسلام: ۴۵/۱) و ابن کثیر فی (السیرۃ النبویۃ: ۲/۴۔۵) و ابن عساکر فی (تاریخ دمشق: ۲۹/۲۹) شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سلسلہ الاحادیث الضعیفہ حدیث رقم: ۳۱۸۱)۔ مزید تحقیق کے لیے دیکھئے: (النافلہ فی الاحادیث الضعیفہ و الباطلۃ لابی اسحاق الحوینی رقم ۳۳)

حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کا سبب قصہ تلک الغرانیق

شبلی کہتے ہیں: حبش میں کم و بیش ۸۳ مسلمان ہجرت کر کے گئے، چند روز آرام سے گزرنے پائے تھے کہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ کفار نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر اکثر

صحابہ ﷺ نے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ لیکن شہر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے۔ اس لیے بعض لوگ واپس چلے گئے اور اکثر چھپ چھپ کر مکہ میں آ گئے۔

یہ روایت طبری اور اکثر تاریخوں میں مذکور ہے اور ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ لیکن ان کتابوں میں اس خبر کے مشہور ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی، کفار بھی موجود تھے جب آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی﴾ تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیے۔

((تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لَتُرْتَجٰی.))

''یعنی (یہ بت) معظم ومحترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سجدہ کیا اور تمام کفار نے آپ کی متابعت کی (اس روایت کا یہ آخری حصہ کہ چند کافروں کے سوا تمام جن وانس نے حضور ﷺ کے ساتھ ایک دفعہ سجدہ کیا، صحیح ہے، جیسا کہ صحیح بخاری باب کتاب التفسیر سورۂ نجم ''س'' میں ہے ﴿قوله فاسجدوا لله و اعبدوا﴾ مذکور ہے، مگر باقی حصہ بے ہودہ اور ناقابل ذکر ہے اور اکثر کبار محدثین مثلاً بیہقی، قاضی عیاض، علامہ عینی، حافظ منذری، علامہ نووی نے اس کو باطل اور موضوع لکھا ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہے، ان میں طبری، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابو معشر، شہرت عام رکھتے ہیں، اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جن کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے، اس روایت کی صحت پر اصرار ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

وقد ذكرنا ان ثلاثة اسانيد منها على شرط الصحيح وهى مراسيل يحتج بمثلها من يحتج بالمراسيل.

''ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اس روایت کی تین سندیں صحیح کی شرط کے موافق ہیں اور یہ روایتیں مرسل ہیں اور ان سے وہ لوگ استدلال کر سکتے ہیں جو مرسل

روایتوں کے قائل ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ کفار کی عادت تھی کہ جب آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو شور مچاتے اور اپنے فقرے ملا دیتے قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے: ﴿لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ﴾ (حم السجدة: ٢٦/٤١) "اس قرآن کو نہ سنو، اور اس میں گڑ بڑ کر دو شاید تم غالب آؤ۔"

قریش کا معمول تھا کہ جب کعبہ کا طوف کرتے تو یہ فقرے کہتے جاتے۔

واللات والعزیٰ ومناة الثالثة الاخرى فانهن الغرانيق العلىٰ وان شفاعتهن لترتجى .

"لات اور عزیٰ اور تیسرے بت مناۃ کی قسم یہ بلند و بزرگ ہیں اور ان کی شفاعت کی امید ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے جب سورۂ والنجم کی وہ آیتیں پڑھیں تو کسی شیطان (کافر) نے یہی فقرے آپ کی آواز میں ملا کر پڑھ دیئے ہوں گے، دور کے لوگوں کو (کفار میں سے) شبہ ہوا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ ہی نے وہ الفاظ ادا کیے، اس واقعہ کا چرچا جب مسلمانوں میں ہوا ہوگا، تو لوگوں نے کہا ہوگا کہ کسی شیطان نے آپ کی طرف سے وہ فقرے کہہ دیئے ہوں گے، اس واقعہ نے روایتوں میں صورت بدل بدل کر یہ صورت اختیار کر لی کہ شیطان نے آنحضرت ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے اور چونکہ عام مسلمان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شیطان دوسرے شخص کی زبان سے بول سکتا ہے اس لیے راویوں نے اس روایت کو تسلیم کر لیا۔

یہ صرف قیاس نہیں بلکہ اگلے محققین نے بھی تصریح کی ہے، مواہب میں ہے۔

قيل انه لما وصل الى قوله و مناة الثالثة الاخرى خشى المشركون ان ياتى بعدها بشئى بذم الهتهم فبادر وا الى ذلك الكلام

فخلطوه فی تلاوة النبی ﷺ علی عادتهم فی قولهم لاتسمعوا لهذا القران والغوافيه او المراد بالشيطان شيطان الانس.

''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس آیت پر پہنچے و مناة الثالثة الاخرىٰ تو مشرکوں کو یہ ڈر پیدا ہوا کہ اب ان کے معبودوں کی کچھ برائی کا بیان ہوگا، اس بنا پر انہوں نے جھٹ سے آنحضرت ﷺ کی تلاوت میں یہ فقرے غلط کر کے پڑھ دیے جیسا کہ ان کی عادت تھی کہ کہتے کہ قرآن پر کان نہ لگاؤ اور اس میں گڑ بڑ مچا دو۔ یا شیطان سے شیطان آدمی مراد ہے۔''

جو لوگ حبش سے واپس آ گئے تھے، اہل مکہ نے اب ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا اور اس قدر اذیت دی کہ وہ دوبارہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن اب کی ہجرت کچھ آسان نہ تھی۔ کفار نے سخت مزاحمت کی تاہم جس طرح ہو سکا بہت سے صحابہ جن کی تعداد قریباً سو تک پہنچتی ہے مکہ سے نکل گئے اور حبش میں اقامت اختیار کی۔

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ مولانا شبلی نعمانی نے اس پر طبقات ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ (ابن سعد ۱/۲۰۷)۔ ابن سعد کا ماخذ واقدی ہے۔ واقدی کذاب متروک ہے۔ قصة الغرانيق کے لیے دیکھئے: الطبرانی فی الكبير ۳۴/۹) حديث رقم (۸۳۱۵) من طريق ابن لهيعة عن ابی الاسود عن عروة...... به، واورده الهيثمی فی (المجمع) (۳۴/۶) وقال: راوه الطبرانی هكذا مرسلاً و فيه ابن لهيعة ايضاً۔ اس قصہ کے رد میں شیخ البانی نے پوری کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ''نصب المجانیق'' ہے۔ اہم ترین نوٹ۔ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی اس واقعہ کی تمام اسناد پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ چار مرسل اور دو متصل معمولی ضعف والی ضعیف روایتیں مل کر کل چھ روایتیں ہوئیں: یہ ساری کی ساری ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ روایتیں کثرتِ طرق سے مروی ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس قصے کی اصل ہے۔ (دیکھیں: فتح الباری: ۴۳۹/۸ قبل ح: ۴۷۴۱)

حافظ ابن حجر نے مزید فرمایا: "فهذه مراسيل يقوى بعضها بعضاً" "پس یہ مرسل روایتیں ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ (تخریج الکشاف ج۳، ص ۱۶۵)

جو لوگ خیر القرون کا سنہری زمانہ گزرنے کے بعد ضعیف + ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ کا نظریہ و عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں، ان کی شرط پر تلک الغرانیق والا جھوٹا قصہ حسن لغیرہ ضرور بن جاتا ہے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ حافظ ابن حجر کی عبارات مذکورہ دمشار الیہا اور اپنے ''حسن لغیری'' اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس

قصے کے حسن لغیرہ اور حجت ہونے کا اعلان کر دیں، اس میں شرم یا تقیے کی کیا بات ہے؟ اور اگر وہ اس روایت کو حسن لغیرہ نہیں سمجھتے تو بتائیں کہ روایت حسن لغیرہ کس طرح بن جاتی ہے؟

حق یہ ہے کہ "حسن لغیرہ" نام کی خود ساختہ (مولد) اصطلاح خیر القرون کے کسی ایک بھی صحیح العقیدہ معتدل عالم سے ثابت نہیں، نہ امام بخاری، امام شافعی، امام سفیان بن عیینہ اور امام ابو حاتم الرازی وغیرہم سے ثابت ہے اور نہ کسی دوسرے ثقہ عالم سے، بلکہ ضعیف روایت ضعیف ہی رہتی ہے الا یہ کہ اس کی صحیح یا حسن لذاتہ سند ثابت ہو جائے۔ (الحدیث شمارہ نمبر ۸۳، صفحہ: ۲۴، ۲۵)

جعفر تیار اور عمرو بن العاص نجاشی کے دربار میں آمنے سامنے

بیہقی کہتے ہیں اس میں جو حدیث استاذ ابو بکر محمد بن فورک نے ان کو خبر دی عبد اللہ بن جعفر بن احمد اصبہانی نے ان کو یونس بن حبیب نے ان کو ابوداؤد بن طیالسی نے ان کو خدیج بن معاویہ نے ابو اسحاق سے اس نے عبد اللہ بن عقبہ سے اس نے عبد اللہ بن مسعود سے وہ کہتے ہیں ہم کو رسول اللہ نے بھیجا نجاشی کی طرف ہم اسی (۸۰) افراد تھے ہمارے ساتھ جعفر بن ابو طالب بھی تھے اور عثمان بن مظعون تھے اور قریش نے ہمارے پیچھے عمارہ اور عمرو بن العاص کو بھیجا انہوں نے ان کے ساتھ قیمتی ہدیہ اس کے لیے بھیجا تھا یہ لوگ جب اس کے پاس پہنچے تو نجاشی کو سجدہ کیا اور نجاشی کو ہدیہ پیش کیا اور کہا کہ ہمارے کچھ لوگ ہمارے دین سے نفرت کر گئے ہیں اور وہ تیری زمین پر آ گئے ہیں نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں انہوں نے بتایا وہ تیرے ملک میں ہیں اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا جعفر بن ابی طالب نے کہا کہ آج میں تمہارا خطیب بنوں گا سب لوگ ان کے پیچھے پیچھے گئے اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے نجاشی کو سجدہ نہ کیا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تم لوگوں نے بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے ہماری طرف اپنا نبی بھیجا ہے اور اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم لوگ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا کریں۔ نجاشی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ عمرو بن العاص (مشرکین مکہ کا نمائندہ) بیٹھا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام

کے بارے میں بھی۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور ان کی ماں کے بارے میں؟

ان لوگوں نے بتایا کہ ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ روح اللہ ہیں، اور کلمۃ اللہ ہیں جس کو کنواری مریم کی طرف جو کہ گناہوں سے پاک تھی القاء کیا تھا۔ جس ماں کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا تھا اور نہ ہی اس کے لیے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

نجاشی نے کہا میں شہادت دیتا ہوں وہ شخص نبی ہے:

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ اے علماء اور درویشوں کی جماعت تم لوگ اس بات پر کیا اضافہ کرتے ہو جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس نے بدکاری نہیں کی تھی۔ پس خوش ہو تم کو یا مبارک ہو تم کو۔ اور اس نبی کو جس کی طرف سے تم لوگ یہاں آئے ہو۔ بس میں شہادت دیتا ہوں وہ شخص نبی ہے۔ البتہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں ان کے پاس ہوتا اور ان کی جوتیاں اٹھاتا۔ یا یوں کہا تھا کہ میں اس کی خدمت کرتا۔ بس تم لوگ میری سرزمین پر جہاں چاہو رہ سکتے ہو۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/۲۱۷) اخرجہ ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ (۱/۴۶) حدیث رقم (۳۴۶) و ذکرہ القرطبی فی تفسیرہ (۱۳/۴۰) اس کی سند میں خدیج بن معاویہ روای ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں، ابن سعد کہتے ہیں ضعیف الحدیث ابن حبان کہتے ہیں منکر الحدیث اور کثیر الوہم ہے۔ تہذیب التہذیب (۲/۲۱۸)

بصریٰ شہر میں ایک راہب کی پیشین گوئی کہ احمد اسی مہینہ اور مکہ میں پیدا ہوں گے

بیہقی کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے ان کو ابو عبداللہ

محمد بن احمد نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حسن بن جہم نے ان کو حسین بن فرج نے ان کو محمد بن عمر نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ضحاک بن عثمان نے ان کو مخرمہ بن سلیمان والبی نے ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے وہ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبیداللہ نے کہا کہ میں شہر بصریٰ کے بازار میں گیا ایک راہب اپنے گرجے میں کہہ رہا تھا کہ اس میلے کے حاضرین سے معلوم کرو کیا ان میں کوئی اہل حرم میں سے بھی ہے۔

طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جی ہاں میں ہوں اس نے پوچھا کہ کیا ابھی احمد ظاہر ہوئے ہیں میں نے کہا کہ احمد کون ہے اس نے کہا کہ وہ عبداللہ ابن عبدالمطلب ہے یہی مہینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہوں گے وہ تمام انبیاء سے آخری ہیں اس کی جائے پیدائش کا ظہور ارض حرم ہے اور اس کی ہجرت کھجوروں کے درخت اور پتھریلی زمین اور شور یا گندھک والی زمین ہے بس بچائیے اپنے آپ کو اس سے اس کی طرف سے سبقت کی جائے گی۔

حضرت طلحہ کا قبول اسلام:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات رچ بس گئی تھی جو اس نے کہی تھی کہتے ہیں کہ میں جلدی سے نکلا اور مکے میں آ گیا میں نے پوچھا کیا کوئی نئی بات ہو گئی لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں محمد بن عبداللہ الامین نبی بن گئے ہیں اور ابن قحافہ نے اس کی اتباع شروع کر دی کہتے ہیں کہ میں وہاں سے نکل کر ابوبکر کے پاس گیا میں نے پوچھا کہ آپ نے اس آدمی کی اتباع کیوں شروع کر دی انہوں نے بتایا کہ جی ہاں کر لی ہے آپ بھی چلئے ان کے پاس اتباع کر لیجئے اس لیے وہ حق کی طرف بلا رہے ہیں لہذا طلحہ نے ان کو اس بات کی خبر دی جو راہب نے بتائی تھی اس کے بعد ابوبکر طلحہ کو لے کر حضور کے پاس پہنچے اور طلحہ مسلمان ہو گئے اور طلحہ نے راہب والی بات حضور کو بتائی اور حضور یہ سن کر خوش ہوئے جب ابوبکر اور طلحہ مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کو نوفل بن خویلد بن عدویہ نے پکڑ لیا ایک ہی رسی

کے ساتھ باندھا اور ان دونوں کو بنو تیم نے منع نہیں کیا اور نوفل بن خویلد قریش کا شیر کہلاتا تھا اس لیے ابوبکر اور طلحہ دونوں کا قرینین نام رکھا گیا تھا۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف جدا۔ اخرجہ الحاکم فی المستدرک (۳/۴۱۶) حدیث رقم (۵۵۸۶) والا صبھانی فی دلائل النبوۃ (۱/۵۰) رقم (۲۹) و دلائل النبوۃ للبیھقی (۲/۱۱۷) وابن سعد فی الطبقات (۳/۲۱۴) وابن عساکر فی تاریخ دمشق (۲۵/۶۴) وابن جوزی فی المنتظم (۱/۲۴۱) واوردہ ابن حجر الاصابہ (۲/۶۹) اس کی سند سخت ضعیف ہے تمام طرق میں واقدی متروک اور سخت مجروح ہے۔

جب سیدہ زنیرہ کی بینائی لوٹ آئی مشہور و معروف واقعہ

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے والد سے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات لوگوں کو آزاد کرایا تھا جو اللہ کے دین کے لیے عذاب دیئے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نام زنیرہ کا ذکر ہوا ہے۔

کہتے ہیں ان کی نظر چلی گئی تھی اور وہ ان لوگوں میں سے تھی جس کو اللہ کی راہ میں عذاب دیئے گئے مگر اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ مشرکین نے کہا کہ لات وعزیٰ نے اس کی نظر چھین لی ہے اور اسے اندھا کر دیا ہے۔ زنیرہ نے کہا تھا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم ایسی بات نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر واپس کر دی تھی۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ مرسل ضعیف ہے۔ طبقات ابن سعد۔ السیرۃ النبویہ لابن ھشام (۱/۳۹۴) السیر المغازی ابن اسحاق (۱۹۱) عروہ سے مرسل مروی ہے۔ عروہ تابعی ہے۔ تابعی کی مرسل روایت جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف وغیرہ مقبول ہے۔ شعب الایمان للبیھقی (۲/۲۳۹) حدیث رقم (۱۶۳۰) والبیھقی فی دلائل النبوۃ (۲/۲۰۹) حدیث رقم (۶۰۴) والذھبی فی تاریخ الاسلام (۱/۵۷)۔

ابو طالب کا نبی ﷺ کی شان میں خوبصورت شعر

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خلف بن محمد بخاری نے، ان کو حدیث بیان کی صالح بن محمد بن حبیب حافظ نے، ان کو محمد بن میمون مکی نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے علی بن زید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے سنا کہتے تھے جمع ہو جاؤ اور باہم مذاکرہ کرو کہ عرب جو شعر کہتے ہیں کہ ان میں سب سے زیادہ خوبصورت شعر کون سا ہے؟ لوگوں نے جمع ہو کر اجتماعی طور پر کہا کہ وہ شعر سب سے زیادہ خوبصورت ہے جو ابو طالب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا تھا۔

وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهِ كَيْ يُجِلَّهُ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

"یہ بات انتہائی مشکل تھی کہ آپ ﷺ کے نام کی بابت کوئی ایسی فیصلہ کن بات کہی جائے جو آپ ﷺ کی ذات اور نام کے شایانِ شان جلاء اور وضاحت کا کام دے سکے۔ تو یہ بات معقول لگتی ہے کہ عرش بریں کا مالک محمود ہے اور یہ صاحب رسالت محمد ہے۔"

اور اس کو روایت کیا ہے میتب بن واضح نے سفیان سے، اور انہوں نے کہا لیجلہ، تاکہ وہ اس کو جلا بخشے (یا اس کو جلالت عطا کرے)۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوة للبیهقی (۱/۱۳٤۔ رقم: ٦٥) اخرجه البخاری فی تاریخ الکبیر (۱/۱۳) حدیث رقم (۳۱) عن علی بن زید۔ وابن عدی فی الکامل فی الضعفاء (٥/۱۹۷) من طریق سفیان عن علی بن زید۔ واحمد فی العلل و معرفة الرجال (۱/٤٥٤) اس میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

پانچ انبیاء جن کے دو دو نام ہیں اور نبی ﷺ کے نام طٰہٰ اور یاسین

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، اس نے سنا ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری سے، وہ کہتے ہیں کہ خلیل بن احمد نے کہا پانچ انبیاء دو دو ناموں والے ملے ہیں:

1. محمد اور احمد ہمارے نبی کریم ﷺ
2. عیسیٰ اور مسیح علیہ السلام
3. اسرائیل اور یعقوب علیہ السلام
4. یونس اور ذوالنون علیہ السلام
5. الیاس و ذوالکفل علیہ السلام

ابوزکریا نے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ میں قرآن کے پانچ نام ہیں: (۱) محمد (۲) احمد (۳) عبداللہ (۴) طٰہٰ (۵) یٰسین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1. ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ﷺ (الفتح: ۲۹)
2. ﴿وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصف: ٦)
3. اور اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کے ذکر میں فرمایا: ﴿وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ﴾ (الجن: ۱۹) مراد نبی کریم ﷺ جب عبادت کرنے کے لیے لیلۃ الجن میں کھڑے ہوئے۔ ﴿كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ (الجن: ۱۹) قریب ہے کہ وہ لوگ اس پر نمدہ اور ٹاٹ بن جاتے۔

کہ وہ بعض بعض پر واقع ہوئے تھے جیسے نمدہ ہوتا ہے، اون سے تیار کیا جاتا ہے اور بعض بعض کے اوپر رکھی جاتی ہے لہٰذا وہ لبد اور ٹاٹ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى﴾ (طٰہٰ: ۱۔۲) اور قرآن مجید ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا کسی اور پر نہیں (تو پھر طٰہٰ سے مراد بھی حضور ﷺ گویا طٰہٰ ان کا نام ہے)۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰسٓ۔ یعنی اے انسان! اور انسان سے مراد یہاں عاقل (یعنی انسان کامل ہے) اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یٰسٓ کہہ کر فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ کہ آپ رسول ہیں۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اوردہ القرطبی فی تفسیرہ (۱/ ۳۳۰) بیہقی فی دلائل النبوۃ (۱/ ۱۳۳) یہ حدیث نہیں خلیل بن احمد کا قول ہے۔ و ذکرہ الرازی فی تفسیرہ (۱۱/ ۶۱) والنیسابوری فی تفسیرہ (۵/ ۳۷۰) والزمخشری فی الکشاف (۴/ ۲۵۲) تقریباً ان سب نے اس روایت کو (قیل) کہا گیا جیسے مریضانہ صیغہ سے بیان کیا ہے لہٰذا یہ روایت غیر ثابت ہے۔

اصحاب الیمین اور نبی کے اہل بیت اطہار کے متعلق ایک روایت

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو یحییٰ بن عبدالحمید نے، ان کو قیس نے اعمش سے، ان کو عبایہ بن ربعی نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو دو حصوں میں تقسیم کیا مجھے ان میں سے بہتر قسم میں پیدا کیا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

[1]: وَاَصْحَابُ الْيَمِيْنِ۔ (سورۃ واقعہ: ۳۷) مراد ہیں دائیں ہاتھ والے (جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا۔

[2]: وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ۔ (سورۃ واقعہ: ۴۱) بائیں ہاتھ والے (جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

بہرحال میں اصحاب الیمین میں سے ہوں اور اصحاب الیمین میں سے بھی بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو قسموں کو تین تین حصوں میں کیا، پھر اللہ نے مجھے ان میں سے بہتر ثلث میں بنایا۔ چنانچہ یہ بات اس ارشاد الٰہی میں ہے:

فَاَصْحٰبُ المیمنۃ (سورۃ واقعہ: ۸)

والسابقون السابقون (سورۃ واقعہ: ۱۰)

بہر حال میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ نے تین ثلث کا قبائل بنایا اور مجھے اس میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌO﴾ (الحجرات: ۱۳)

''ہم نے تمہیں بہت ساری شاخوں اور قبیلوں سے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم سب میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

فرمایا میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں اور اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے۔ پھر اللہ نے قبائل میں سے گھرانے بنائے۔ پھر مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں بنایا۔ یہ بات اس قول جیسی ہے: ❶

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًاO﴾ (احزاب: ۳۳)

''یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تم سے شرک و کفر کی گندگی دور کر دے اے رسول اللہ کے گھرانے والو اور تا کہ تمہیں خوب پاک کر دے۔ چنانچہ میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک کیے ہوئے ہیں۔''

---

❶ اسنادہ ضعیف۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر (۵٦/۳) حدیث رقم (۲٦۷٤) اس میں یحییٰ بن عبدالحمید راوی کو احمد بن حنبل کہتے ہیں واضح جھوٹ بولتا تھا نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ دوسرا راوی عبایہ بن ربعی بھی ضعیف ہے۔ الضعفاء للعقیلی (٤۱۵/۳) شیخ البانی نے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔ سلسلہ احادیث الضعیفۃ (۵٤۹۵) اس میں کوئی شک نہیں نبی ﷺ اللہ کی مخلوق میں بہترین خلق ہیں صرف اس سیاق سے یہ روایت صحیح نہیں۔

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کا انتظار ایک یہودی کی خبر کہ محمد ﷺ آ گئے

شبلی کہتے ہیں: تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی، تمام شہر ہمہ تن چشم انتظار تھا، معصوم بچے فخر اور جوش میں کہتے تھے کہ ''پیغمبر ﷺ آ رہے ہیں''۔ لوگ ہر روز تڑکے سے نکل نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے، اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے، ایک دن انتظار کر کے واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر پکارا کہ ''اہل عرب! لو تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آ گیا''۔ تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا، انصار ہتھیار سجا سجا کر بیتابانہ گھروں سے نکل آئے۔

اسی واقعہ کو ایک خطیب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: وادی یثرب (مدینہ منورہ) سے تین میل کے فاصلے پر وادی قباء واقع ہے۔ وہاں کے رہائشی لوگ ہر صبح اپنے اپنے معمولات میں مصروف ہو جاتے تھے۔ لیکن کچھ دنوں سے وہاں کا منظر بدلا بدلا دکھائی دیتا ہے۔ رات کا اندھیرا چھاتا ہے۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں ایک موضوع پر ہی گفتگو کرتے سنائی دیتے ہیں۔ آسمان کے افق پر جب سپیدہ سحر نمودار ہوتا اور ظہور آفتاب ہوتا۔ تو تمام بستی قباء کے جوان بوڑھے بچے بستی سے باہر نکل کر اس راہ پر آ جاتے جو مکۃ المکرمہ سے آتی ہے اور تمام لوگ منتظر نگاہوں سے اس راہ کو حد نگاہ تک دیکھتے رہتے۔ یہ ایک دو دن کی بات نہیں کافی روز گزر گئے تھے۔ ادھر طلوع آفتاب ہوتا ادھر یہ لوگ انتظار کے لیے بستی سے نکل کر اس راہ پر آ بیٹھتے جیسے جیسے آفتاب کی چمک دمک اور تمازت وحدت میں تیزی آنے لگتی ویسے ہی ان کا اشتیاق اور جوش بڑھنے لگتا۔ بالآخر آفتاب اپنی جولانیاں اور تابانیاں دکھانے کے بعد غروب ہو جاتا تو یہ لوگ مایوس ہو کر گھروں کو لوٹ آتے۔ یہ لوگ انتظار کس کا کر رہے ہیں؟ کیا کوئی بادشاہ یا وزیر یا ان لوگوں کا قائد آ رہا ہے کوئی حاکم یا سفیر آ رہا ہے؟ کوئی مال دار یا جاگیر دار

آرہا ہے؟ نہیں نہیں بلکہ وہ جوان کا امام و مقتداء بنے گا۔ جوان کا رہبر و رہنما اور پیشواء بنے گا۔ جوان کا مربی اور مزکی بنے گا۔ جوان کا استاد اور معلم بنے گا۔ جو روز قیامت کو ان کا شافع اور ساقی کوثر بنے گا۔ ﷺ

انتظار کرتے کرتے ماہ ربیع الاوّل کے لیے دن گزر گئے۔ بالآخر پیر کا دن طلوع ہوا لوگ حسب معمول انتظار کرتے رہے۔ مکہ کی راہ کو دور تک دیکھتے رہے مگر کوئی نظر نہ آیا۔ کوئی آنے والا دکھائی نہ دیا اڑتی ہوئی گرد نہ دیکھی۔ لوگ صبح سے بیٹھے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ سورج اپنی منازل طے کرتے ہوئے نصف النہار پر آپہنچا۔ اور لوگ دھوپ سے بچنے کے لیے گھروں کو لوٹ آئے۔ ادھر ایک یہودی ٹیلے پر چڑھا اور اس نے مکے سے آنے والی راہ کی طرف دیکھا تو اس کو دور سے سفید کپڑوں میں ملبوس سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ یہودی بے اختیار بلند آواز سے پکارنے لگا۔ ”یا معشر العرب هذا جدكم الذی تنتظرونه“ ”اے اہل عرب! جس قائد کا تم انتظار کر رہے تھے لو وہ آرہے ہیں۔“

یہودی کی آواز قبا بستی میں سنائی دیتی ہے۔ مسلمانوں کی خوشی و مسرت کی انتہا نہیں رہتی۔ ہر ایک مسلمان کا چہرہ فرط مسرت سے تمتمانے لگتا ہے۔ دل بلیوں اچھلنے لگتا ہے۔ گردش خون میں تیزی آجاتی ہے۔ ہر مسلمان اپنا اپنا اسلحہ لے کر مکۃ المکرمہ سے آنے والی راہ کا رخ کرتا ہے۔ جدھر سے وہ ہستی تشریف لا رہی تھی جس کا وہ کئی روز سے انتظار کر رہے تھے وہ محبوب قائد آرہے تھے جن کی عقیدت و محبت رگ و ریشے میں رچ بس گئی تھی۔ وہ عظیم رہنما آرہے تھے جن کے انتظار میں دل بے قرار تھے۔

حضرات محترم! قباء میں رہنے والے مسلمان دوڑتے ہوئے آئے اور مہمانوں کا والہانہ استقبال کیا، بنی عمرو بن عوف کی خوش بختی کہ ان کو میزبانی کا شرف ملا۔ کلثوم بن ہدم کی عظمت کے کیا کہنے! جس کو مہمان نوازی کی سعادت ملی۔ (خطبات بخاری۔ از ضیاء اللہ شاہ بخاری، ص: ۷۵۔۷۶) [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ مولانا شبلی نے اس پیراگراف کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ پورا بیان لفظ بہ لفظ ابن سعد سے ماخوذ ہے۔ (ابن سعد: ۱/ ۲۳۳) روایت واقدی کی ہے۔ اور واقدی کذاب اور متروک ہے۔

جن مہاجرین و انصار میں مواخات قائم ہوئی ان کے نام

شبلی کہتے ہیں: مواخات کے رشتہ سے، جو لوگ آپس میں بھائی بھائی بنے، ان میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔

مہاجرین	انصار
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ	حضرت خارجہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ	حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت ابوعبیدہ جراح رضی اللہ عنہ	حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	حضرت سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ
حضرت بلال رضی اللہ عنہ	حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ
حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ
حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ شبلی نے یہ تفصیل ابن ہشام سے نقل کی ہے۔ یہ ابن اسحاق کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں ہے۔ ابن اسحاق نے فیما بلغنا کہہ کر روایت بیان کی ہے۔ ابن ھشام: (۱/۵۰۴، ۵۰۷)

جو عربوں سے محبت رکھتا ہے میری وجہ سے جو بغض رکھتا میری وجہ سے

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ اور ابو سعید بن ابو عمرو نے، دونوں نے کہا ان کو حدیث بیان کی ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو محمد بن اسحاق صغانی نے، ان کو عبداللہ بن بکر سہمی نے، ان کو یزید بن عوانہ نے، ان کو محمد بن ذکوان نے جو کہ ماموں ہیں حماد بن یزید کے بیٹے کے، ابو وہب نے کہا میرا خیال ہے کہ محمد نے مجھے یہ حدیث بیان کی تھی عمرو بن دینار سے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ وہ کہتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک وہاں ایک عورت کا گزر ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ کے بیٹی ہے۔ پھر ابو سفیان نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بنو ہاشم میں مثل ریحانہ (خوشبو دار پودے کی سی) ہے۔ جو بدبودار جگہ پر کھڑے ہو۔ وہ عورت چلی گئی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتا دی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مگر آپ کے چہرے پر غصہ نمایاں تھا۔ آپ نے فرمایا کیا حال ہے ان باتوں کا جو مجھ کو کچھ لوگوں سے پہنچی ہیں؟ بے شک اللہ عزوجل نے سات آسمان بنائے مگر ان میں سے اوپر والے کو چن لیا۔ اس پر اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا ٹھہرایا، اس کے بعد اپنی مخلوق بنائی۔ مگر ساری مخلوقات میں سے اولاد آدم کو چن لیا پھر اولاد آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا، پھر عرب میں سے مضر کو پھر مضر میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا۔ بس میں پسندیدہ میں سے پسندیدہ چنیدہ میں سے چنیدہ ہوں۔ جس نے عرب کو پسند کیا اس نے مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے محبت رکھی۔ جس نے عرب سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ یہ الفاظ ابو عبداللہ کی روایت کے ہیں۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیہقی: ۱/۱۴۱۔ رقم: ۷۰۷۔ اخرجہ الحاکم فی معرفۃ علوم

الحدیث (۱/ ۳۹۰)۔ حدیث رقم (۳۵۲) و ابن ابی حاتم فی العلل (۳۶۸/۲) حدیث رقم (۲۶۱۱) اس میں یزید بن عوانہ اور اس کا شیخ محمد بن ذکوان دونوں ضعیف ہیں۔ دیکھیں: سلسلہ احادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی (۳۰۳۸)۔

عبداللہ حضور کے والد مدینہ کھجوریں لینے گئے تو وہاں ان کا انتقال ہوگیا

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو اصبغ بن فرج نے، ان کو خبر دی ابن وہب نے یونس سے، اس نے ابن شہاب سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضور ﷺ کے والد عبداللہ کو یثرب ان کے لیے کھجوریں لے آنے کے لیے بھیجا تھا۔ تو عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات ہوگئی۔ اور بی بی آمنہ نے رسول اللہ ﷺ یعنی ابن عبداللہ کو جنم دیا تھا تو وہ عبدالمطلب کی کفالت میں آئے تھے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیہقی (۱/ ۱۵۲) رقم: ۹۷۔ رواہ عبدالرزاق فی مصنف (۳۱۳/۵) حدیث رقم (۹۷۱۸) وابن سعد فی طبقات الکبریٰ (۱/ ۹۹) من طریق معمر عن الزہری اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جب حضور کے والد فوت ہوئے تو آپ ﷺ اٹھائیس مہینے کے تھے

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق بن یسار نے، وہ کہتے

ہیں کہ حضور ﷺ کے والد عبداللہ وفات پا گئے تھے، جبکہ آپ کی والدہ حمل سے تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے والد عبداللہ فوت ہوئے اس وقت نبی کریم ﷺ اٹھائیس ماہ کے تھے۔ واللہ اعلم

میں کہتا ہوں کہ بعض نے یہ کہا ہے کہ جب آپ کے والد فوت ہوئے، آپ اس وقت سات ماہ کے تھے۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیھقی: ۱/۱۵۲۔ رقم: ۹۸۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (۴۲۸/۳) حدیث رقم (۱۳۷۷) و ابن اسحاق فی السیرۃ (۹/۱) مختصر تاریخ دمشق (۱۲۳/۱) اس کی سند میں مجہول راوی ہیں اور محمد بن اسحاق مدلس ہے۔ اور یہ سند ضعیف ہے۔
مشہور روایت تو یہ ہے کہ اپنے باپ عبداللہ کی وفات کے وقت آپ ﷺ اپنی والدہ محترمہ کے بطن میں تھے۔ السیرۃ النبویہ لابن ھشام (۲۱۰/۱) یہ ابن اسحاق اور ابن سعد کا قول ہے۔ لہٰذا بلا سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ والطبقات الکبریٰ (۹۹/۱۔۱۰۰) ضعیف سند کے ساتھ۔ اس طرح ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء کہتے ہیں جب عبداللہ فوت ہوئے تو نبی ﷺ پیدا ہو چکے تھے اور جھولے میں تھے۔ ان کا استدلال وہ اشعار ہیں جو عبدالمطلب نے وصیت کرتے ہوئے ابو طالب کے سامنے کہے تھے۔ دیکھیں: سیرت ابن ھشام (۳۰۶/۱) یہ روایت بھی بلا سند ہے۔ ابن اسحاق نے ان کو نقل کیا ہے سند کوئی نہیں۔

حضور کو اختیار عبد نبی بننا پسند کریں یا بادشاہ نبی بننا

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں اس کی خبر دی ابو الحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابو العباس حیوۃ بن شریح نے، ان کو خبر دی بقیہ بن ولید نے زبیدی سے۔ اس نے زہری سے، اس نے محمد بن عبداللہ بن عباس سے۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھیجا، اس کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ لہٰذا فرشتے نے رسول اللہ ﷺ سے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے

آپ کو اختیار دیا ہے اس بات کے درمیان کہ آپ عبد نبی ہوں یا ملک (بادشاہ) نبی ہوں۔ اللہ کے نبی نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا، جیسے آپ مشورہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا کہ آپ نیچے جھکئے (یعنی تواضع اور عاجزی کیجئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ میں عبد نبی ہوں (یعنی محض اللہ کا بندہ نبی رہنا پسند کروں گا)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کلمے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تکیہ اور سہارا لگا کر کچھ نہیں کھایا، یہاں تک آپ اپنے رب کو مل گئے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اخرجہ البیہقی فی السنن الکبری (۷/۴۹) حدیث رقم (۱۳۱۰۵) والنسائی فی السنن الکبری (۴/۱۷۱) حدیث رقم (۶۷۴۳) و الطبرانی فی الکبیر (۱۰/۲۸۸) حدیث رقم (۱۰۶۸۶) ان سب نے اس کو بقیہ بن الولید کی سند سے بیان کیا ہے۔ و ابن المبارک فی الزھد (۱/۲۶۵) حدیث رقم (۷۶۶) المجمع الزوائد (۹/۲۰) ہیثمی کہتے ہیں اس میں بقیہ بن ولید مدلس ہے۔ دلائل النبوۃ للبیہقی (۱/۲۶۶) حدیث رقم (۲۹۸) ابن مبارک کی الزہد والی سند میں عبد بن الحمید الخضرمی ابوتقی راوی ضعیف ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ کے دوست کو پگڑی اور سواری دے دی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ایک اعرابی یعنی دیہات کا رہنے والا۔ (میرے) قریب سے گزرا، اس اعرابی کا والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، اس اعرابی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم فلاں کے بیٹے نہیں ہو؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! (اس کو پہنچان کر کہ یہ اعرابی میرے والد کے دوست تھے) اس کو سواری کا ایک گدھا دے دیا اور سر سے پگڑی اتار کر عنایت فرما دی۔ بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ کیا اس کو دو درہم دے دینا کافی نہ تھا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اسے اعرابی کی حیثیت سے

دیکھنا نہیں ہے۔ اپنے والد کی دوستی کا خیال رکھنا۔ اس کو مت کاٹنا ورنہ اللہ تعالیٰ تیرا نور بجھا دے گا۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ ضعیف الادب المفرد (٦/١) (باب: ٢٠) من كان يصله ابوه حديث رقم: ٤٠۔ شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دانیال علیہ السلام کی کتاب، میت اور چارپائی کی برکت سے بارش کا نزول

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو ابو خلدہ بن خالد بن دینار نے، ان کو ابو العالیہ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے فتح کر لیا شہر تستر کو ہم نے ہرمزان کے بیت المال میں ایک چارپائی یا ایک تخت پایا۔ اس پر ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سرھانے اس کا قرآن (اس کی آسمانی کتاب) رکھا تھا۔ ہم نے وہ قرآن اٹھا لیا، ہم اس کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھ کر سنانے کے لیے حضرت کعب الاحبار کو بلایا۔ (اس نے اس کو عربی میں لکھا) کہ میں پہلا آدمی ہوں عرب سے جس نے اس کو پڑھا ہے۔ میں نے اس کو پڑھا ہے جیسے اس قرآن مجید کو پڑھتا ہوں۔ خالد بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے کہا، اس میں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ تم لوگوں کی سیرت۔ تمہارے امور و معاملات، تمہارا دین۔ تمہارے کلام کے لہجے اور سر۔ اور وہ جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ تم لوگوں نے اس آدمی کا کیا کیا تھا؟ کہا کہ ہم نے تیرہ قبریں کھودیں تھیں، جدا جدا متفرق۔ جب رات ہوگئی تو ہم نے اس کو دفن کر دیا۔ اور تمام قبریں برابر کر دیں۔ تاکہ ہم اس کو لوگوں کی نظروں سے مخفی کر دیں۔ وہ اس کی قبر نہ اکھاڑیں۔ میں نے

پوچھا، تم اس سے کیا امید کرتے تھے؟ فرمایا کہ جب بارش نہیں ہوتی تھی تو ان لوگوں پر اس کی چارپائی کو لا کر کھلی جگہ پر رکھ دیتے تھے۔ لہٰذا (ان کے لیے) بارش ہو جایا کرتی تھی۔

میں نے پوچھا کہ تم لوگ اس کو کون شخص گمان کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک آدمی تھا۔ جس کو دانیال کہا جاتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تم لوگ کتنی مدت سے اس کو سمجھتے ہو کہ وہ شخص مرا ہوگا؟ فرمایا کہ تین سو سال سے۔ میں نے پوچھا کہ اس کی کیا کوئی چیز متغیر نہیں ہوئی تھی؟ فرمایا کہ نہیں، مگر چند ایک بال اس کی گدی کی طرف سے۔ بے شک انبیاء کا گوشت جو ہوتا ہے اس کو زمین بوسیدہ نہیں کرتی۔ اور نہ ہی درندے کھاتے ہیں۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اخرجہ البیھقی فی دلائل النبوۃ (۱/۳۰۲) حدیث رقم (۳۵۴) ورواہ نعیم بن حماد فی الفتن (۱/۳۸) حدیث رقم (۳۷) اس میں مجہول راوی ہیں۔

اگر قوم نوح اور قوم عاد میں نماز ہوتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر ابو عبداللہ محمد حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو عباس بن محمد نے، ان کو سعد بن عبدالحمید بن جعفر انصاری نے، ان کو عبدالرحمٰن بن ابو الزناد نے، ان کو عبدالرحمٰن بن حارث بن عبداللہ بن عیاش بن ربیعہ مخزومی نے، ان کو عمر بن حکم بن رافع بن سنان نے وہ چچا تھے عبدالحمید بن جعفر کے۔ وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی میری بعض پھوپھیوں نے اور والدین نے۔ کہ ان کے پاس ایک ورقہ تھا جس کو وہ جاہلیت میں نسل در نسل ایک دوسرے کو دیتے آ رہے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام لے آیا۔ اور وہ بدستور ابھی تک ان کے پاس تھا۔ جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں آ گئے تو ان لوگوں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا اور اس کو حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

"اللہ کا نام (اور یہ کہ) اس کا قول حق ہے۔ اور ظالموں کا قول ہلاکت میں ہے۔

یہ ذکر و نصیحت ہے اس ایک امت کے لیے جو آخر زمانے میں آئے گی۔ جو اپنے

اطراف و کنارے لٹکائیں گے اور تہہ بند اپنی کمروں اور بیچ میں باندھیں گے۔ اور اپنے دشمنوں کی طرف پہنچنے کے لیے دریاؤں اور سمندر میں گھسیں گے ان میں ایک نماز ہوگی جو کہ اگر وہ قوم نوح میں ہوتی تو وہ طوفان کے ساتھ ہلاک نہ کیے جاتے اور اگر وہ قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا کے عذاب سے ہلاک نہ کیے جاتے۔ اور اگر وہ قوم ہود میں ہوتی تو وہ ایک چیخ یا کڑک کے ساتھ ہلاک نہ کیے جاتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَقَوْلُهُ الْحَقّ: وَ قَوْلُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ تَبَابٍ

"گویا کہ وہ نیا قصہ تھا۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حیران ہو گئے اس مضمون سے جو اس میں تھا اور آپ کو پڑھ کر سنایا گیا۔" [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیهقی رقم: ۳۵۴۔ اخرجه المروزی فی تعظیم قدر الصلاۃ (۲۲۹/۱) حدیث رقم (۲۱۱) واوردہ ابن ابی حاتم فی العلل (۴۰۱/۲) حدیث رقم (۲۷۱۰) ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اس روایت کے متعلق اپنے باپ سے پوچھا تو انہوں نے کہا عمر بن حکم اور نبی ﷺ کے درمیان ایک واسطہ نہیں ہے لہٰذا یہ مرسل اور منکر روایت ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور امت محمدیہ کی خصوصیات

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو ذر بن ابو الحسین بن ابو قاسم واعظ نے اور ابو الحسن علی بن محمد مقری نے، ان کو خبر دی حسن بن اسحاق اسفرائنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن احمد بن براء نے، ان کو عبدالمنعم بن ادریس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ نے ذکر کیا کہ اللہ عزوجل نے جب موسیٰ علیہ السلام کو سرگوشی کرنے کے لیے قریب کیا تو انہوں نے کہا؟

اے میرے رب! میں توراۃ میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں۔ بہترین امت ہے جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہے۔ وہ اچھائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور اللہ پر ایمان

لاتے ہیں۔ اے اللہ! ان لوگوں کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی امت ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراۃ میں یہ لکھا ہوا پاتا ہوں کہ وہ امتوں میں سے آخری امت ہوں گے۔ مگر قیامت کے دن وہ سب سے پہلے ہوں گے۔ اے اللہ! انہیں کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ محمد ﷺ کی امت ہوں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراۃ میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ ان کی انجیلیں ان کے دلوں میں (سینوں میں) ہوں گی۔ وہ ان کو پڑھیں گے۔ اور ان سے قبل لوگ دیکھ کر ہی کتب پڑھتے تھے اور ان کو حفظ نہیں کرتے تھے۔ اے اللہ ان کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ احمد کی امت ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے میرے رب! میں توراۃ میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ وہ ایسی امت ہوگی جو پہلی اور آخری کتاب پر ایمان رکھتے ہوں گے اور وہ ضلالۃ و گمراہی کے سرغنوں سے جہاد کریں گے، یہاں تک کہ وہ کانے کذاب کو بھی قتل کریں گے۔ ان کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ امت احمد ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب میں توراۃ میں پاتا ہوں کہ ایک امت ایسی ہوگی جو اپنے صدقات کو بھی کھائیں گے اپنے پیٹوں میں، اور ان سے پہلے ایک انسان جب اپنا صدقہ نکالتا تھا، اللہ تعالیٰ اس پر آگ بھیجتا تھا جو اس صدقے کو کھا جاتی تھی۔ اگر وہ صدقہ قبول نہ ہوتا تو آگ اس کے قریب بھی نہ آتی تھی۔ اے اللہ ان کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ امت احمد ہوگی۔

امت محمدیہ ﷺ کی خصوصیت کا ذکر:

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراۃ میں یہ ذکر پاتا ہوں کہ ایک امت ہوگی کہ ان ہی میں سے کوئی شخص جب برائی کا ارادہ کرے گا تو اس کے خلاف گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ اگر وہ اس کا ارتکاب کرے گا تو پھر ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور ان سے جب کوئی

شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا اور ابھی عمل بھی نہ کیا ہو گا مگر اس کی نیکی لکھ دی جائے گی اگر اس پر وہ عمل کر لے گا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی سات سو گنا تک۔ اے اللہ! ان کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی امت ہو گی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! میں توراۃ میں پاتا ہوں کہ ایک امت ہو گی کہ وہ اطاعت شعار ہو گی اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوں گی اور وہ مستجاب الدعوات ہوں گے۔ اے اللہ ان کو میری امت بنا دیجئے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو احمد کی امت ہو گی۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ راوہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۳۹۵/۳) من طریق البیھقی۔ و دلائل النبوۃ للبیھقی (۳۰۰/۱) رقم (۳۵۳) و ابن کثیر فی البدایہ والنھایہ (۷۰/۶) والشامی فی سبل الھدیٰ والرشاد (۳۵۹/۱۰) من حدیث وھب بن منبہ۔ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور عبدالمنعم بن ادریس راوی ضعیف ہے۔

لا الہ الا اللہ کہنے سے ہرقل کے دربار کے در و دیوار لرزنے لگے

بیہقی کہتے ہیں: اس نے ہشام بن عاص اموی نے کہا میں بھیجا گیا اور قریش میں سے ایک اور آدمی بھی ہرقل روم کی طرف۔ اس کو اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے۔ ہم لوگ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مقام غوطہ یعنی دمشق میں جا پہنچے۔ اور ہم جبلہ بن ایہم غسانی کے پاس اترے (یعنی غسان کا بادشاہ) اس کے دربار میں داخل ہوئے وہ اپنے تخت پر براجمان تھا۔ اس نے ہمارے پاس اپنا نمائندہ بھیجا تاکہ ہم اس کے ساتھ بات چیت کریں۔ ہم نے اس سے کہا کہ قسم بخدا ہم نمائندے سے بات نہیں کریں گے۔ ہم براہ راست بادشاہ کی طرف بھیجے گئے ہیں اگر وہ ہمیں بات کرنے کی اجازت دیں گے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم قاصد سے بات نہیں کریں گے۔ وہ نمائندہ واپس گیا اس نے جا کر اس کو خبر دی اس بات کی۔ کہتے ہیں کہ اس نے ہم کو اجازت دے دی۔ ہم گئے تو اس نے کہا بات کیجئے۔

چنانچہ ہشام بن عاص نے اس سے بات کی اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس وقت

اس نے سیاہ کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ ہشام نے اس سے کہا کہ یہ کیا ہے آپ کے اوپر؟ اس نے کہا کہ میں نے یہ کپڑے پہنے ہیں اور قسم کھالی تھی کہ میں ان کو نہیں اتاروں گا۔ یہاں تک کہ تم لوگوں کو شام سے نکال دوں گا۔ ہم نے کہا آپ یہاں بیٹھے رہیے، اللہ کی قسم البتہ ہم ضرور تجھ سے یہ چھین لیں گے۔ اور ہم ضرور اقتدار اور حکومت چھین لیں گے بڑے بادشاہ سے بھی انشاء اللہ۔ ہمیں اس بات کی خبر ہمارے نبی نے دی ہے۔ اس نے کہا کہ تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ نہیں سکتے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سارا سارا دن روزہ رکھتے ہیں، رات کو کھولتے ہیں۔ تمہارے روزہ کیسے ہوتا ہے؟ ہم نے جب اس کو بتایا تو اس کا چہرہ سیاہی سے بھر گیا۔ پھر اس نے کہا کہ تم لوگ اٹھ جاؤ۔ اس نے ہمارے ساتھ ایک نمائندہ بھیجا۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔

صحابہ کرام ہرقل کے دربار میں:

جب ہم ہرقل روم کے شہر کے قریب پہنچے تو جو ہمارے ساتھ تھا اس نے کہا کہ تمہارے یہ سواری کے جانور بادشاہ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر تم لوگ چاہو تو ہم تمہیں خچر اور ٹٹو وغیرہ پر سوار کر لیتے ہیں۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم ہم لوگ انہی سواریوں پر اس کے پاس جائیں گے۔ انہوں نے بادشاہ کی طرف پیغام بھیجا کہ یہ لوگ نہیں مان رہے۔ لہٰذا ہم لوگ اپنی اپنی سواریوں پر داخل ہوئے۔ ہم نے اپنی تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ ہم اس کے بالا خانے تک جا پہنچے۔ ہم نے اس کے مکان کے ساتھ اپنی سواریاں بٹھائیں اور بادشاہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔

ہم نے کہا: ''لا الہ الا اللہ اللہ اکبر'' اللہ جانتا ہے کہ اس کا وہ کمرہ لرزنے لگا تھا۔ لرزتے لرزتے ایسا ہو گیا جیسے کھجور کی شاخ اور خوشہ ہلتا ہے جس کو ہوا تھپیڑیں مارتی ہے۔ اس نے ہمارے پاس بندہ بھیجا کہ تمہیں اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تم لوگ ہم لوگوں پر اپنا دین کھلم کھلا بیان کرو۔ اور ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ اندر داخل ہو جاؤ۔ ہم اس کے پاس اندر گئے اور وہ اپنے بستر پر بیٹھا تھا اور اس کے پاس روم کے سردار بیٹھے تھے اور اس کی مجلس میں

ہر چیز سرخ تھی۔ اس کے ارد گرد سرخی تھی اور اس کے اوپر سرخ کپڑے تھے، جونہی اس کے قریب ہوئے تو وہ ہنسنے لگا۔ اور اس نے کہا کہ تمہارے لیے اجازت ہے کہ تم لوگ چاہو تو مجھے اس طرح سلام کرو جیسے تم لوگ آپس میں کرتے ہو۔ اس کے پاس ایک آدمی تھا جو فصیح عربی بولتا تھا، کثیر الکلام تھا۔ ہم نے کہا کہ بے شک ہمارا سلام جو ہمارے مابین ہوتا ہے وہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ رہا تیرا سلام جس کے ساتھ تجھے سلام کیا جاتا ہے وہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے کہ تجھے اس طرح سلام کیا جائے۔ اس نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے بادشاہ کو سلام کیسے کرتے ہو؟ ہم نے بتایا کہ ہم اس کو بھی یہی سلام کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ تمہیں کس طرح جواب دیتا ہے؟ ہم نے بتایا کہ وہ بھی ہمیں اسی طرح جواب دیتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ تمہاری سب سے بڑا کلام بڑی بات کیا ہے؟ ہم نے بتایا، لا الہ الا اللہ اللہ اکبر۔ ہم نے جب ان الفاظ کے ساتھ کلام کیا تو کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم پھر وہ کمرہ لرزنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کی طرف سر اٹھایا اور کہنے لگا یہ الفاظ جو تم نے کہے ہیں جس سے کمرہ ہلنے لگا ہے کیا تم لوگ جب بھی اپنے گھروں میں کہتے ہو تو تمہارے گھر بھی اسی طرح کانپنے لگتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایسا ہوا ہو مگر یہاں دیکھ رہے ہیں تیرے پاس۔ وہ کہنے لگا میں چاہتا تھا کہ اگر یہ واقعہ ہر وقت ہوتا ہے کہ تم لوگ جب بھی کہتے ہو ہر شے تمہارے کہنے سے کانپتی ہے تو میں اپنا آدھا ملک خالی کر دوں، آدھے ملک سے نکل جاؤں۔ ہم نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہمارے لیے آسان ہوتا اور ہمارے لیے زیادہ بہتر ہوتا یہ کہ نہ ہوا امر نبوت سے۔ اور یہ کہ وہ لوگ کی تدبیروں میں سے۔

پھر اس نے ہم سے پوچھا اس کے بارے میں جو حضور ﷺ نے ارشاد کیا ہے، یعنی وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہم نے اس کو خبر دی۔ پھر اس نے پوچھا کہ تمہاری نماز کیسے ہوتی ہے؟ اور تمہارا روزہ کیسے ہوتا ہے؟ ہم نے اس کو بتا دیا۔ اس نے کہا اچھا اب تم لوگ اٹھ جاؤ۔ لہٰذا ہم

لوگ اٹھ گئے اس نے ہمارے لیے اچھے گھر اور اچھی ضیافت کا انتظام کیا۔ ہم نے تین دن اس کے ہاں قیام کیا۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیھقی (۱/۳۰) رقم: ۳۵۸۔ اوردہ ابن منظور فی مختصر تاریخ دمشق (۸/۱۴۰) والھندی فی کنزالعمال (۱۰/۶۰۴) رقم (۳۰۳۰۹) اس کی سند میں شرجیل بن مسلم کے بارے میں ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل (۴/۳۴۰) میں کہتے ہیں اس کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے۔

رسول اللہ عبدالمطلب کی خاص مسند پر بلا روک ٹوک بیٹھتے

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد ابن اسحاق بن یسار سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے ساتھ تھے۔ مجھے بات بیان کی عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے بعض اصل سے۔

رسول اللہ ﷺ عبدالمطلب کی مسند پر:

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے لیے سائے تلے گدا بچھایا جاتا تھا۔ ان کے بیٹوں میں سے اس کے اوپر کوئی نہیں بیٹھتا تھا از راہ اکرام و احترام۔ مگر رسول اللہ ﷺ آتے اور اس کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ چچاؤں میں سے کوئی آتا تو آپ کو جھڑکتا کہ بڑوں کی مسند پر نہ بیٹھا کریں، مگر آپ کے دادا عبدالمطلب یہ کہتے کہ چھوڑو میرے بیٹے کو بیٹھنے دو اور وہ آپ کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے اس بیٹے کی ایک شان ہے یعنی اس کا اپنا ایک مقام ہے۔ حضور ﷺ آٹھ سال کے تھے کہ دادا عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔ یہ عام الفیل سے آٹھ سال بعد کی بات ہے۔ ❶

❶ السیرۃ النبوۃ لابن ھشام (۱/۲۲۳) ابن ہشام نے اس کو ابن اسحاق کے حوالے سے بلا سند نقل کیا ہے۔ یہ روایت تقریباً تمام سیرت نگار حضرات نے نقل کی ہے۔ دیکھیں الرحیق المختوم صفحہ ۸۷ وغیرہ۔

جب ابو طالب بغرض تجارت شام جانے لگے تو حضور نے اونٹنی کی مہار پکڑ لی

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے کہ ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ رہیں۔ پھر ابو طالب نے ایک قافلے میں تجارت کی غرض سے شام کے ملک جانے کا ارادہ کیا۔ جب روانگی کے لیے تیار ہو گئے اور روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ ان سے چمٹ گئے اور انہوں نے چچا کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کہنے لگے اے چچا جان آپ مجھے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں، نہ میرا باپ ہے نہ ماں ہے؟ لہٰذا ابو طالب کو ان پر ترس آ گیا اور کہنے لگا میں ضرور بالضرور ان کو ساتھ لے کر جاؤں گا، یہ مجھ سے جدا نہیں ہوں گے، میں ان سے جدا نہیں ہوں گا ہمیشہ کے لیے یا جیسے بھی کہا ہو گا۔

کہتے ہیں ابو طالب نے حضور ﷺ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جب قافلہ مقام بصریٰ شام کی سرزمین پر اترا، وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ اسے بحیراء کہتے ہیں وہ اپنے گرجے میں رہتا تھا اور وہ اہل نصرانیت میں سب سے زیادہ علم والا تھا۔ اس گرجے کے اندر کبھی ایسا راہب نہیں ہوا تھا جس کا علم اس جیسا ہوا ہو۔

ان کے دعوے کے مطابق پشت در پشت وہ اس علم کے وارث آ رہے تھے۔ جب قریش کا یہ قافلہ اس سال بحیراء کے ہاں اترا اس سے پہلے اکثر قافلے گزرتے رہتے تھے نہ وہ ان لوگوں سے ملتا نہ بات کرتا نہ ہی ان کی طرف توجہ کرتا تھا۔ مگر اس سال جب یہ لوگ اس کے گرجے کے قریب اترے تو اس نے باقاعدہ ان کی دعوت کی۔ ان کے لیے کھانا تیار کیا۔ ان لوگوں کے گمان کے مطابق یہ سب کچھ اس نے اس لیے کیا کہ اس نے اپنے گرجے کے اوپر سے کچھ دیکھا تھا۔

قافلے کے اندر جب قافلہ آ رہا تھا۔ اور اس نے سفید بادل دیکھا تھا جو لوگوں کے اندر اسی (محمد ﷺ) پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اس کے بعد وہ آ کر گرجے کے قریب ایک درخت کے سائے تلے اترے تو اس نے دیکھا کہ وہ بادل اسی درخت پر سایہ کیے ہوئے تھا اور درخت کی ٹہنیاں رسول اللہ ﷺ پر جھک آئی تھیں اس قدر کہ آپ نے ان سے سایہ حاصل کیا۔

بحیراء راہب نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے گرجے سے نیچے اتر آیا۔ اسی وجہ سے اس نے کھانا تیار کروایا۔ پھر ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے آپ لوگوں کے لیے کھانا تیار کروایا ہے اے قریشیو! اور میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ سب کے سب کھانے پر آؤ چھوٹے بھی بڑے بھی، آزاد بھی غلام بھی۔ ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے بحیراء! آج آپ کی جو خاص بات ہے کیوں ہے؟ ہم تو پہلے بھی گزرتے رہتے تھے کثرت کے ساتھ، آج کیا بات ہے؟ بحیراء نے جواب دیا کہ تم سچ کہتے ہو۔ بات یہی ہے جو آپ کہہ رہے ہو، مگر تم لوگ مہمان ہو، میں تمہارا اکرام کرنا چاہتا ہوں اور میں نے کھانا تیار کروایا ہے تا کہ تمہارے سب لوگ کھا لیں۔ چنانچہ وہ سب لوگ پہنچے مگر رسول اللہ ﷺ پیچھے رہ گئے لوگوں میں سے۔ لوگوں کے سامان میں اپنی کم عمری کی وجہ سے درخت تلے۔

بحیراء نے دیکھا قوم کے اندر اور وہ صفت نہ دیکھی جس کو وہ پہچان رہا تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ دیکھ رہا تھا تو اس نے کہا اے قریش کی جماعت! کیا تم سب آ گئے ہو پیچھے کوئی بھی نہیں رہا۔ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں! بحیراء ہم میں سے پیچھے کوئی بھی نہیں جس کا آنا ضروری تھا۔ بس ایک لڑکا سامان میں رہ گیا ہے وہ کم عمر ہے سامان میں بیٹھا ہے۔ اس نے کہا کہ ایسا نہ کرو اس کو بھی بلا لو وہ تمہارے ساتھ کھانے میں حاضر ہو جائے۔ قریش میں سے ایک آدمی جو قوم کے ساتھ تھا کہا، لات و عزیٰ کی قسم بے شک یہ بھی ملامت بن گیا ہمارے لیے ابن عبداللہ بن عبدالمطلب کہ وہ کھانے سے پیچھے رہ گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص گیا اور اس کو اپنے ساتھ لے آیا اور لوگوں کے ساتھ بٹھا دیا۔

بحیراء نے جب اسے دیکھا تو شدید طریقے سے اس کو گھورتا رہا اور اس کے جسم پر کچھ چیزیں دیکھتا رہا جو وہ اپنے ہاں پاتا تھا۔ ان کے جسم پر الگ صفت میں۔ حتیٰ کہ لوگ جب کھانا کھا کر چلے گئے تھے، بحیراء کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے لڑکے! میں تجھے لات وعزیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو کچھ پوچھوں آپ مجھے سچ سچ بتانا۔ بحیراء نے یہ قسم اس لیے دی تھی کہ اس نے ان کی قوم سے سنا تھا کہ وہ لات وعزیٰ کی قسم کھا رہے تھے۔ انہوں نے گمان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا تھا کہ مجھ سے لات وعزیٰ کے ساتھ سوال نہ کرنا کسی چیز کا، اللہ کی قسم میں ان سے زیادہ کسی چیز سے بغض نہیں رکھتا ہوں (یعنی سب چیزوں سے ان کو زیادہ ناپسند کرتا ہوں)۔

بحیراء نے کہا اچھا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ میں جو پوچھوں گا آپ سچ سچ بتائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا آپ جو چاہیں پوچھیں۔ اب اس نے سوال کرنے شروع کیے۔ کئی چیزوں کے بارے میں، آپ کے حال میں سے آپ کی پسند کے بارے میں، صورت شکل کے بارے میں، کیفیت کے بارے میں دیگر امور کے بارے میں۔ حضور ﷺ نے بھی جواب دینا شروع کیے۔ اس کے جوابات اس کے مطابق ہوتے گئے جو بحیراء کے پاس حضور ﷺ کی صفات تھیں۔ اس کے بعد اس نے آپ کی پیٹھ کی طرف دیکھا، اس کو مہر نبوت نظر آئی دونوں کندھوں کے درمیان اپنے مقام پر جو صفت اس کے پاس لکھی ہوئی تھی۔

جب وہ سوال جواب کر چکا تو پھر ان کے چچا ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا، اس نے پوچھا کہ یہ لڑکا آپ کا کیا لگتا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیراء نے کہا کہ نہیں یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے، میرے علم کے مطابق تو اس کا باپ فوت ہو چکا ہے۔ اس نے بتایا کہ واقعی یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے پوچھا کہ اس کے باپ کا کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا تھا اس وقت جب اس کی ماں حمل سے تھی۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا ہے۔

اس نے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو اپنے شہر میں واپس لے جایئے اور اس کے بارے میں یہودیوں کا خوف رکھئے۔ اللہ کی قسم اگر انہوں نے اس کو دیکھ لیا اور پہچان لیا جو کچھ میں نے پہچانا ہے تو وہ اس کو نقصان پہنچائیں گے۔ آپ کے اس بھتیجے کی ایک خاص حالت ہونے والی ہے۔ لہٰذا آپ فوراً اس کو اپنے شہر میں لے جایئے۔

چنانچہ آپ کے چچا ابو طالب آپ کو جلدی واپس لے آئے جیسے تجارت سے فارغ ہوئے۔ شام میں لوگوں نے یہ بھی گمان کیا ہے اس میں جو لوگ باتیں کرتے ہیں کہ زبیر اور تمام اور دریس جو کہ اہل کتاب میں سے ایک گروہ تھے، انہوں نے اس سفر میں جب آپ چچا ابو طالب کے ساتھ تھے ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ میں کچھ باتیں دیکھی تھیں اور انہوں نے حضور ﷺ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر بحیراء راہب نے حضور ﷺ سے روکا تھا اور ان کو اللہ سے ڈرایا اور ان کو وہ یاد دلایا تھا جو وہ حضور ﷺ کا ذکر توراۃ میں پاتے تھے۔ اور ان کو کہا تھا کہ اگر تم ان کو نقصان پہنچانے کا ... تو بھی تم اس تک نہیں پہنچ سکو گے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وہ سمجھ لیا جو کچھ اس نے سمجھایا تھا۔ اور انہوں نے اس کی تصدیق کی تھی۔ اس کے بارے میں جو کچھ اس نے بتایا۔ لہٰذا وہ اس طرح حضور ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

لہٰذا ابو طالب نے اس بارے میں شعر کہے تھے، جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے سفر کا ذکر کرتے ہیں اور یہودیوں کی اس جماعت نے جو ارادہ کیا تھا اور اس بارے میں ان کو بحیراء راہب نے جو کچھ کہا تھا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات الکبری (۱/۱۵۳) عبداللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے نا قابل اعتماد ہے۔ و ابن ھشام فی السیرۃ (۱/۳۱۹) اس کی سند منقطع ہے اور محمد بن اسحاق مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔ والطبری فی تاریخہ (۱/۵۱۹) دلائل النبوۃ اصبھانی (۱۰۳۲) ودلائل بیہقی (۲/۲۱)

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا ایک قصہ اور شادی کے وقت آپ کی اور خدیجہ کی عمر

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے ان کو ابراہیم بن منذر نے، ان کو عمر بن ابو بکر موصلی نے، ان کو عبداللہ بن ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے اپنے والد سے، اس نے مقسم ابوالقاسم مولیٰ عبداللہ بن حارث بن نوفل سے یہ کہ عبداللہ بن حارث نے اس کو حدیث بیان کی کہ یہ عمار بن یاسر جب سنتے تھے وہ بات جو لوگ بیان کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بارے میں اور اس میں کچھ بات میں اضافہ کرتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں، میں سب سے زیادہ جانتا ہوں حضور کے خدیجہ سے بیان کے بارے میں۔ میں حضور ﷺ کا ہم عمر تھا اور میں حضور ﷺ کا دوست تھا اور پیارا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دن باہر نکلا اور ہم بازار حزورہ میں پہنچ گئے۔ ہمارا گزر ہوا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے پاس۔ وہ ایک بچھونے پر بیٹھی تھی۔ جس کو وہ فروخت کرنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے آواز دی، میں اس کی طرف لوٹ آیا۔ نبی ﷺ میرے لیے اپنی جگہ کھڑے رہے اس نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے اس دوست (محمد ﷺ) کو خدیجہ کے ساتھ شادی کرنے کی ضرورت ہے؟ عمار کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی طرف لوٹ کر آیا تو میں نے آپ کو یہ بات بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! کیوں نہیں۔ میں نے جا کر یہ بات رسول اللہ ﷺ کی اس کو بتا دی۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ صبح کو ہمارے پاس آنا۔ چنانچہ ہم لوگ صبح پہنچ گئے ان کے پاس۔

ہم نے ان کو اس طرح پایا کہ انہوں نے گائے ذبح کی ہوئی تھی اور خدیجہ کے والد کو ایک جوڑا بھی پہنایا ہوا تھا اور ان کی داڑھی کو بھی رنگ لگایا ہوا تھا۔ پیلا رنگ (یا مہندی

وغیرہ) میں نے خدیجہ کے بھائی سے بات کی۔ اس نے اپنے والد سے بات کی، حالانکہ وہ اس وقت شراب پیئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ان کے سامنے ذکر کیا گیا اور ان کا مرتبہ بھی۔ آپ نے ان سے خدیجہ کے ساتھ بیاہ دینے کی درخواست کی۔ انہوں نے خدیجہ کو ان کے ساتھ بیاہ دیا۔ ان لوگوں نے گائے کے گوشت سے کھانا بنایا، ہم لوگوں نے اس میں سے کھانا کھایا پھر ان کے والد سو گئے۔ پھر وہ اٹھے تو چیخ رہے تھے کہ یہ کیسا جوڑا ہے اور یہ کیسا شراب ہے اور یہ کیسا کھانا ہے؟ چنانچہ ان کی بیٹی نے جس نے خدیجہ کی شادی کی بات عمار سے کی تھی اس نے ان سے کہا کہ یہ جوڑا آپ کو محمد بن عبداللہ آپ کے داماد نے پہنایا ہے اور یہ گائے ہدیہ کی تھی۔ ہم نے اس کو ذبح کیا ہے جب آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیاہ کیا ہے۔ اس نے انکار کیا کہ اس نے اس کو ان کے ساتھ بیاہ دیا ہے اور چیختا ہوا باہر نکل گیا۔ حتیٰ کہ ایک پتھر اٹھا کر لے آیا اور بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل آئے اور اس کے پاس گئے اور انہوں نے اس سے بات کی پھر وہ کہنے لگے کہ وہ تمہارا بندہ کہاں ہے جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ میں نے اس کے ساتھ خدیجہ کا بیاہ کر دیا ہے؟ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیھقی (۲/۵۳) (رقم: ۴۱۴) اخرجہ البزار فی (۴/۲۴۸) حدیث رقم (۱۴۱۸) و ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۳/۱۸۸) واوردہ الھیثمی فی مجمع الزوائد (۹/۲۲۱) ہیثمی کہتے ہیں اس میں عمر بن ابی بکر الموصلی متروک ہے۔ ایک روایت میں ہے جب نبی ﷺ نے خدیجہ سے نکاح کیا اس وقت قریش کعبہ بنا رہے تھے اور آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ اسنادہ ضعیف۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر (۱۶/۳۰۹) حدیث رقم (۱۸۵۲۳) و ابن کثیر فی البدایہ (۲/۳۶۰) المجمع (۹/۲۱۹) اس میں بھی عمر بن ابی بکر الموصلی راوی متروک ہے۔ خدیجہ کی عمر کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ ۶۵ سال اور یہ بھی کہا گیا ہے ۵۰ سال تھی۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ تاریخ دمشق (۳/۱۲۶) طبقات ابن سعد (۳/۷) دونوں میں محمد بن السائب الکلبی ہے اور وہ متروک ہے۔ الطبقات الکبریٰ (۸/۶۔۱۸) میں ہے کہ خدیجہ کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ اس میں واقدی متروک ہے۔ مشہور روایت کے مطابق خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چالیس سال تھی۔ الطبقات الکبریٰ (۸/۱۷) یہ واقدی کی سند سے ہے اور واقدی متروک ہے۔

سیدہ مریم، فرعون کی بیوی آسیہ اور موسیٰ کی ہمشیرہ جنت میں حضور کی بیویاں ہوں گی

ابن ابی رواد کہتے ہیں نبی ﷺ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بیماری کی حالت میں تھیں وہ بیماری جس میں آپؓ کی وفات ہوئی۔ آپؐ نے خدیجہ سے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے اللہ تعالیٰ جنت میں تیرے سمیت تین اور عورتوں کا نکاح کروائے گا وہ تین خواتین یہ ہیں۔ (۱) مریم بنت عمران (۲) فرعون کی بیوی آسیہ (۳) موسیٰ کی بہن کلثوم۔ مجمع الزوائد (۹/۲۱۹) حدیث رقم (۱۵۲٤۸) کتاب المناقب۔ ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں انقطاع ہے اور اس میں محمد الحسن بن زبالہ راوی ضعیف ہے۔ بحوالہ طبرانی فی الکبیر (۲۲/٤۵۱) ابن زبالہ راوی کو ابن معین نے کذاب کہا ہے۔ لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

> ”عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تجھے معلوم ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ جنت میں میری شادی مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور موسیٰ کی بہن کلثوم سے کروائے گا۔“ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ سلسلہ احادیث الضعیفة للالبانی حدیث رقم (۸۱۲) وقال منکر۔ اس روایت کو ذہبی نے میزان الاعتدال (۷/۳۱٦) یونس بن شعیب کے ترجمہ میں نقل کیا ہے یونس بن شعیب راوی منکر الحدیث ہے۔ المغنی (۲/۷٦٦) الضعفاء والمتروکین (۳/۲۲٤) المجروحین (۳/۱۳۹) نیز اس میں عبدالنور راوی کذاب ہے۔ میزان الاعتدال ج٤، ص: ٤۲۲۔ المغنی (۲/٤۰۹) الکشف الحثیث (٤٦۵) اس روایت کے ایک طرق میں خالد بن یوسف راوی ضعیف ہے۔ اس روایت کو عقیلی نے الضعفاء (٤/٤۵۹) اور المتقی الھندی فی کنز العمال (حدیث رقم: ۳۱۹۸۸) میں سعد بن جنادہ سے نقل کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں۔

خیبر کے یہودی نبی ﷺ کے وسیلے سے جنگ میں دعا کرتے تو ان کو فتح ہوتی

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی ابوبکر بن اسحاق نے ان کو محمد بن ایوب نے، ان کو خبر دی یوسف بن موسیٰ نے، ان کو خبر دی عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے، اس نے سعید بن جبیر سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان سے لڑتے رہتے تھے۔ جب بھی لڑائی ہوتی تو خیبر کے یہودی شکست کھا جاتے تھے۔ لہٰذا یہودیوں نے اس طرح پناہ مانگی۔ اللهم انا نسالك بحق محمد النبی الامی الذی و عدتنا أنْ تخرجه لنا فی اخر الزمان۔ الانصر تنا علیهم "اے اللہ! ہم آپ سے سوال کرتے ہیں نبی امی کے حق کے ساتھ جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ آپ اس کو پیدا کریں گے ہمارے لیے آخر زمانے میں۔ ہماری ان لوگوں کے خلاف مدد فرما۔"

کہتے ہیں کہ جب وہ باہم ٹکراتے تھے تو یہی دعا کرتے۔ جب دعا کرتے تو غطفان سے غالب آجاتے۔ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہو گئے تو ان لوگوں نے اس کے ساتھ کفر کر لیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾ "کہ یہودی پہلے سے اس کے ساتھ فتح مندی مانگتے تھے اس کے ذریعہ یعنی تیرے ذریعے اے محمد۔

﴿عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۝﴾

"ان لوگوں کے خلاف جو کافر ہیں، جب وہ رسول آ گیا جس کو انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر۔"[1]

[1] اسنادہ ضعیف جداً۔ رواه البیهقی فی دلائل النبوة: ۲/ ۵۷۔ رقم: ۴۲۰۔ اخرجه الحاکم فی

المستدرك (٢/٢٨٩) حديث (٣٠٤٢) والآجرى فى الشريعة (٣/٧٨) حديث رقم (٢٩٩٧) والصالحى فى سبل الرشاد (١/١١٣) اس میں عبدالملک بن ہارون بن عنترہ کے متعلق بخاری التاريخ الكبير (٥/٤٣٦) میں کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔

جنگ فجار کے وقت آپ کی عمر اور شرکت جنگ کے اسباب

ابن ہشام نے جنگ کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ایک قریشی مارا گیا تھا اس بنا پر احلاف نے اپنے لوگوں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ جنگ کا بازار گرم کریں۔ (اسناده ضعيف۔ السيرة النبوية لابن هشام (١/٢٤١، ٢٤٣) روایت بلا سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب یہ جنگ بھڑکی تو نبی ﷺ کی عمر بیس سال تھی۔ (اسناده ضعيف۔ السيرة النبوية لابن هشام (١/٢٤٣) روایت بلا سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اس جنگ میں نبی ﷺ بھی چند دن اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک ہوئے آپ کے الفاظ یہ بیان کیے جاتے ہیں كنت انبل على اعمامى۔ میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتا تھا۔ (اسناده ضعيف۔ السيرة النبويه لابن هشام (١/٢٤١) اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کو الرحیق المختوم صفحہ ۸۹ پر ابن ہشام کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

دو رکعت نماز کی فرضیت اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ

بیہقی کہتے ہیں: محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے جس وقت آپ کے اوپر نماز فرض ہوئی تھی۔ اس نے آکر حضور ﷺ کے لیے اپنی ایڑی سے وادی کے ایک کونے میں ٹھوکر ماری تھی۔ لہٰذا اس سے حضور ﷺ کے لیے پانی کا

چشمہ صافی پھوٹ پڑا تھا۔ لہٰذا اس پانی سے حضور ﷺ نے اور جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا۔ اس کے بعد دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے اندر چار سجدے کیے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ واپس لوٹ گئے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور آپ کے دل کو سکون بخشا اور جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیز لائے تھے جو حضور ﷺ کو محبوب تھی۔ اس کے بعد حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور اسی چشمے پر لے آئے۔ حضور ﷺ نے پھر اسی طرح وضو کیا جیسے جبرائیل علیہ السلام نے کیا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دو رکعتیں ادا کیں اور چار سجدے کیے اس کے بعد دونوں خفیہ نماز پڑھتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے اس واقع کے ایک دن بعد۔ انہوں نے ان دونوں کو گھر میں خفیہ نماز پڑھتے دیکھا تو علی مرتضیٰ نے کہا، یہ کیا چیز ہے اے محمد؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ اللہ کا دین ہے۔ جس کو اس نے اپنے لیے چن لیا ہے اور اس کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجا ہے لہٰذا میں تمہیں دعوت دیتا ہوں، تمہیں بلاتا ہوں اللہ وحدہ لاشریک کی طرف اور اس کی عبادت کی طرف اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر و انکار کی طرف۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ایک ایسا امر ہے جو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا میں اس معاملے کا از خود کوئی فیصلہ نہیں کروں گا بلکہ پہلے میں اس کو ابو طالب (والد) کو بتاؤں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضور ﷺ اس بات کو ناپسند کر رہے تھے کہ وہ کہیں اس راز کو افشا کر بیٹھے اس سے پہلے کہ آپ کا معاملہ غالب آجائے اور پھیل جائے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا، اے علی! جب تم اسلام نہیں لا رہے تو تم اس راز کو فاش نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رات کو رکے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ لہٰذا صبح ہوتے ہی وہ حضور ﷺ کے پاس آگئے اور عرض کی آپ نے کیا پیش کیا تھا مجھ پر اے محمد! حضور ﷺ نے اسے بتایا کہ آپ شہادت دیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور

لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کر لیجیے اور شریکوں سے بیزاری کر لیجیے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کر لیا اور اسلام لے آئے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ اسی حالت پر ٹھہرے رہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ مگر ابو طالب سے ڈرتے رہتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، اسے ظاہر نہیں کر رہے تھے اور پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا یہ لوگ ایک مہینے کے قریب خاموشی سے ٹھہرے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ اور اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر انعام فرمایا تھا۔ اس میں سے یہ بات بھی تھی کہ وہ اسلام سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت وزیر پرورش رہے۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/۱۱۳) رقم: ۴۷۲۔ اوردہ ابن کثیر فی السیرۃ (۱/۴۲۷) و ابن سید الناس فی عیون الاثر (۱/۱۲۱) و ابن ہشام فی السیرۃ (۱/۲۴۳) والطبری فی تاریخہ (۲/۵۳) و ابن اسحاق فی السیرۃ (۱/۴۳) و الکامل فی التاریخ لابن عدی (۱/۲۵۴) و ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ (۳/۳۳) سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو پرورش کے لیے چچا سے لے لیا

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو الحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن یعقوب بن جعفر نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عمار بن حسن نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سلمہ بن فضل نے محمد بن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن ابو نجیح نے مجاہد بن جبر بن ابو الحجاج سے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ کا یہ انعام تھا کہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا یہ کہ قریش کو سخت قحط سالی (غربت وبھوک) پہنچی تھی اور ابو طالب زیادہ عیال دار تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (چھوٹے) چچا عباس سے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے دودھ شریک بھائی بھی تھے اور دوست بھی) کہا اور وہ بنی ہاشم سے زیادہ آسودہ حال تھے۔ اے عباس! تیرا بھائی ابو طالب کثیر العیال ہے اور لوگوں کو جو غربت اور قحط سالی لاحق ہو گئی ہے وہ بھی تیرے سامنے ہے۔ آپ چلیے ہم ان سے ان کے عیال کا کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ چنانچہ یہ لوگ اس کے پاس گئے اور حضور ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو لے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ حضور ﷺ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو نبی بنا کر مبعوث فرما دیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ (۲/۱۱٤) رقم: ٤٧٣۔ اخرجه الحاکم فی المستدرك (۳/٦٦٦) حدیث رقم (٦٤٦٣) والطبری فی تاریخه (۱/٥٣٨) مجاہد بن جبر کی سیدنا علی سے ملاقات ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ مرسل (ضعیف) ہے۔ اس کے ساتھ عبداللہ بن ابو نجیح راوی مدلس ہے اور مجاہد سے عن کے الفاظ سے بیان کرتا ہے۔

سعید بن عاص کا خواب قبول اسلام کا سبب بن گیا

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی ابو عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو عبداللہ بن بطہ اصبہانی نے، ان کو حسن بن جہم نے، ان کو حسین بن فرج نے، ان کو محمد بن عمر نے، ان کو جعفر بن محمد بن خالد بن زبیر نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام خالد کا یعنی سعید بن عاص کا قدیم تھا اپنے بھائیوں میں سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام کی ابتدائیوں ہوئی تھی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اسے جہنم کے کنارے پر لا کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اس نے اس کی وسعت ذکر کی (بہت بڑی ہے)۔ جس قدر اللہ چاہے۔

انہوں نے دیکھا تھا کہ ان کا والد ان کو جہنم میں دھکا دے رہا ہے اور حضور ﷺ اس کو پیچھے سے کمر پکڑ کر بچا رہے ہیں کہ وہ اس میں گر نہ جائے۔ وہ ہڑ بڑا کر بستر سے اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ البتہ ضرور یہ سچا خواب ہے۔ چنانچہ وہ پہلے ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے۔ انہوں نے وہ خواب ان سے بیان کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ آپ ان کی اتباع کیجئے۔ عنقریب ان کی اتباع کرو گے اور ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچا لیں گے اور تیرا والد اس میں گر جائے گا۔

پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، وہ مقام اجیاد کی طرف گئے ہوئے تھے۔ اس نے کہا، اے محمد! آپ کس کی طرف بلاتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ علیحدہ ہو جایئے اس دین سے جس پر آپ ہیں پتھروں کی پوجا سے۔ نہ وہ سنتے ہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں، نہ نقصان اور نہ وہ یہ جان سکتے ہیں کہ کون ان کی پکار کر رہا ہے اور کون نہیں کر رہا؟ خالد نے کہا اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسول الله

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام لانے پر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد خالد وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔ اور پھر اس کے والد نے اس کے مسلمان ہونے کی خبر سن لی اور اس کی تلاش میں بندہ بھیجا۔ وہ اسے لے کر آیا تو اس کے والد نے اس کو سخت تنبیہ کی اور اس کو اس نے اپنی کھونٹی سے مارا۔ مارتے ہوئے اس نے اس کے سر پر اس کو توڑ دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ اللہ کی قسم میں تجھے کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہیں دوں گا۔ خالد نے کہا آپ اب مجھ سے میری روزی روک دیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے رزق عطا کرے گا جس سے میں زندہ رہ لوں گا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منتقل ہو گیا اور ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف جداً۔ اخرجه الحاکم فی المستدرك (۳/۲۷۷)۔ حدیث رقم (۵۰۸۲) و ابن کثیر فی السیرة (۱/۴۴۴) و ابن عبدالبر فی الاستیعاب (۱/۱۲۵) و ابن سعد فی الطبقات الکبری (۴/۸) و ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۱۶/۶۹) و دلائل النبوة بیهقی (۲/۱۲۲۔ رقم ۴۸۸) اس کی تمام اسناد میں محمد بن عمر واقدی متروک اور سخت مجروح ہے۔

حضور ﷺ نے قریش کی دعوت کی علی رضی اللہ عنہ نے انتظامات کیے آپ ﷺ نے تبلیغ کی

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے اس نے جس نے سنا تھا عبداللہ بن حارث بن نوفل سے۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ○ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○﴾

"اے محمد! (ﷺ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے، اور مومنین جو آپ کی اتباع کرتے ہیں ان کے لیے اپنا بازو جھکا دیجیے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا کہ اگر میں اس کام کے لیے اپنی قوم سے ابتداء کروں گا تو مجھے ان سے مخالفت کو دیکھنا پڑے گا، جسے میں نہ پسند کرتا ہوں۔ لہٰذا میں نے اس پر خاموشی اختیار کر لی۔ لہٰذا میرے پاس جبرائیل امین آئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا، اے محمد! اگر آپ ایسا نہیں کریں گے جس کا تیرے رب نے آپ کو حکم دیا ہے تو تیرا رب تجھے عذاب دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لہٰذا حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا: اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اس بات کا کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ لہٰذا میں سمجھ گیا ہوں کہ اگر میں نے اس بات کا آغاز کیا تو مجھے مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہٰذا میں اس بات سے خاموش ہو گیا۔

پھر میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! اگر آپ اس پر عمل نہیں کریں گے جس کا آپ کو حکم ملا ہے تو رب آپ کو عذاب دے گا۔ اے علی! آپ بکری کا گوشت اور گندم کی روٹی تیار کرائیں اور ایک بڑا ٹپ دودھ کا انتظام کریں، اس کے بعد بنو عبدالمطلب کو جمع کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس نے سارا انتظام کیا اور ان کو دعوت دی۔ وہ حضور ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔

وہ لوگ اس دن چالیس آدمی تھی۔ زیادہ کر رہے تھے ایک آدمی یہ کہ جس کو ان سے کم سمجھتے ان کے چچا ابو طالب اور حمزہ اور عباس اور ابولہب کافر خبیث۔ چنانچہ میں نے وہ تھال طعام ان کے قریب کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے چھوٹا سا حصہ لیا اور اس کو دانت سے چیرا، پھر اس طعام کو کناروں پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ کھانا شروع کرو۔ پوری قوم نے کھایا حتیٰ کہ اس سے شکم سیر ہو گئے۔ حتیٰ کہ نہ نظر آیا اس سے مگر ان کی انگلیوں کے نشانات۔ اللہ کی قسم کوئی آدمی اس سے زیادہ نہیں کھا سکتا تھا۔

اب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی ان کو دودھ پلایئے پھر انہوں نے دودھ پیا، حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم ایک آدمی اتنا ہی پی سکتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کرنی چاہی تو ابولہب نے آپ کو بات کرنے سے روک دیا۔ اور کہنے لگے کہ اس نے تم لوگوں پر سحر کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ سب منتشر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ ان سے بات بھی نہ کر سکے۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے علی! آپ آج پھر کل کی طرح کھانے پینے کا انتظام کریں۔ ابولہب نے مجھے بات کرنے سے پہلے ہی روک دیا تھا لوگوں کے ساتھ۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر کل کی طرح سارا انتظام کیا حضور ﷺ نے آج اسی طرح کیا جیسے کل کیا تھا۔ آج پھر انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے ان کو دودھ پلایا اسی پیالے میں سے، حتیٰ کہ وہ خوب سیر ہو گئے، جس قدر وہ کھا سکتے تھے اور

جس قدر وہ پی سکتے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے بنو عبدالمطلب! اللہ کی قسم بے شک میں نہیں جانتا کسی نوجوان کو کہ وہ اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر اور افضل طریقے پر آیا ہو جس طرح میں آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں دنیا اور آخرت کے معاملے کے ساتھ۔''

ابو عمر احمد بن عبدالجبار نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ ابن اسحاق نے اس خبر کو سنا ہے عبدالغفار بن قاسم بن مریم سے، اس نے منہال بن عمرو سے اس نے عبداللہ بن حارث سے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اپنا معاملہ چھپاتے رہے اور مخفی رکھتے تھے اس وقت تک کہ جب آپ کو اس کے اظہار کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ چھپانے کا عمل تین سال تک جاری رہا۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ رواہ ابن اسحاق فی السیرۃ (۱/۴۷) و ابن منظور فی مختصر تاریخ دمشق (۸/۴۰۷) و الذهبی فی تاریخ اسلام (۱/۲٤) و ابن کثیر فی البدایة والنهایه (۵۲) و دلائل النبوة بیهقی (۲/۱۲۶، رقم ٤۹۳) سب نے اس کو محمد بن اسحاق کے طریق سے بیان کیا ہے اس میں محمد بن اسحاق کا شیخ مجہول ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔

ابولہب کی بیوی حضورؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن کامل قاضی نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن سعد بن محمد عوفی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے میرے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے میرے چچا حسین بن حسن بن عطیہ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے میرے والد نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس قول کے بارے میں ﴿وَامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ کہ ابولہب کی بیوی لکڑیاں اٹھائی ہوئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کانٹے اٹھا کر لاتی تھی اور ان کو حضور ﷺ کے راستے میں ڈال دیتی تھی تاکہ

حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین زخمی ہو جائیں۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ دلائل النبوۃ للبیھقی (۲/۱۳۱۔ رقم ۴۹۷) ورواہ الطبری فی تفسیرہ (۳۰/۳۳۸) اس میں محمد عوفی اس کا باپ اور چچا وغیرہ سب ضعیف اور مجہول راوی ہیں۔

کفار قریش قتل کے ارادے سے نکلے مگر آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے؟

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابو عبدالرحمٰن محبور دھان نے، ان کو حسین بن محمد ہارون نے، ان کو احمد بن محمد بن نصر لباد نے، ان کو یوسف بن بلال نے، ان کو محمد بن مروان کلبی نے، ان کو ابوصالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا﴾ (یٰسٓ: ۹) ''ہم نے ان کے آگے اور ان کے پیچھے ایک دیوار بنا دی ہے۔''

فرمایا کہ کفار قریش کے لیے دیوار ہے بطور پردے کے۔ پس ہم نے ان کو چھپا لیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم ان کی آنکھوں کے آگے تلبس اور اندھیرا کر دیا ہے اور غش طاری کر دیا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر تکلیف نہیں دے سکتے۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ نے فرمایا کہ بنو مخزوم کے کچھ لوگوں نے ایک دوسرے کو حضور ﷺ کے قتل کرنے کی وصیت کی اور پروگرام بنایا۔ ان میں سے ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور بنو مخزوم کے لوگوں کا ایک گروہ تھا۔

دشمن آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے:

ایک دن حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب ان لوگوں نے حضور ﷺ کی قراءت کی آواز سنی تو انہوں نے ان کو قتل کرنے کے لیے ولید کو بھیجا، وہ اس جگہ پہنچا جہاں

حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ جب پہنچا تو حضور کی آواز تو اس کو سنائی دے رہی تھی مگر حضور ﷺ اس کو نظر نہیں آئے۔ لہٰذا وہ واپس لوٹ گیا، جا کر یہ بات ان سب کو بتائی۔ اس کے بعد ابوجہل آیا اور ولید بھی اور ایک گروہ پس جب وہ لوگ اس جگہ پہنچے جہاں حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ سب نے آپ کی آواز تو سنی قراءت کرنے کی، وہ آواز کی طرف آگے بڑھے جب وہ آگے بڑھے تو آواز پیچھے سے سنائی دی۔ لہٰذا وہ واپس پیچھے آواز کی طرف لوٹے تو پھر قراءت کی آواز ان کو پیچھے سے سنائی دی، وہ اس طرح پریشان ہو کر واپس لوٹ گئے مگر حضور ﷺ کی طرف کوئی سبیل نہ پا سکے۔ یہی بات قرآن میں ہے کہ ﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا﴾ اور عکرمہ سے بھی ایسی روایت ہے جو اس کی تائید کرتی ہے اور اس کو پکا کرتی ہے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اوردہ السیوطی فی الدرالمنثور (۲۸۹/۸) والبیهقی فی دلائل النبوة (۱۴۲/۲) رقم (۵۱۴) اس میں سدی صغیر اور کلبی دونوں ضعیف ہیں۔

سورۂ رحمان کی تلاوت سن کر جنات کا خوبصورت جواب؟

بیہقی کہتے ہیں: ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین بن داؤد علویؒ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے، ان کو ابوالازہر احمد بن ازہر نے، ان کو مروان بن محمد نے، ان کو زہیر بن محمد بن منکدر نے، اس نے جابر بن عبداللہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ الرحمٰن پڑھی لوگوں کے سامنے تو لوگ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں سے تو جن اچھے تھے کہ ان کا جواب بڑا خوبصورت تھا۔ جب میں نے ان کے سامنے یہ سورۃ پڑھی تھی۔ ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ ''کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔'' تو انہوں نے جواب دیا۔ (وَلَا بِشَيْءٍ مِنْ آلَائِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ) اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کی

تکذیب نہیں کریں گے۔"

❶ اسنادہ ضعیف۔ اوردہ الذھبی فی (تاریخ الاسلام: ۱/۵۲) اس میں زہیر بن محمد راوی ضعیف ہے۔ و دلائل النبوۃ للبیھقی (۲/۱۶۹) رقم (۵٤۳) و اخرجہ الحاکم فی المستدرك (۲/۵۱۵) رقم (۳۷٦٦) القرشی فی کتاب "الشکر" (۱/۲۷) حدیث رقم (٦۹) وابو الشیخ فی العظمۃ (۵/۱٦٦٦) وابو الشیخ فی طبقات المحدثین للأصبھانی (۳/۹۰) و ابن عدی فی "الکامل" (۳/۲۱۹) اس میں بھی زہیر بن محمد ضعیف اور ولید بن مسلم راوی مدلس ہے۔

روزہ افطار کرنے کی مشہور دعا کی حقیقت

سیدنا معاذ بن زہرہ (تابعی) سے مروی ہے نبی ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

((اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ))

"اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر کھول رہا ہوں۔" ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ سنن ابو داؤد، کتاب الصیام باب القول عند الافطار حدیث رقم: ۲۳۵۸۔ اخرجہ البغوی فی شرح السنۃ (٦/۲٦۵)، ح: ۱۷٤۱۔ ورواہ البیھقی (٤/۲۳۵) اس کی سند (مرسل ضعیف) ہے۔ مراسیل ابی داؤد ح: ۹۹۔

نوٹ: ......روزہ افطار کرنے کی صحیح دعا یہ ہے۔ ((ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ)) "پیاس بجھ گئی۔ رگیں تر ہوگئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر بھی ثابت ہوگیا۔" (اسنادہ حسن: سنن ابو داؤد، کتاب الصیام باب القول عند الافطار حدیث رقم: ۲۳۵۷) اخرجہ النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ، ح: ۲۹۹۔ والکبری، ح: ۱۰۱۳۱۔ من حدیث علی بن الحسن بن شقیق بہ، و حسنہ الدارقطنی: ۲/۱۸۲۔ و صححہ الحاکم: ۱/٤۲۲، ووافقہ الذھبی۔

رمضان المبارک کے لیے جنت کو سجا دیا جاتا ہے

حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن جب رمضان کا چاند نظر آیا ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان (کی فضیلت) کیا ہے تو میری امت تمنا کرتی کہ تمام سال رمضان ہی ہوتا، بنو خزاعہ کے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! ہمیں (رمضان شریف کی فضیلت) بتلایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ جنت رمضان کے لیے سال کے شروع سے سال کے آخر تک مزین کی جاتی ہے، جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے ہوا چلتی ہے جس کی وجہ سے جنت کے درختوں کے پتے بجنے لگتے ہیں، حور عین اس منظر کو دیکھ کر کہتی ہیں اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں سے اس مہینہ میں ہمارے لیے ایسے شوہر بنا کہ ہماری آنکھیں ان کی وجہ سے ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہماری وجہ سے ٹھنڈی ہوں جو کوئی رمضان المبارک میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کی شادی ایک حور سے موتی کے ایک خیمے میں کر دی جاتی ہے، جن کی صفت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے۔ حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ ''ایسی حوریں جو خیموں میں چھپی ہوئی ہیں۔'' ان میں سے ہر عورت پر ستر قسم کے جوڑے ہوں گے جن میں سے ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوگا۔ اور ستر قسم کے رنگوں کی خوشبوئیں ان میں ہر ایک کو دی جائیں گی، ہر ایک رنگ کی خوشبو الگ ہوگی ان میں سے ہر عورت کو ستر ہزار عورتیں (خادمائیں) اور ستر ہزار خادم خدمت کے لیے دیئے جائیں گے، ہر خادم کے ساتھ سونے کا ایک طشت ہوگا اس میں ایک رنگ کے کھانے کے ایک لقمہ میں جو مزہ ہوگا وہ دوسرے لقمہ سے مختلف ہوگا اور ہر عورت کے لیے ستر مسہریاں سرخ یاقوت کی ہوں گی، ہر مسہری پر ستر قسم کے بستر ہوں گے جن کے استر تافتہ کے ہوں گے، ہر بستر کے اوپر ستر تخت ہوں گے اور اس کے شوہر کو بھی اس قسم کی نعمتیں دی جائیں گی سرخ یاقوت کی مسہری جو موتیوں سے مزین ہوگی جس پر سونے کے دو کنگن ہوں گے یہ سب انعامات رمضان کے ہر دن کے صرف روزہ پر ملیں گے اور روزہ کے علاوہ

رمضان کی نیکیوں پر جو ملے گا وہ اس کے علاوہ ہوگا۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف جداً۔ اس کی سند حد درجہ ضعیف ہے۔ البانی نے اس کو موضوع کیا ہے۔
صحیح ابن خزیمہ حدیث رقم (۱۸۸۶) مسند ابی لیلیٰ حدیث رقم (۵۲۷۰) ضعیف الترغیب (والترھیب (۵۹۶) مجمع الزوائد (۱۴۱/۳) کتاب الصیام حدیث رقم (۴۷۸۱) اس میں جریر بن ایوب راوی ضعیف ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ اور یہ جرح امام کے نزدیک سخت ترین جرح ہے۔ المعجم الکبر الطبرانی کی سند میں الہیاج بن بسطام راوی ضعیف ہے۔ جیسا کہ ہیثمی نے کہا ہے۔

ماہ رمضان مومن کے لیے کیسا اور منافق کے لیے کیسا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم کھا کر: مسلمانوں پر ایسا کوئی مہینہ نہیں گزرا جو ان کے لیے رمضان سے بہتر ہو، اور منافقین پر کوئی ایسا مہینہ نہیں گزرا جو ان کے لیے رمضان سے زیادہ برا ہو (اور یہ بات بھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کے ساتھ ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مومن کے لیے رمضان کے آنے سے پہلے رمضان کے اجر وثواب اور اس میں نوافل کے اجور کو لکھنا شروع کر دیتا ہے اس لیے کہ اس میں ایمان والا عبادت کے لیے (یکسو ہونے کی خاطر) پہلے سے اپنے مال میں سے کھانے پینے کا سامان تیار کرتا ہے (اس میں اشارۃً ترغیب بھی ہے کہ رمضان آنے سے پہلے پورے ماہ کی ضروریات خورد ونوش خرید کر رکھ لی جائیں تا کہ اس کا ثواب بھی ملے اور رمضان میں عبادت کے لیے یکسوئی بھی حاصل ہو جائے) اور اللہ تعالیٰ منافق کے لیے گناہ اور اس کی بدبختی رمضان کے آنے سے پہلے ہی لکھ دیتا ہے، اس لیے کہ وہ مسلمانوں کی کمیوں اور عیوب کو دیکھنے کے لیے اور رمضان میں مسلمانوں کی (عبادات میں مشغولیت کی بناء پر) غفلت اور بے توجہی (سے فائدہ اٹھاتے ہوئے) پہلے سے ان کو نقصان پہنچانے کی تیاری شروع کر دیتا ہے، لہٰذا یہ مہینہ ایمان والے کے لیے غنیمت ہے۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ ابن خزیمہ حدیث رقم (١٨٨٤) اس میں عمرو بن تمیم مولیٰ بنی رمانہ راوی مجہول ہے۔ شیخ البانی نے ضعیف الترغیب والترہیب حدیث رقم (٥٩٠) میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

بنی اسرائیل کے چار عابد جنہوں نے ٨٠ سال اللہ کی عبادت کی اور لیلۃ القدر فضیلت

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا ذکر کیا جنہوں نے اسی (٨٠) سال تک اللہ کی عبادت کی تھی، ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل بن عجوز، حضرت یوشع بن نون علیہم السلام، اصحاب رسول کو سخت تعجب ہوا، آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد ﷺ آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جن پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا۔ پس آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بے حد خوش ہوئے۔ ❶

❶ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ علی بن مروہ دمشقی راوی متہم بالکذب ہے اور مسلمہ بن علی خشنی شامی متروک الحدیث ہے۔ نیز یہ روایت معضل بھی ہے۔ آخر میں دو راوی ساقط ہیں۔ یہ روایت موقوفا بھی صحیح نہیں۔

لیلۃ القدر میں جبرئیل مصافحہ کرتے ہیں ایک اسرائیلی روایت

امام ابو محمد بن ابو حاتم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس سورت کی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اس روایت کے ساتھ وارد کیا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلے پر ہے اس کی بلندی میں جنت ہے اس کی شاخیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اس میں اس قدر فرشتے ہیں جن کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں

جانتا اس کی ہر ایک شاخ پر بے شمار فرشتے ہیں ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو اس درخت کے بیچوں بیچ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دی جاتی ہے کہ اے جبرائیل! لیلۃ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ یہ کل کے کل فرشتے رافت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لیے رحم کے جذبات موجزن ہیں، سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں ہر ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہو جاتے ہیں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ ہاں گرجا گھر میں، مندر میں، آتش کدے میں، بت خانے میں غرض اللہ کے سوا اوروں کی جہاں پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اس گھر میں بھی جہاں نشے والا شخص ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا مجسمہ ہو یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں باقی چپے چپے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں، عورتوں کے لیے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ روئیں جسم پر کھڑے ہو جائیں دل نرم پڑ جائیں آنکھیں بہہ نکلیں، اس وقت آدمی کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس وقت میرا ہاتھ جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کی پہلی مرتبہ کے پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! جو اس کلمہ کو سچائی سے کہے اس کے؟ فرمایا یہ تو نکلے گا ہی اس کے منہ سے جو سچائی سے اس کا کہنے والا ہو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ لیلۃ القدر کافر و منافق پر تو اتنی بھاری پڑتی ہے

کہ گویا کہ اس کی پیٹھ پر پہاڑ آ پڑا۔ غرض فجر ہونے تک فرشتے اسی طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑھتے ہیں اور اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص ان دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے۔ یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعائیں جاتی رہتی ہیں پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں، پس فرشتوں کا نور اور جبرائیل علیہ السلام کے پروں کا نور مل کر سورج کو ماند کر دیتا ہے اس دن سورج متحیر رہ جاتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یہ سارے کے سارے بے شمار فرشتے اس دن آسمان و زمین کے درمیان مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے رحمت کی دعائیں مانگنے میں اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں گزار دیتے ہیں، نیک نیتی کے ساتھ روزے رکھنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر اللہ نے زندگی رکھی تو رمضان کے روزے عمدگی کے ساتھ پورے کریں گے، یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں، شام کو دنیا کے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں وہاں کے تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کو اس سال تم نے کس حالت میں پایا؟ تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گزشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال ہم نے اسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا پس یہ فرشتے اس پہلے شخص کے لیے بخشش کی دعائیں مانگنی موقوف کر دیتے ہیں اور اس دوسرے شخص کے لیے شروع کر دیتے ہیں، اور یہ فرشتے انہیں سناتے ہیں کہ فلاں فلاں کو ہم نے ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں، غرض ایک رات دن یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہٰی میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں اس وقت سدرۃ المنتہٰی

ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو! میرا بھی تم پر حق ہے میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں جو اللہ سے محبت رکھیں ذرا مجھے بھی تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اور ان کے نام بتاؤ، حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کر کے اور ایک ایک مرد و عورت کا مع ولدیت کے نام بتاتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر چنانچہ سدرہ اس سے ذکر کرتا ہے یہ سن کر وہ کہتی ہے اللہ کی رحمت ہو فلاں مرد پر فلاں عورت پر اللہ انہیں جلدی مجھ سے ملا، جبرائیل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں انہیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار! میں نے تیرے فلاں فلاں بندوں کو سجدے میں پایا تو انہیں بخش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخشا حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں پھر سب کہتے ہیں فلاں فلاں مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام خبر دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ! فلاں شخص کو گزشتہ سال تو عامل سنت اور عابد چھوڑا لیکن اس سال تو بدعتوں میں گر گیا ہے اور تیرے احکام سے روگردانی کر لی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرائیل! اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی توبہ کر لے گا تو میں اسے بخش دوں گا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں اللہ تیرے ہی لیے سب تعریفیں سزاوار ہیں الٰہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے بندوں پر تیری مہربانی خود ان کی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے اس وقت عرش اور اس کے آس پاس کی چیزیں، پردے اور تمام آسمان جنبش میں آجاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الرَّحِیْمِ"۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ رمضان کے بعد بھی میں گناہوں سے بچتا رہوں گا وہ بغیر سوال و جواب کے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ [1]

---

[1] یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ کعب احبار کا قول ہے جو اس نے بنی اسرائیل سے اخذ کیا ہے اور یہ حجت نہیں۔

عیدالفطر کی صبح فرشتے راستوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لیے دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے، جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے۔ (اس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دلآویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالا خانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہم سے جوڑ دیں؟ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے، جنت کے دروازے محمد ﷺ کی امت کے لیے (آج) کھول دیئے گئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رضوان سے فرما دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے، اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرما دیتے ہیں کہ احمد ﷺ کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دے۔ اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد ﷺ کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں؟ ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں روزانہ افطار

کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے، اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کیے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں، اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں، وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو (۱۰۰) بازو ہیں جن میں سے دو بازوؤں کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مغرب سے مشرق تک پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہوں اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کروں اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیل سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کا کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا، صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو، چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کینہ رکھنے والا کون ہے؟ ارشاد فرمایا قطع تعلق کرنے والا، پھر جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے۔ اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس کریم رب کی بارگاہ کی

طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے، اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دیدی جائے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضاء اور مغفرت عطا کر دی، اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم! اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا، بس بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کر دیا، اور میں تم سے راضی ہو گیا، فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ [1]

[1] اسناده موضوع۔ ضعیف الترغیب والترهیب، حدیث رقم (٥٩٤) کتاب الصوم۔ البانی کہتے ہیں من گھڑت ہے۔

غزوۂ سویق کا واقعہ

یہ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک طرف صفوان بن امیہ، یہود اور منافقین اپنی اپنی سازشوں میں مصروف تھے تو دوسری طرف ابوسفیان بھی کوئی ایسی کارروائی انجام دینے کی ادھیڑ بن میں تھا جس میں بارکم سے کم پڑے لیکن اثر نمایاں ہو۔ وہ ایسی کارروائی جلد از جلد

انجام دے کر اپنی قوم کی آبرو کی حفاظت اور ان کی قوت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ اس نے نذر مان رکھی تھی کہ جنابت کے سبب اس کے سر کو پانی نہ چھو سکے گا یہاں تک کہ محمد ﷺ سے لڑائی کر لے۔ چنانچہ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے دو سو سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ اور وادی قناۃ کے سرے پر واقع نیب نامی ایک پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوا مدینے سے اس کا فاصلہ کوئی بارہ میل ہے، لیکن چونکہ ابوسفیان کو مدینے پر کھلم کھلا حملے کی ہمت نہ ہوئی اس لیے اس نے ایک ایسی کارروائی انجام دی جسے ڈاکہ زنی سے ملتی جلتی کارروائی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں اطراف مدینہ کے اندر داخل ہوا اور حیی بن اخطب کے پاس جا کر اس کا دروازہ کھلوایا۔ حیی نے انجام کے خوف سے انکار کر دیا۔ ابوسفیان پلٹ کر بنونضیر کے ایک دوسرے سردار سلام بن مشکم کے پاس پہنچا جو بنونضیر کا خزانچی بھی تھا۔ ابوسفیان نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اس نے اجازت بھی دی اور مہمان نوازی بھی کی۔ خوراک کے علاوہ شراب بھی پلائی اور لوگوں کے پس پردہ حالات سے آگاہ بھی کیا۔ رات کے پچھلے پہر ابوسفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں میں پہنچا اور ان کا ایک دستہ بھیج کر مدینے کے اطراف میں عریض نامی ایک مقام پر حملہ کرا دیا۔ اس دستے نے وہاں کھجور کے کچھ درخت کاٹے اور جلائے اور ایک انصاری اور اس کے حلیف کو ان کے کھیت میں پا کر قتل کر دیا اور تیزی سے مکہ واپس بھاگ نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے واردات کی خبر ملتے ہی تیز رفتاری سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا لیکن وہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بھاگے، چنانچہ وہ لوگ تو دستیاب نہ ہوئے لیکن انہوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو، توشے اور بہت سا ساز و سامان پھینک دیا تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے کرکرۃ الکدر تک تعاقب کر کے واپسی کی راہ لی۔ مسلمان ستو وغیرہ لاد پھاند کر واپس ہوئے اور اس مہم کا نام غزوہ سویق رکھ دیا۔ (سویق عربی زبان میں ستو کو کہتے ہیں) یہ غزوہ، جنگ بدر کے صرف دو ماہ بعد ذی الحجہ ۲ھ میں پیش

آیا۔ اس غزوے کے دوران مدینے کا انتظام ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو سونپا گیا تھا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اس واقعہ کو صفی الرحمٰن مبارک پوری نے ص: ۳۲۹، ۳۳۰۔ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ج ۱، ص: ۱۷۲، ۱۷۳۔ اور تقریباً تمام سیرت نگار حضرات نے نقل کیا ہے۔ شبلی نعمانی نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا جب کہ مولانا مبارک پوری نے ابن ہشام کا حوالہ دیا ہے۔ ابن اسحاق کی سند مرسل (ضعیف) ہے۔ جو عبداللہ بن کعب بن مالک سے مرسل مروی ہے۔ سیرت النبی ابن ھشام ۲/۴۴۲، ۴۲۳۔ ابن سعد نے اس کو طبقات میں ۲/۳۰ میں بلا سند نقل کیا ہے۔

جنگ احد کی تیاری کے متعلق مدینہ میں عباس رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خط کے ذریعے اطلاع

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کی اس ساری نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں کا بڑی چابک دستی اور گہرائی سے مطالعہ کر رہے تھے چنانچہ جوں ہی یہ لشکر حرکت میں آیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی ساری تفصیلات پر مشتمل ایک خط فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ فرما دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قاصد پیغام رسانی میں نہایت پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے مکے سے مدینے تک کوئی پانچ سو کلو میٹر کی مسافت صرف تین دن میں طے کر کے ان کا خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں تشریف فرما تھے۔

یہ خط حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں راز داری برتنے کی تاکید کی اور جھٹ مدینہ تشریف لا کر انصار و مہاجرین کے قائدین سے صلاح و مشورہ کیا۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ اس واقعہ کو شبلی نعمانی اور صفی الرحمٰن مبارک پوری نے بغیر کسی حوالے کے درج کیا ہے۔ اصلاً روایت ابن سعد کی ہے۔ اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہے۔ طبقات ابن سعد ۲/۳۷۔ واقدی ۱/۲۰۳۔۲۰۴۔ اس میں واقدی کذاب اور متروک ہے۔

احد میں جانے والے اسلامی لشکر کا معائنہ

مولانا مبارک پوری لکھتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے ''شیخان'' نامی ایک مقام تک پہنچ کر لشکر کا معائنہ فرمایا۔ جو لوگ چھوٹے یا ناقابل جنگ نظر آئے انہیں واپس کر دیا۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، اسید بن ظہیر، زید بن ثابت، زید بن ارقم، عرابہ بن اوس، عمرو بن حزم، ابو سعید خدری، زید بن حارثہ انصاری اور سعد بن حبہ رضی اللہ عنہم۔ اسی فہرست میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ حوالہ کوئی نہیں۔ ناموں کی فہرست طبری نے واقدی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اور واقدی متروک ہے۔ (طبری ۱۲/۳)

سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کی کشتی

مولانا مبارک پوری لکھتے ہیں: البتہ صغر سنی کے باوجود حضرت رافع بن خدیج اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما کو جنگ میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیرانداز تھے۔ اس لیے انہیں اجازت مل گئی۔ جب انہیں اجازت مل گئی تو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو رافع سے زیادہ طاقتور ہوں، میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے اپنے سامنے دونوں کشتی لڑوائی اور واقعتہ سمرہ رضی اللہ عنہ نے رافع رضی اللہ عنہ کو پچھاڑ دیا۔ لہٰذا انہیں بھی اجازت مل گئی۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ مولانا نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس کو بھی طبری نے (۱۳/۳) میں واقدی (۲۱۶/۱) کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کو شبلی نعمانی نے بھی درج کیا ہے۔ لیکن انہوں نے بھی حوالہ نہیں دیا۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شامل ہونے کے لیے انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے

شبلی نعمانی کہتے ہیں: بچوں کی جاں نثاری کا یہ ذوق تھا کہ نوجوانوں میں سے جب رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو واپس جاؤ۔ تو انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد راونچا نظر آئے، چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ لے لیے گئے۔ [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ مولانا شبلی نعمانی نے طبری کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن طبری نے اس کو واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (طبری ۳/۱۲۔ واقدی ۱/۲۱۶)

ابو طالب بیمار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو تندرست ہو گئے

ابو طالب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۵ برس عمر میں بڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے نہایت محبت تھی، ایک دفعہ وہ بیمار پڑے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے گئے تو انہوں نے کہا، بھتیجے! جس خدا نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعا نہیں مانگتا کہ مجھ کو اچھا کر دے۔ آپ نے دعا کی اور وہ اچھے ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا خدا تیرا کہنا مانتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''آپ بھی اگر خدا کا کہنا مانیں تو وہ بھی آپ کا کہنا مانے۔'' [1]

[1] اسنادہ ضعیف۔ شبلی نے الاصابہ کا حوالہ دیا ہے سند میں ہیثم البکاء راوی ضعیف ہے۔ میزان الاعتدال للذھبی (۷/۱۰۵) المغنی (۲/۷۱۵) الضعفاء والمتروکین (۳/۱۷۸) الضعفاء الکبیر (۴/۲۵۵) المجروحین (۳/۹۱)۔

خباب بن ارت کو کوئلوں پر لٹایا جاتا ہے۔

شبلی لکھتے ہیں: حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، تمیم کے قبیلہ سے تھے، جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیے گئے تھے۔ ام انمار نے خرید لیا تھا، یہ اس زمانہ میں اسلام لائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں مقیم تھے، اور صرف چھ سات شخص اسلام لا چکے تھے۔ قریش نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، ایک دن کوئلے جلا کر زمین پر بچھائے، اس پر چت لٹایا، ایک شخص چھاتی پر پاؤں رکھے رہا کہ کروٹ بدلنے نہ پائیں، یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو گئے، خباب رضی اللہ عنہ نے مدتوں کے بعد جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا تو پیٹھ کھول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح بالکل سپید تھی۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ طبقات ابن سعد (۳/۱۶۵) اس کی سند میں حبان بن علی اور مجالد کے نام آتے ہیں۔ یہ دونوں ضعیف ہیں۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو لیلیٰ کندی سے روایت ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: قریب آ کر بیٹھو، اس جگہ بیٹھنے کا حق آپ سے زیادہ کسی کو نہیں، سوائے عمار رضی اللہ عنہ کے۔ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشرکین کی اذیتوں کے نتیجے میں کمر پر پڑ جانے والے نشانات دکھانے لگے۔ سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ فضائل خباب حدیث رقم ۱۵۳۔ اس میں ابو اسحاق مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔

شعب میں محصوری کی دوران حکیم بن حزام نے گیہوں بھیجے تو ابو جہل نے چھین لیے

شبلی کہتے ہیں: ابن سعد نے روایت کی ہے کہ بچے جب بھوک سے روتے تھے تو باہر آواز آتی تھی، قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ لیکن بعض رحمدلوں کو ترس بھی آتا تھا۔ ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا۔ تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے۔ راہ میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا۔ اتفاق

سے ابوالبختری کہیں سے آ گیا، وہ اگرچہ کافر تھا، لیکن اس کو رحم آیا اور کہا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لیے بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ اصلاً یہ روایت ابن اسحاق کی ہے جس کی سند مزکور نہیں۔ ابن هشام (۱/۳۵۳) موسیٰ بن عقبہ نے بھی زہری سے مرسلاً (ضعیف سند سے) نقل کیا ہے۔ تاریخ اسلام للذهبی (۲/۲۲۱).

صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا نام ونسب اور قبول اسلام

شبلی لکھتے ہیں: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ یہ رومی مشہور ہیں۔ لیکن درحقیقت رومی نہ تھے، ان کے والد سنان کسریٰ کی ابلہ کے حاکم تھے، اور ان کا خاندان موصل میں آباد تھا، ایک دفعہ رومیوں نے اس نواح پر حملہ کیا، اور جن لوگوں کو قید کر کے لے گئے ان میں صہیب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ روم میں پلے۔ اس لیے عربی زبان اچھی طرح بول نہ سکتے تھے، ایک عرب نے ان کو خریدا اور مکہ میں لایا یہاں عبداللہ بن جدعان نے ان کو خرید کر کے آزاد کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت اسلام شروع کی تو یہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ایک ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ترغیب دی اور یہ مسلمان ہو گئے۔ قریش ان کو اس قدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ ❶

❶ اسنادہ ضعیف۔ شبلی نے کوئی حوالہ نہیں دیا یہ ابن سعد کا قول ہے لیکن ابن سعد نے سند بیان نہیں کی طبقات ابن سعد (۳/۲۲۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ترغیب دی اور یہ مسلمان ہو گئے۔ یہ ابن سعد کی روایت ہے جو واقدی کذاب، متروک سے مروی ہے۔ ابن سعد (۳/۲۲۷) قریش ان کو اس قدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے، اس کا بھی شبلی نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ابن سعد نے یہ مضمون واقدی سے نقل کیا ہے۔ ابن سعد (۳/۲۴۸).

علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے میری خوشبو تجھ پر سلام ہو۔ میں دنیا میں سے بہترین خوشبو کی تجھے وصیت کرتا ہوں۔ ابھی کچھ دن بعد تیرے دونوں ستون گر جائیں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فرمایا یہ تیرے دوستونوں میں سے ایک ستون ہے لیکن جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو فرمایا یہ تیرا دوسرا ستون ہے۔(میزان الاعتدال : ٦/ ٣٨٠)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد کس طرح یہ بات بیان فرمائی کہ تیرا یہ پہلا ستون گرا اور کس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پر یہ بیان کیا کہ تیرا دوسرا ستون گرا۔ ہوسکتا ہے یہ بھی کوئی حیات النبی کی قسم کا کوئی مسئلہ ہو اور ہماری سمجھ سے بالاتر ہو۔

کدیمی:

اس کا راوی محمد بن یونس بن موسی القرشی السامی البصری ہے جو کدیمی سے مشہور ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنہیں اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ ابوداؤد، موسیٰ بن ہارون اور قاسم المطرز کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس کی تعریف تو صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو اس کے حال سے باخبر نہ ہو۔

ابوبکر احمد بن المطلب الہاشمی کا بیان ہے کہ ہم ایک روزہ قاسم بن زکریا المطرز کی حدیث سن رہے تھے اتنے میں ان کی کتاب میں کدیمی کی حدیث آئی۔ انہوں نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ محمد بن عبدالجبار کدیمی سے اکثر روایات نقل کرتے تھے انہوں نے کدیمی کی روایات پڑھنے پر اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا جب میں کل اللہ کو حساب دوں گا تو

یہ بھی کہوں گا کہ یہ کدیمی آپ کے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔(میزان الاعتدال : ۳۸۰/٦) ترجمہ (٤٧٩٠) اس کا انتقال (۲۸٦ھ) میں ہوا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ کدیمی متروک ہے۔(کتاب الضعفاء و المتروکین ص : ١٠٠ للدارقطنی)۔

حماد بن عیسیٰ الجہنی:

کدیمی نے یہ روایت حماد بن عیسیٰ الجہنی سے نقل کی ہے۔ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حماد ابن جریج اور جعفر بن محمد کے نام سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔ابوداؤد اور ابوحاتم نے اسے ضعیف کہا ہے۔(میزان الاعتدال: ج۲، ص: ۳٦۹۔ تقریب ۱/۱۹۷۔ ضعفاء ابن جوزی: ۲۳٤۱)۔

علی امام الاولیاء ہیں

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اسلمی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں عہد لیا کہ علی رضی اللہ عنہ ہدایت کے جھنڈے۔ امام الاولیاء اور ایسا کلمہ ہیں جو اللہ نے متقین پر لازم کیا ہے۔ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا اس نے مجھ ﷺ سے محبت کی۔(میزان الاعتدال : ٢٧/٤) لسان المیزان (٢٢٩/٣) ترجمہ عباد بن الجعفی ۔ واخرجہ ابو نعیم فی الحلیة (٦٦/١۔٦٧) السیوطی فی اللالی (١٨٨/١) و ابن جوزی فی العلل (٢٣٩/٢) (٣٨٠) ذہبی کا بیان ہے یہ روایت باطل ہے۔ اور اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں۔ اور ولیوں کا یہ چکر تین سو سال بعد وجود میں آیا۔ جو اسلام میں ایک بدعت ہے۔

اے علی رضی اللہ عنہ تجھے جس نے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ جس

نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا۔ اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ (میزان الاعتدال: ج۳، ص ۳۰) مستدرك حاكم (۳/۱۲۳) حديث رقم (٤٦٢٤) ذہبی کا بیان ہے یہ روایت منکر ہے۔ اس کا راوی ابوالجحاف داؤد بن ابی عوف ہے۔

ابوالجحاف:

اسے اگرچہ احمد، یحییٰ، نسائی اور ابوحاتم نے ثقہ قرار دیا ہے لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابل حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں مروی ہوتی ہیں۔ (میزان الاعتدال: ۳/۳۰)

ابوالجحاف نے اسے ابومعاویہ سے روایت کیا ہے۔ اور میزان کے ایک نسخہ میں ہے کہ معاویہ سے روایت کیا ہے وہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ہم نے رجال کی کتابیں چھانیں۔ لیکن ہمیں کوئی ایسا ابومعاویہ نہ ملا جس نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایات سنی ہوں یہی حال معاویہ نامی شخص کا ہے کہ تابعین میں کوئی معاویہ نامی ایسا شخص موجود نہیں جس نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایات سنی ہوں۔

ہاں یہ ممکن ضرور ہے کہ صحابہ میں سے کسی معاویہ رضی اللہ عنہ نامی فرد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہو۔ صحابہ میں متعدد افراد کا نام معاویہ ہے۔ مثلاً معاویۃ بن الحکم السلمی، معاویۃ بن حیدۃ القشیری اور معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس ابوالجحاف نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ یہ تبع تابعی ہے۔ الغرض ہر صورت میں ایک راوی مجہول ہے اور درمیان میں سے روایت منقطع ہے۔

جو یاقوت کی سرخ شاخ چاہے وہ علی سے محبت کرے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سرخ یاقوت کی شاخ چاہے وہ حب علی رضی اللہ عنہ کا لازم پکڑ لے۔ (میزان الاعتدال: ۳/۴۵) المغنی

(۲۲۳/۱) الضعفاء والمتروکین (۲۷۱/۱) المجروحین لابن حبان (۲۹۱/۱)

ابن حبان لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن دلیل نے ایک موضوع کتاب اپنے باپ سے نقل کی ہے میں تمام روایات سدی کے ذریعہ حضرت زید بن ارقم سے منقول ہیں۔ یہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہیں۔ اور روایات کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ ان میں سے ایک مردود روایت مذکورہ روایت ہے۔ میزان یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ روایت کس کی وضع کردہ ہے کیونکہ اس کے تمام روایت یعنی عبدالملک بن دلیل بن عبدالملک اور سدی سب کذاب ہیں۔ اس کا راوی دلیل بن عبدالملک ہے جس نے اپنے باپ سے ایک موضوع نسخہ نقل کیا ہے۔ جس کا بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

سدی دو ہیں سدی کبیر اور سدی صغیر اور اتفاق سے ہر دو رافضی ہیں۔

اے علی رضی اللہ عنہ میرے بعد جو اختلاف ہوگا تو اسے ظاہر کرے گا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے بعد امت میں جو اختلاف پیدا ہوگا تو اسے ظاہر کرے گا۔ (میزان الاعتدال: ۴۴۹/۳) و اخرجہ ابن حبان فی المجروحین (۳۸۰/۱) والحاکم فی المستدرک (۱۲۲/۳) حدیث رقم (۴۶۲۰)

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اور اس جنگ میں شریک ہوئے جو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر لڑی۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اصل اختلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا کہ انہوں نے قاتلین عثمان کا ساتھ دیا۔

اس کہانی کا راوی بھی وہی ضرار بن صرد الکوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس سے نقل کرنے والا زکریا بن یحییٰ الکوفی ہے۔

زکریا بن یحییٰ الکوفی:

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس زکریا کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ برا آدمی ہے۔ بدترین قسم کی کہانیاں بیان کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس نے تو مجھ سے کہا تھا کہ مجھ سے یحییٰ بن معین نے روایات لکھی ہیں۔ انہوں نے منہ پھیر لیا اور اللہ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ نہ تو وہ اس کے پاس گئے اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی۔ اور فرمایا وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس زکریا کو اس میں دھکا دے دیا جائے۔

اس نے یہ کہانی نقل کی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الٰــه الا اللہ محــمــد رســول الله علی اخو رسول الله۔ اور یہ عبارت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۲، ص: ۷۵) نسائی لکھتے ہیں زکریا بن یحییٰ الکسائی متروک الحدیث ہے۔ ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۴۳۔) دارقطنی کا بیان ہے۔ کہ زکریا بن یحییٰ الکسائی الکوفی متروک ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی (ص: ۹۵)

علی رضی اللہ عنہ میرے علم کا تھیلا ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی میرے علم کا تھیلا ہیں۔ (میزان الاعتدال: ۴۴۹/۳) اخرجه ابن عدی فی الکامل واوردہ ابن جوزی فی العلل (۲۲۲/۱) یعنی اگر خدانخواستہ علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم سے محروم رہ جاتے اور بہر صورت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تو علم ہی علم ہوتا۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم میں تھیلے کے محتاج ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کے باوجود حضرت

علی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرتے رہے۔ ان نکتہ چینیوں کا تماشا دیکھنا ہو تو طبری ملاحظہ فرمالیں۔

ضرار بن صرد الکوفی:

اس کی کنیت ابو نعیم ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں اصل کذاب دو ہیں ایک ضرار بن صرد اور ایک ابو نعیم النخعی۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ ہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابو حاتم فرماتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۳۲۷۔ نسائی لکھتے ہیں۔ یہ ضرار بن صرد متروک ہے۔ اس کی کنیت ابو نعیم ہے۔ (الضعفاء والمتروکین للنسائی: ٥٦) دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص: ١٠٦)

یحییٰ بن عیسیٰ الرملی:

ضرار نے یہ روایت یحییٰ بن عیسیٰ الرملی سے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے یحییٰ ابن معین کہتے ہیں وہ کچھ نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات کوئی دوسرا نقل نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال: ج ٤۔ ص ٤٠١)

عبایہ:

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی عبایہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ یہ وہی عبایہ ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ داستاں نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہانی بھی نقل کی ہے۔ کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر میں دوبارہ قتل کیا جاؤں گا۔ (میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۲۷۷)

علی رضی اللہ عنہ تو میری جان ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں نے آپ کو کبھی علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ کہتے نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ تو میرا نفس ہے اور کوئی اپنے نفس کے بارے میں کوئی بات نہیں کہتا۔ (میزان الاعتدال : ۴۷۷/۳) (ذکرہ المتقی الهندی فی کنز العمال برقم : ۳۵۶۳۹)

حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے میدان صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مدمقابل آئے اور جو اپنے والد کی وفات کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے مصر کے گورنر بنائے گئے اور یزید کے آخری دور میں انتقال فرمایا۔

دراصل اس روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قول اور اس کا جواب موضوع ہے۔ اور یہ حدیث صحیح میں زیادتی کی گئی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس زیادتی کا راوی ظفر بن محمد الخذاء ہے جو ان الفاظ کو ابو الربیع الزہرانی سے نقل کر رہا ہے۔ ان دونوں میں کسی نے حدیث صحیح میں اضافہ کیا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ زیادت موضوع ہے۔ خواہ ظفر بن محمد نے کی ہو یا اس کے استاد نے۔

حجاج بن ارطات:

اس کا ایک راوی حجاج بن ارطات ہے جو مشہور فقیہ ہے لیکن روایت حدیث میں کمزور ہے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اس کے سر سے جو کچھ نکلتا ہے۔ اب اسے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں۔

عجلی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ ہے مفتی ہے۔ لیکن اس میں بڑائی کا مادہ ہے۔ یحییٰ ابن ابی کثیر سے مرسل روایات نقل کرتا ہے حالانکہ یحییٰ سے اس نے کوئی روایت نہیں سنی۔ اس پر تدلیس کا عیب لگایا گیا ہے۔ اس نے چھ سو کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ سچا ہے لیکن قوی نہیں۔ تدلیس سے کام لیتا ہے۔ یحییٰ بن یعلی المحاربی کا بیان ہے کہ ہمیں زائدہ نے اس امر کا حکم دیا کہ ہم حجاج بن ارطات کی حدیث ترک کر دیں۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس حجاج نے زہری کو نہیں دیکھا اور زہری اس حجاج کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے۔ وہ حجاج بن ارطات اور محمد بن اسحاق کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔

پل صراط پر عباس رضی اللہ عنہ، حمزہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوں گے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد الٰہی وعلی الاعراف رجال کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اعراف پل صراط پر ایک ٹیلہ ہوگا جس پر عباس، حمزہ اور علی رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوں گے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کو چہرہ دیکھ کر پہچانیں گے کہ ان کے چاہنے والوں کے چہرے سپید ہوں گے۔ اور ان سے بغض رکھنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (میزان الاعتدال: ج ۴ ص ۳۔ ترجمہ: ۳۴۱۳)

حیرت ہے کہ آیت کریمہ میں اعراف کا ذکر ہو رہا ہے۔ اعراف چہار دیواری کو کہتے ہیں۔ اور راوی پل صراط پر ٹیلا بنا رہا ہے اور اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چہرے پہچاننے کے لیے بٹھایا ہے۔ لیکن بنو عباس رضی اللہ عنہ اور بنو علی رضی اللہ عنہ میں ہمیشہ جنگ جاری رہی لہٰذا یہ فیصلہ بڑا دشوار ہوگا کہ کس کے چہرے سپید ہیں اور کس کے سیاہ کیونکہ خلافت بنو عباس رضی اللہ عنہ کے دور میں شعیان علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ بغاوت کرتے رہے۔ (لہٰذا یا تو شیعان علی رضی اللہ عنہ کے چہرے روشن ہوں گے یا شعیان عباس رضی اللہ عنہ کے جوان سے لڑتے رہے۔ اور دونوں کے روشن ہونا ممکن نہیں۔

رہ گئے بے چارے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کا نام نہ عباسی رضی اللہ عنہ لیتے ہیں اور نہ علوی رضی اللہ عنہ۔ انہیں تو اس ٹیلہ پر صرف ایک مہرہ بنا کر بٹھایا جائے گا۔ ان بے چاروں کو کوئی عباسی اور کوئی علوی جانتا بھی نہ ہوگا۔

اعراف چہادیواری کو بولتے ہیں۔ اور پل صراط دوزخ پر ایک پل ہوگا جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارے کھڑے کہتے ہوں گے۔ رب

سلم اے میرے رب محفوظ رکھ۔ پل صراط سے گزرنے والے یا بخیر وخوبی گزریں گے یا کٹ کو جہنم میں گریں گے۔ ظاہر ہے کہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ تو کٹ کر دوزخ میں خود ہی گر جائیں گے۔

عاصم بن سلیمان:

ابوشعیب التیمی الکوزی البصری۔ کوز ایک قبیلہ ہے جس کی جانب یہ منسوب ہے۔ ہشام بن عروہ اور ایک جماعت سے اس نے حدیث روایت کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ میں نے اس جیسا احادیث وضع کرنے والا نہیں دیکھا۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں کذاب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث لکھنا بھی جائز نہیں مگر بغرض تعجب ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۳۵۱۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۵ الضعفاء والمتروکین للنسائی ۱۹)

جویبر:

عاصم نے یہ روایت جویبر سے نقل کی ہے۔ جویبر سے مراد جویبر بن سعید ابو القاسم الازدی البلخی ہے جو مشہور مفسر ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات نقل کرتا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں جوزجانی کہتے ہیں یہ اس قابل نہیں کہ اس کی جانب توجہ بھی دی جائے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۴۲۷۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص: ۲۸۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۷۳)

بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ میں اس جویبر کو دو روایات کی وجہ سے پہچانتا ہوں۔ پھر اس کے بعد وہ روایات بیان کیں لیکن

اس کے بعد ضعیف قرار دیے گئے۔ (تاریخ الصغیر : ۲۷)

ضحاک بن مزاحم البلخی:

جو بیر نے یہ روایت ضحاک بن مزاحم سے نقل کی ہے، یہ مشہور مفسر ہے بچوں کو ادب سکھاتا تھا۔ شعبہ کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات تک نہیں کی۔ عبدالملک بن میسرہ کا بیان ہے کہ یہ ضحاک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملا نہیں بلکہ اس نے تفسیر سعید بن جبیر سے حاصل کی تھی۔ لیکن یہ ضحاک درمیان سے سعید کا نام گراتا اور خود کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔

مشاش کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا تک نہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ اگر چہ اسے یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور ابوزرعہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ سب پر اعتراض ہے۔ (میزان الاعتدال : ج۲۔۳۲۵)

مومنین کے لیے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ یہ آیت اس طرح تلاوت فرماتے۔

﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ بعلي﴾ (میزان الاعتدال : ٤/ ٤٤)

"اور اللہ مومنین کی جانب سے قتال میں کافی ہے (علی کے ساتھ مل کر)۔"

قرآن مجید کی آیت اتنی ہے۔ ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ اس آیت کریمہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے بعلی کا اضافہ کیا گیا۔ اور اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی، تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ قرآن ناقص ہے بقول روافض قرآن کے چالیس پاروں

میں دس پارے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ میں امام غائب کی حاضری تک غائب کر دیئے تھے۔ اور اس قرآن میں بھی بہت سے اضافات تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں تھے عثمان رضی اللہ عنہ انہیں کھا گئے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قرآن کو عثمان رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں کیا۔ اتفاق سے وہ رافضیوں کے ہاتھ آ گیا تھا۔ اس میں یہ آیت بھی تھی جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔

عباد بن یعقوب:

اس روایت کا راوی عباد بن یعقوب الرواجنی الکوفی ہے جو انتہائی غالی شیعہ ہے۔ بلکہ اس کا شمار سرداران شیعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی روایات بخاری۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں۔

ابو حاتم راوی کا بیان ہے کہ یہ شخص ثقہ ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ عباد اپنے دین میں متہم ہے لیکن روایت حدیث میں ثقہ ہے۔ غالباً یہی تخیل امام بخاری کا ہے۔

عبدان الاہوازی کا بیان ہے کہ عباد بن یعقوب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گولیاں دیتا تھا۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس نے فضائل میں متعدد منکر احادیث روایت کی ہیں (جن میں سے ایک پیش کردہ روایت یہ بھی ہے)۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا۔ اور میں نے اسے یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو جنت میں داخل کرے جنہوں نے علی کی بیعت کر کے توڑ دی اور پھر علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔

قاسم بن زکریا المطرز کا بیان ہے کہ میں حدیث سننے کے لیے عباد کے پاس گیا۔ اور اس کا قاعدہ تھا کہ جو شخص اس سے روایات سننے آتا تو اس کا امتحان لیتا کہ وہ سنی ہے یا شیعہ میں جب اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ سمندر کس نے کھودا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ نے اس نے کہا اللہ نے کھودا ہوگا (گویا کہ وہ ختم ہو گیا ہوگا) تم میرے سوال کا

جواب دو۔ میں نے عرض کیا آپ ہی بتا دیں۔ اس نے جواب دیا علی رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا سمندر جاری کس نے کیا۔ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے جاری کیا ہوگا تم میرے سوال کا جواب دو میں نے کہا آپ ہی بتا دیں۔ اس نے جواب دیا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے۔

قاسم کا بیان ہے کہ یہ عباد نابینا تھا۔ میری اچانک نظر پڑی کہ اس کے گھر میں تلوار لٹکی ہوئی ہے میں نے اس سے سوال کیا کہ تم نے یہ تلوار کس لیے رکھی ہے۔ کہنے لگا مہدی کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرنے کے لیے۔ مجھے اس شخص سے جتنی روایات سنی تھیں جب انہیں سن چکا تو پھر میں اس کے پاس گیا۔ اس نے سوال کیا سمندر کس نے کھودا؟ میں نے جواب دیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھودا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے جاری کیا۔ پھر میں وہاں سے اچھل کر بھاگا اور وہ پیچھے سے چیختا رہا اس اللہ کے دشمن فاسق کو پکڑو اور قتل کرو۔

محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ میں نے عباد کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر تبرا نہیں کرتا۔ اس کا حشر بھی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔ ابن حبان لکھتے ہیں اس کا انتقال ۲۵۰ھ میں ہوا۔ یہ لوگوں کو رفض کی دعوت دیتا تھا۔

(میزان الاعتدال: ج٤، ص: ٤٤۔ تقریب: ١/٣٩٤۔ المجروحین لابن حبان: ٢/١٧٢۔ دیوان الضعفاء ترجمہ: ٢٠٨٨۔ الکاشف: ٢/ت٢٦٠٣۔ معجم البلدان: ٣/١١٩۔ العبر: ١/٤٥٦) عباد نے یہ روایت فضل بن القاسم سے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں میں اسے نہیں جانتا۔ اس روایت کے بقیہ روایت ثقہ اور اہل سنت ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کا تیار کرنے والا عباد بن یعقوب الرواجنی ہے یا فضل بن القاسم۔ اور فضل بن القاسم کا رجال و تاریخ میں کوئی وجود نہیں ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی موہمی پرندہ ہو اور اس کے نام سے یہ روایت وضع کی گئی ہو۔ اس صورت میں اس کا واضع عباد ہوگا۔ اسی باعث ابن عدی اور ذہبی نے یہ روایت عباد کے تذکرہ میں ذکر کی ہے۔ اس روایت کی موجودگی میں یہ دعویٰ کہ یہ رافضی سچا ہے۔ باطل ہے۔ اسی وجہ سے مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے اس کی روایت نہیں لیں۔

سوید:

جنیدی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس سوید پر اعتراض ہے۔ یہ نابینا ہو گیا تھا تو جو شخص چاہتا اسے تلقین کر کے کہلوا لیتا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس کے سامنے بعض غلط چیزیں پڑھی گئیں اور یہ ان کی تصدیق کرتا۔

یحییٰ بن معین نے اسے برا کہا اور اسے کذاب کہا ابن الجوزی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے اس سوید نے امام مالک سے موطا بھی روایت کی ہے۔ کہا جاتا ہے اس نے موطا پس دیوار سے سنی تھی۔ اس لیے یہ سوید ضعیف کے زیادہ قریب ہے۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں۔ یہ شخص حلال الدم ہے۔ یعنی اس کا خون مباح ہے۔ اور حسین بن فہم نے یحیی سے نقل کیا ہے۔ اللہ اس پر کبھی رحمت نازل نہ فرمائے۔

ابوبکر الاعین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا یہ عیش کا پروردہ بوڑھا ہے۔ اس نے بالسند یہ روایت پیش کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو ہمارے دین میں اپنی رائے سے کوئی بات کہے اسے قتل کر دو۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کے بارے میں یحییٰ نے کہا تھا کاش میرے پاس ایک ڈھال اور ایک تلوار ہوتی تو میں اس سوید سے جہاد کرتا۔

حاکم کا بیان ہے کہ یحییٰ نے اس سوید پر اس حدیث کے باعث اعتراض کیا۔ کہ جس شخص نے عشق کیا۔ اسے چھپایا، اور پاک دامن رہا۔ اور پھر اس حال میں مر گیا تو وہ شہادت کی موت مرا جب یحیی کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور نیزہ ہوتا میں سوید سے جا کر جہاد کرتا۔

ابراہیم بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے امام مسلم سے سوال کیا۔ آپ نے سوید کی

روایت جو اپنی صحیح میں نقل کی ہے اس کا جواز کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں حفص بن میسرہ کا نسخہ کہاں سے نقل کرتا۔ کیونکہ اس کا نسخہ تو اسی کے پاس ہے۔

سوید سو سال تک زندہ رہا ۲۴۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتال میں شبہ کرے۔ وہ کافر ہے۔

ہمارے لیے مصیبت یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ۷۸ھ تک حیات رہے اور تادم مرگ کسی ایسی جنگ میں کبھی حصہ نہیں لیا جو کسی مسلم نے مسلم کے خلاف لڑی ہو۔ حتیٰ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ساتھ نہیں دیا۔

تو وہ ایسی بات کیسے فرما سکتے تھے۔ یہ بات تو کسی تقیہ باز نے کی ہو گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس امیر کی بیعت کرتے اس کے ساتھ جنگ میں شرکت سے گریز نہ کرتے کیونکہ اس طرح جنگ نہ کرنا بیعت سے انحراف ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام کی مانند حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔

میں اس کا دشمن ہوں جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اللہ میرا دوست ہے اور میں تیرا دوست ہوں۔ جو تجھ سے دشمنی رکھے میں اس کا دشمن ہوں۔ اور جو تجھ سے دوستی رکھے میں اس کا دوست ہوں۔ (میزان الاعتدال : ۳/۱۱۰)

زکریا بن یحییٰ:

اس کا راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی الکوفی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ بدترین انسان ہے اور بدترین

قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ میں نے کہا مجھ سے تو وہ یہ کہہ رہا تھا کہ یحییٰ بن معین نے مجھ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ یہ سن کر امام یحییٰ نے منہ پھیر لیا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر کہا میں تو اس کے پاس کبھی نہیں گیا۔ اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی ہے۔ وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس میں اسے دھکہ دے دیا جائے۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔
میزان الاعتدال: (۳/۱۱۰) الضعفاء والمتروكين (۱/۲۹۵) الضعفاء الکبیر (۲/۸۶) الجرح والتعدیل (۳/۵۹۵) اس زکریا نے یہ روایت علی بن القاسم الکوفی سے نقل کی ہے اور وہ اسے معلیٰ بن عرفان سے نقل کرتے ہیں۔

معلیٰ بن عرفان:

یہ اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ معلیٰ کچھ نہیں بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان الاعتدال: ج ٤، ص: ١٤٨۔ نسائی کا بیان ہے۔ یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروكين للنسائی، ص ۹۷۔
ذہبی لکھتے ہیں یہ غالی شیعوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے چچا شقیق کے واسطے سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود جنگ صفین میں حاضر ہوئے۔ (حالانکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین سے چار سال قبل انتقال کر چکے تھے اور اس کے چچا شقیق ان لوگوں میں داخل تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو قاتل عثمان رضی اللہ عنہ تصور کرتے رہے۔ (میزان الاعتدال: ج ٤، ص ١٤٩)۔ گویا یہ روایت جہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ وہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد شقیق پر جھوٹ ہے۔

جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا۔ اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑا۔ اس نے مجھے چھوڑا۔ اور جس نے

علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے مجھ سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔ (میزان الاعتدال: ۳/۷۵۔ ترجمہ (۳۴۱۳)

اس داستان کا راوی رزین الکوفی الاعمیٰ ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ ازدی کہتے ہیں۔ یہ متروک ہے۔ اس سے حبیب ابن ابی ثابت نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ پھر ازدی نے اس رزین کی ان باطل روایات میں سے گزشتہ روایت کو پیش کیا۔ (میزان الاعتدال)

میرا خیال ہے کہ اس رزین الکوفی الاعمی سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ رزین الکوفی مجہول ہے۔ (تقریب: ص ۱۰۳)

چونکہ اکثر صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی بلکہ صرف آٹھ دس صحابہ نے بیعت کی جب کہ صحابہ کی تعداد اس وقت ۸۰ اور نوے ہزار کے درمیان تھی۔ حتیٰ کہ ان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت نہیں کی جن کی جانب یہ روایت منسوب کی گئی۔ بلکہ وہ مدینہ میں مروان کے قائم مقام رہے۔ الغرض تمام صحابہ نے حضور کو بھی چھوڑا اور اللہ کو بھی چھوڑا۔

اگر زمین و آسمان ایک پلے میں اور علی رضی اللہ عنہ کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے تو علی رضی اللہ عنہ کا ایمان بھاری رہے گا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر زمین و آسمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور ایمان علی رضی اللہ عنہ ایک پلے میں رکھا جائے تو ایمان علی رضی اللہ عنہ بھاری رہے گا۔ (میزان الاعتدال: ۶/۸۴۔ تقریب التهذيب (۲/۱۵٤)۔ الكاشف (۹/۹٦)۔ معجم الثقات (۱۰۰)۔ تنزيه الشريعة (۱/۱۰۲)

محمد بن تسنیم:

اس کا راوی محمد بن تسنیم الوراق ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میں اس کے حال سے واقف نہیں۔ اور اس کی یہ روایت باطل ہے۔

یہ روایت ابن عساکر نے بیان کی ہے۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اس بات کے قائل تھے کہ سب سے اول ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر وہ خود پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، اور وہ چھ افراد ہیں جنہیں شوریٰ کے لیے انہوں نے چنا تھا۔ ان میں سب سے بہتر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ غالباً ابن عساکر نے چھٹی صدی میں یہ خواب دیکھا تھا۔

تخلیق آدم علیہ السلام سے چار ہزار سال قبل میں اور علی رضی اللہ عنہ نور تھے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے چار ہزار سال قبل میں اور علی رضی اللہ عنہ نور تھے۔ جو ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے۔

(میزان الاعتدال: ۲/۲۵۸)

ہم آج تک یہ طے نہ کر سکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تخلیق کس شے سے ہوئی۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو کے لیے ایک مخصوص قسم کی مٹی درکار ہوئی۔ ان ہر دو افراد کو آدم علیہ السلام سے جداگانہ پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علی رضی اللہ عنہ، ہارون علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ نور سے پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور کسی میں سال بڑھائے گئے۔ اسی لیے ہمارے اہل سنت میں یہ مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اور پھر اس کام کے لیے روایات کا سہارا تھاما گیا۔ اور اس میں مزید پھر یہ اضافہ کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ حالانکہ نور خود مخلوق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے

ظلمت اور نور کو پیدا فرمایا۔'' اور ارشاد فرمایا: ﴿وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ o﴾ ''اور جس کے لیے اللہ نور پیدا نہ فرمائے اسے نور کیسے حاصل ہوگا۔''

نور خود مخلوق ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے بڑا درجہ انسان کا متعین فرمایا اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾ ''اور ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔''

اور جب انسان فرشتوں سے معزز و مکرم ہو اور فرشتے نورانی مخلوق میں سب سے افضل ہیں لہٰذا از روئے قرآن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق نہیں۔ اور جو شخص انسان کو نورانی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ انسان کو ایک معزز مقام سے گرا کر ایک کمتر مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ نورانی مخلوق میں سب سے بڑا مقام فرشتوں کا ہے۔ لیکن جب اس سے انسان کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور انسان مسجود بنتا ہے تو فرشتوں کا مقام انسانوں سے خود کمتر ثابت ہوتا ہے۔ اور رہ گیا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ خود نور ہے اور اس نے اپنے نور کے اجزا کیے جن میں سے ایک حصہ سے حضور ﷺ کو پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ o﴾

''اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔''

تو جتنے انسان پیدا ہوئے ان کا مادہ مٹی ہے نور نہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ اپنے نور سے کسی کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اس طرح الوہیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ سادات میں الوہیت آ جائے گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے احناف بھائی آج تک سادات کو پوجتے آ رہے ہیں۔ بلکہ جسے پوجنا چاہا اسے اولاً سادات بنایا اور پھر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس روایت کا راوی حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید ہے اور ذئب (بھیڑیا) کے لقب سے مشہور ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حسن بن علی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے ابن

خراش سے چودہ روایات نقل کی ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے۔ جنہیں روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ اس نے بعد میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوا اس کا دعویٰ تھا کہ میرا ایک بار بصرہ سے گزر ہوا تو وہاں میں نے ایک جگہ دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے ارد گرد جمع تھے۔ میں نے اسے اچک کر اس طرح دیکھا جس طرح کوئی بچہ دیکھتا ہے۔ میں نے لوگوں سے سوال کیا یہ کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ خراش ہے جو حضرت انس بن مالک کا شاگرد ہے اس کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال ہے۔ اسی حسن بن علی کا بیان ہے کہ میں لوگوں کو چیرتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ لوگ ان سے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں ایک شخص کے ہاتھ سے قلم لے کر اپنے جوتے کے نیچے تلوے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں چودہ احادیث لکھیں اور یہ ۲۲۲ھ کا واقعہ ہے۔ میری عمر اس وقت بارہ سال تھی۔

اس سے آپ حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس خبیث کے نزدیک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے۔ اور آپ حضرات اس سے اندازہ فرمالیں کہ اس کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہوگا؟

خراش:

اب رہا یہ سوال کہ یہ خراش کون بلا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ کہ اس گزشتہ حسن بن علی کا دعویٰ ہے کہ یہ خراش حضرت انس رضی اللہ عنہ کا خادم تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس خراش کی حدیث لکھنا بھی حلال نہیں۔ (میزان الاعتدال: ج ۱، ص ٦٥١)

ابوالاشعث:

حسن بن علی نے یہ روایت ابوالاشعث سے نقل کی ہے۔ ابوالاشعث متعدد ہیں لیکن ایسا

ابو الاشعث کوئی نہیں جو فضیل بن عیاض سے روایت نقل کرتا ہو۔ اس لحاظ سے یا تو یہ ابو الاشعث مجہول ہے اور اگر یہ مجہول نہیں تو اس کے نام سے جھوٹ وضع کیا گیا ہے۔

زاذان:

سلمان سے یہ داستان نقل کرنے والا زاذان ہے۔ اس کی کنیت ابو عمرو ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔

شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے حکم سے دریافت کیا کہ تم زاذان کی حدیث کیوں قبول نہیں کرتے انہوں نے فرمایا وہ بولتا بہت ہے۔ اور دستور ہے کہ جو بولتا زیادہ ہو وہ ہرگز محتاط نہیں رہ سکتا۔

سلمۃ بن کہیل کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر البختری ہے۔ (جو ایک رافضی ہے اور محدثین نے اس کی حدیث کو رد کیا ہے) حالانکہ اس کی اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ابو احمد الحاکم کا بیان ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ایک تاجر تھا۔ اور ہر ایک گاہک سے لڑتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر گاہک اسے شری تصور کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی، یعنی کفر سے۔ (میزان الاعتدال: ج ۲، ص ۶۳)

بریلویوں نے حضور ﷺ کے نور ہونے کا چکر اسی قسم کی روایات سے اخذ کیا ہے۔ وہ اس قسم کے مسائل میں شیعوں کے مقلد ہیں۔

اسی حسن بن علی نے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وضع کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت اور ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی انسانی حور ہے جسے نہ حیض آتا ہے نہ نفاس۔ اللہ نے اس کا فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لیے نام رکھا کہ اس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس کے محبت کرنے والوں کو آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ (اللآلئی المصنوعہ، ص: ۴۰۰)

خطیب یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ روایت ثابت نہیں۔ اس کی سند میں

متعدد راوی مجہول ہیں۔ (اللآلی المصنوعہ، ص: ٤٠٠)

قاسم بن مطیب:

نہ صرف مجہول بلکہ بعض راوی سخت مجروح ہیں جن میں سے ایک روای قاسم بن مطیب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اس کی روایت ترک کردی جائے۔

حسن بن عمرو بن سیف:

ایک اور راوی حسن بن عمرو بن سیف ہے۔ علی بن المدینی اور بخاری کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابوزرعہ رازی کا قول ہے متروک ہے۔ ابن جوزی نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال، ج ١، ص: ٥١٦)

ان دونوں کے علاوہ اس کے بقیہ تمام روایت مجہول ہیں اور خطیب سے قبل کسی مصنف نے اسے روایت نہیں کیا۔

سابقین اوّلین سے کیا مراد ہے؟

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ کی تفسیر فرمائی کہ اس سے دس قریشی اشخاص مراد ہیں۔ جن میں سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ ابن طالب اسلام لائے۔ میزان الاعتدال: (٢/٢٥٥)۔ المغنی (١/١٦٣)۔ الضعفاء الکبیر (١/٢٣٤)

حسن بن علی:

اس روایت کا راوی حسن بن علی الہمدانی ہے۔ جس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں اور یہ روایت منکر ہے۔ حسن سے یہ نقل کرنے والا اسماعیل ابن بنت السدی ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ١، ص: ٥٠٥)

امام ذہبی نے اشاروں میں گفتگو کی ہے۔ کیونکہ یہ سدی شیعہ ہے۔ گویا اس روایت میں ذہبی کے نزدیک دو عیوب ہیں۔ حالانکہ اس روایت میں مزید دو عیوب اور پائے جاتے

ہیں۔ اور وہ یہ کہ عبدالرحمٰن بن عوف کا پوتا قاسم اور پڑپوتا حمید دونوں مجہول ہیں۔ ہاں عبدالرحمٰن بن عوف کا بیٹا حمید ثقہ ہے اور مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس روایت میں مہاجرین کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین و انصار میں سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی اتباع کی۔''

گویا سابقین سے مراد صرف مہاجر نہیں بلکہ اس طبقہ میں انصار بھی داخل ہیں۔ اور وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ان دونوں طبقوں کی اتباع میں اسلام لائے۔ گویا سابقین سے مراد ابتدا میں اسلام لانے والے مراد نہیں۔ ورنہ مورخین نے سابقین مہاجرین کو نام بنام گنایا ہے۔ لیکن یہاں وہ سابقین مراد ہیں جس میں انصار بھی داخل ہیں۔ اس طرح مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ یہ آیات جنگ تبوک کے بعد نازل ہوئیں تو اس آیت میں ہزاروں مہاجر اور انصار داخل ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ سابقین اولین کون ہیں۔ بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ رضائے الٰہی کن لوگوں کو حاصل ہے۔

اگر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ سابقین اولین سے مراد مہاجرین حبشہ ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ سابقین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے پہلے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ تب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔ الغرض یہ روایت ہر طرح لغو ہے۔ بلکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر ایک اتہام ہے کہ وہ اتنی معمولی بات نہیں سمجھ سکے۔ عیاذاً باللہ

میں درخت کی طرح ہو فاطمہ اس کی جڑ، علی شاخ اور حسن وحسین اس کے پھل ہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے اس سے قبل سوال کرلو کہ احادیث میں باطل باتیں شامل نہ ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں ایک درخت کی طرح ہوں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کی جڑ ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ اس کی شاخ ہیں۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما اس کے پھل ہیں۔ اور ہمارے شیعہ اس کے ورق ہیں۔ میزان الاعتدال (۵۸۲/۶) و اخرجه ابن عدی فی الکامل۔ و ذکرہ ابن جوزی فی الموضوعات (۵/۲)۔

مینا بن ابی مینا:

ذہبی کا بیان ہے کہ شاید یہ روایت مینا بن ابی مینا نے وضع کی ہے۔ لیکن جلد چہارم میں لکھتے ہیں شاید یہ روایت ابوعبدالغنی نے وضع کی ہے۔ یعنی ان دونوں میں سے کوئی اس کا واضع ہے۔ عبدالغنی الازدی کا نام حسن بن علی بن عیسیٰ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایت کسی حال میں لینا جائز نہیں۔ (میزان الاعتدال: ۵۸۲/۶)

جہاں تک مینا ابن ابی مینا کا تعلق ہے تو اس سے عبدالرزاق کے باپ ہمام کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار یحییٰ کو یہ کہتے سنا۔ کون مینا وہی جو اپنی ماں کی پیشاب گاہ کو چھوتا ہے۔ حتیٰ کہ صحابہ کو بھی برا کہتا ہے۔ یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ (میزان الاعتدال: ج ۶، ص: ۵۸۲۔ تقریب: ۲۹۳/۲۔ الکاشف: ۱۹۴/۳۔ الجرح والتعدیل: ۱۸۱۱/۸۔ تاریخ البخاری الکبیر: ۳۱/۸۔ ضعفاء ابن جوزی: ۱۵۴/۳۔ المجروحین: ۲۲/۳)

ہمام:

اس مینا سے نقل کرنے والا ہمام بن نافع ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں اور ہمام سے اس کے بیٹے عبدالرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ ہمام سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالرزاق رافضی ہے۔ اور عبدالرزاق سے عبدالغنی کذاب نے یہ روایت نقل کی ہے۔

پھر ہمیں اس پر حیرت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ اور اتنی بڑی شاخ کو چھوڑ دیا۔ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے انہیں کبھی بھی واسطہ پیش نہیں آیا۔

قیامت کے روز اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہل سکتے۔ جب تک ہم اہل بیت کی محبت کا سوال نہ ہو جائے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کیا۔

ہم یہ پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت سے مراد بیویاں ہوتی ہیں۔ قرآن میں اہل بیت کا لفظ بیوی کے لیے آیا ہے۔ اس سے اولاد علی رضی اللہ عنہ مراد لینا، یہ رافضیوں کا مذہب ہے۔ اور اس سلسلے میں جتنی روایات مروی ہیں ان میں سے کوئی روایت ایسی نہیں جس میں کوئی شیعہ یا مجہول راوی موجود نہ ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور اسے حارث بن معکوف کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور اس راوی سے تمام دفتر احادیث میں صرف یہی روایت مروی ہے۔ یعنی اس روایت کے علاوہ حارث کا کوئی حال معلوم نہیں۔ (میزان الاعتدال : ۲/۱۷۹۔ دائرہ معارف الاعلمی (۱۵/۲۱۲) تخلیص المتشابۃ ص : ۷۶۹)

ابوبکر بن عیاش:

حارث نے یہ روایت قاری ابوبکر بن عیاش سے نقل کی ہے۔ قاری صاحب قرأت میں تو مسلمہ امام ہیں۔ لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتے ہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کے دشمن تھے جو قرآن چھوڑ کر حدیث میں اپنی عمر گزارتے تھے۔

معروف بن خربوذ:

حارث المعکوف کا بیان ہے کہ ابوبکر بن عیاش نے یہ روایت معروف بن خربوذ سے نقل کی ہے۔ یہ معروف بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں اس کی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث کیسی ہوتی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال: ج٦، ص: ٤٦٨۔ تقریب: ٢/٣٩٣۔ الکاشف: ٣/١٦٢۔ تاریخ الثقات: ٣٤٣)

علی ساقی کوثر ہیں؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں کھجور کی شاخ سے مارا اور فرمایا کیا مسجد میں لیٹے ہو حالانکہ مسجد لیٹنے کے لیے نہیں ہوتی۔ پھر آپ ہماری جانب آگے بڑھے۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ بھی آگے بڑھ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ آگے آؤ تمہارے لیے مسجد میں وہ امور حلال ہیں جو میرے لیے حلال ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تو قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو پانی پلائے گا۔ (میزان الاعتدال: ٢/٢١٠۔ ذکرہ الحافظ فی اللسان ضمن ترجمہ حرام بن عثمان)

ہمارے یہاں ساقی کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب تھا۔ اور آج بھی بہت سے افراد نبی

کریم ﷺ کو ساقی کوثر کہتے ہیں۔ لیکن ایک طبقہ اس قسم کی باتوں سے متاثر ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساقی کوثر کہہ کر پکارتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت انتہائی منکر ہے۔ اس کا راوی حرام بن عثمان الانصاری المدنی ہے۔ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں سے روایت کر رہا ہے امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اس حرام بن عثمان کی روایت قبول کرنا بھی حرام ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ غالی درجہ کا شیعہ تھا۔ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا اور مرسل کو مرفوع بناتا تھا۔ امام یحییٰ بن معین اور جوز جانی کا بیان ہے کہ اس حرام سے روایت لینا بھی حرام ہے۔ یعنی حرام ہی خود کو جابر رضی اللہ عنہ کا بیٹے قرار دیتا ہے۔ کبھی خود کا نام محمد رکھ لیتا ہے۔ اور کبھی عبدالرحمان۔ اگر تو چاہے تو وہ اپنے دس فرضی نام تجویز کر سکتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ١، ص ٤٦٨۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص: ٨٠ الضعفاء الصغیر، ص: ٣٨)

سوید بن سعید:

اس کا ایک راوی سوید بن سعید ہے۔ یہ آخر میں نابینا ہو گیا۔ جس کے بعد اگر کوئی لقمہ دیتا تو انہی الفاظ کو حدیث بنا دیتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ امام احمد اپنے دونوں بچوں کو اس کے پاس جانے دیتے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ انتہائی درجہ ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں کہ انتہائی درجہ ضعیف ہے۔ امام احمد کہتے متروک ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک نیزہ ہوتا جو اس سے جا کر جہاد کرتا۔ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ٢، ص: ٢٥١۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی، ص: ٥١) اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔

اپنی اولاد کو حب علی رضی اللہ عنہ پر پیش کرو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر پیش کریں۔ (اور دیکھیں کہ وہ حب علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں یا نہیں)

میزان الاعتدال: ۲/۲۶۱۔ و اخرجه ابن حبان فی المجروحین (۱/۲۴۱) ترجمه الحسن بن علی بن زکریا بن صالح۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کبھی اس پر خود عمل نہ کیا۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کبھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کا ساتھ دیا۔ ہاں یار لوگ ایسی باتوں سے بے وقوف ضرور بن جاتے ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ یہ حسن بن علی کی بکواس ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسی حسن سے اگرچہ بہت کم روایات مروی ہیں۔ لیکن سب موضوع ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ روایات اس نے خود وضع کی ہیں۔ (دارقطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے)۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس نام کو حیا نہیں۔ یہ شخص اتنی بات تک نہیں سوچتا کہ وہ کیا جھوٹ گھڑ رہا ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں۔ ۳۱۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (دیکھیں: میزان الاعتدال: ۲/۲۶۰)

کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے مانند ہے؟

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شوریٰ کے روز دروازے پر موجود تھا۔ اچانک آوازیں بلند ہونے لگیں اور میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی حالانکہ میں اس معاملہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق دار تھا۔ لیکن میں نے تب

بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ کافر نہ بن جائیں اور ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔

پھر لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور اللہ کی قسم میں عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق دار تھا۔ لیکن میں نے تب بھی عمر رضی اللہ عنہ کی بات سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔ اب تم عثمان رضی اللہ عنہ کو چاہتے ہو میں اس کی بھی سنوں گا۔ اور اطاعت کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے پانچ آدمیوں میں داخل کر دیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے میری فضیلت نہیں پہنچانی۔ اور نہ یہ لوگ مجھے پہچان سکے۔ اور یہ سب اس معاملہ میں برابر ہیں۔

اگر اللہ کی قسم میں کلام کروں تو کوئی عربی اور عجمی اس کے رد کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کو اپنا بھائی بنایا۔ پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسمیں دے کر سوال کرتا ہوں کیا کسی کے چچا میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ہیں۔ سب نے کہا نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کسی کا بھائی میرے بھائی ذوالجناحین (حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) کی طرح ہے جن کے پروں میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ جنت میں اڑتا پھرتا ہے۔ کیا کسی کے بیٹے میرے بیٹوں کی طرح ہیں۔ جو نوجوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تم میں کسی کی زوجہ میری زوجہ کی طرح ہے۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مشرکین کو اسی طرح قتل کرنے والا ہے۔ جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مصیبت میں کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ (لیکن افسوس کہ پھر بھی عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیا گیا)۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایک طویث روایت ہے۔ حاشا و کلا ہرگز یہ ممکن نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں فرمائی ہوں۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۱۷۸)۔ (المغنی: ۱/ ۱۴۳)

میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن

اتقی O ﴾ ''اپنے نفسوں کو پاکیزہ قرار نہ دو، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ متقی ہے۔''

کیا ایک صحابی رسول اس حکم الٰہی کی موجودگی میں اس قسم کی فضول باتیں کر سکتا ہے۔ جس کا اس کی ذات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ یہ باپ دادا، اولاد پر فخر ان لوگوں کو تو زیب دیتا ہے۔ جو خود کچھ نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے صحابی سے متعلق یہ باتیں ہرگز زیب نہیں دیتیں۔ اس روایت کے موضوع ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے۔ اور اہل عرب کبھی اس قسم کے عیب میں مبتلا نہیں رہے۔ یہ مرض تو ان میں ایرانیوں نے پھیلایا ہے۔

نیز وہ صرف چھ آدمیوں کا اجلاس تھا۔ کوئی پاکستان کی پارلیمنٹ کا اجلاس نہ تھا۔ جو اس میں کرسیاں چلیں۔ اور جس کی ہنگامہ آرائی کی اطلاع پوری دنیا میں پہنچ رہی ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایات منکر ہے۔ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے اسے حارث بن محمد کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے۔

حارث بن محمد:

یہ حارث مجہول ہے۔ اور اس سے زافر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور وہ بھی ایک ایسے انسان کے واسطے سے جو مجہول ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے زافر کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔ (میزان الاعتدال: ص ٤٤١)

مجہول حارث سے نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ہے۔ راوی نے اس کا نام لینا گوارا نہیں کیا۔ حالانکہ ایسی روایت جس کا راوی مجہول ہو وہ روایت خود مجہول ہوتی ہے۔ اور پھر ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرنا ویسے بھی خلاف عقل محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کی عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ نو سال تھی اور ۱۱۰ھ تک حیات رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جن خلفاء کی بیعت کی وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت امیر معاویہ،

یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، ابن الزبیر، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک۔

زافر بن سلیمان:

جہاں تک زافر بن سلیمان کا تعلق ہے۔ یہ شخص قوہستان کا باشندہ ہے۔ آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ قوہستان کے تیار شدہ کپڑے بغداد لا کر فروخت کیا کرتا تھا۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ اگرچہ یہ سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے اور اسے روایت میں بے پناہ وہم ہوتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ جن میں سے ایک روایت یہ مذکورہ بھی ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ امام مالک سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ زکریا ساجی کا بیان ہے کہ اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۲، ص: ۶۳) نیز بخاری لکھتے ہیں اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ (الضعفاء الصغیر، ص۴۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی، ص۴۳)

جنت کے سیب کی حور علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے رات کو لے جایا گیا تو میں جنت میں داخل ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایک سیب دیا۔ اچانک وہ سیب پھٹا۔ اور اس سے ایک حور برآمد ہوئی۔ میں نے اس حور سے دریافت کیا تو کس کے حصہ میں آئی ہے۔ اس نے جواب دیا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے۔ (میزان الاعتدال: ۲۷۱) ذکرہ ابن جوزی فی الموضوعات (۱/ ۳۳۲) وذکرہ السیوطی فی اللآلی المصنوعۃ (۱/ ۳۱۵)

اس روایت کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں احمد بن علی بن یحییٰ بن بامان سے

روایت کیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت عبداللہ بن سلیمان نے بھی نقل کی ہے۔ لیکن اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ۱، ص: ۱۲۷) اس روایت میں صرف یہی عیب نہیں کہ اس کا ایک راوی احمد بن علی بن عیسیٰ بن ہامان ہے جو قابل قبول نہیں۔ بلکہ یہ روایت ابوسعید کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور ابوسعید سے یہ کہانی نقل کرنے والا وہی عطیہ ہے۔ جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ ابوسعید یعنی کلبی کذاب سے روایت نقل کرتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ ہمارے قارئین کے ذہن سے کلبی کا خاکہ نکل گیا ہو۔ لہٰذا اس کا حال دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد بن السائب المعروف بہ کلبی:

اس کی کنیت ابو النفر ہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے مشہور مورخ، مفسر اور ماہر انساب میں شمار ہوتا ہے۔

امام سفیان ثوری کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ سے اس کلبی نے کہا کہ ایک دن مجھ سے ابو صالح نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جتنی روایات بیان کی ہیں وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ دراصل اس کلبی نے ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پورے قرآن کی تفسیر نقل کی ہے جو تفسیر ابن عباس کے نام سے بازار میں ملتی ہے۔ کلبی اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ کہ ابو صالح نے یہ سب روایات جھوٹ نقل کی ہیں۔

ابو معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے سنا کہ جتنی جلد میں نے قرآن حفظ کیا۔ اتنی جلد کسی اور نے نہیں کیا۔ یعنی میں نے پورا قرآن صرف چھ روز میں حفظ کر لیا تھا۔ اور جتنی بھول مجھے واقع ہوئی اتنی بھول کسی کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ میں ایک روز حجامت بنوا رہا تھا۔ میں نے اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑی تا کہ ایک بالشت سے زیادہ جو ہے، اسے کٹوا دوں، لیکن نیچے کے بجائے اوپر سے کٹوا دی۔

امام سفیان ثوری کا فرمان ہے کہ اس کلبی سے بچو۔ کیونکہ کلبی نے خود مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو صالح کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔ یعنی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

یعلی محاربی کا بیان ہے کہ میں کلبی سے تفسیر پڑھنے جاتا تھا۔ ایک روز کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا۔ جو کچھ مجھے یاد تھا میں سب کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے منہ میں تھوک دیا۔ جس سے سب بھولا ہوا سبق یاد آ گیا۔ یعلی کا بیان ہے کہ میں نے یہ سننے کے بعد اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ اور قسم کھائی کہ آئندہ اس کی کوئی روایت نہ لوں گا۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی ہے۔ اعمش کا بیان ہے کہ اس سبائی سے بچو۔ کیونکہ میں نے اپنے زمانہ کے جتنے لوگوں کو دیکھا وہ سب ان سبائیوں کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعمش شیعہ تھا۔

ابن عدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ اس کلبی نے ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نشہ آور شئے حرام ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ہم شراب زیادہ پیتے ہیں تو ہمیں نشہ ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں، آپ نے فرمایا اگر نو گھونٹ پینے میں نشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر دسویں گھونٹ پر نشہ ہو تو حرام ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر احادیث پیش کرتا ہے۔ اور خاص طور پر جب یہ کلبی ابو صالح کے واسطہ سے کچھ روایت کرے تو وہ یقیناً منکر ہوتی ہے (گویا پوری تفسیر ابن عباس منکر ہے)۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا۔ اور ان لوگوں میں داخل تھا۔ جو یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور اسی طرح اسے عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ اگر یہ سبائی طبقہ کوئی بادل دیکھتا تو کہتا کہ امیر المومنین اس بادل میں تشریف لے جا رہے ہیں (اور یہ کڑک امیر المومنین کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اور یہ بجلی ان کے کوڑے مارنے کی چمک

ہے۔ اللہ خیر کرے، دیکھئے امت پر یہ عذاب کب تک نازل ہوتا رہے گا)۔

ہمام کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو خود یہ کہتے سنا کہ میں سبائی ہوں۔

ابوعوانہ کا قول ہے کہ یہ کلبی کہا کرتا تھا جبرائیل علیہ السلام جب حضور ﷺ کے پاس وحی لے کر آتے تو اگر آپ ﷺ حاجت ضروریہ کے لیے چلے جاتے تو جبرائیل علیہ السلام وہ وحی علی رضی اللہ عنہ پر نازل کرتے۔ احمد بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا۔ کیا کلبی کی تفسیر (یعنی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ) دیکھنا جائز ہے، فرمایا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کلبی ثقہ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ کلبی کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک بڑی جماعت کہتی ہے متروک ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا مذہب تو جیسا ہے ظاہر ہے لیکن اس کا جھوٹا ہونا بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ابوصالح کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو تفسیر نقل کرتا ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ اول تو ابوصالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہی نہیں۔ دوم کلبی نے ابو صالح سے دو ایک باتیں سنی ہیں۔ جب کلبی کو کوئی جھوٹ گھڑنا ہوتا ہے تو ابوصالح کو زمین کی گہرائیوں سے نکال کر باہر لے آتا ہے۔ اس کا تو کسی کتاب میں ذکر بھی حلال نہیں (لیکن واہ رے افسوس کہ اب کوئی تفسیر اس رافضی بچہ کے ذکر سے خالی نہیں)

عطیہ العوفی ابوسعید کے نام سے اسی کلبی کذاب سے روایات نقل کرتا ہے۔ گویا وہ تمام روایات جو عطیہ نے ابوسعید سے نقل کی ہیں ان سب مقامات پر ابوسعید سے مراد کلبی کذاب ہے۔ اور یہ تمام روایات خالص جھوٹ ہیں۔ اس قسم کی روایات ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اس قسم کی سب روایات کلبی اور عطیہ نے سبائی فیکٹری میں تیار کی ہیں۔ ہمارے قارئین ابوسعید کا نام پڑھتے ہی ہوشیار ہو جائیں۔ اگر ابوسعید سے عطیہ نقل کر رہا ہے تو سمجھ لیجئے کہ یہ روایت سبائی فیکٹری میں تیار ہوئی ہے۔

دس حصوں میں سے نو حصے حکمت علی رضی اللہ عنہ کو دی گئی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حکمت تقسیم کی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نو حصے دیئے گئے۔ باقی تمام انسانوں کو صرف ایک حصہ دیا گیا۔

احمد بن عمران بن سلمہ:

اس کا راوی احمد بن عمران ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت جھوٹ ہے۔ (میزان الاعتدال: ١/٢٦٦) اخرجه ابو نعيم في الحلية (١/٦٤) البداية والنهاية (٧/٣٦٠) و اخرجه ابن جوزی في العلل المتناهية (١/٢٤١)

اس روایت کے جھوٹا ہونے کی متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

1. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصول خلافت کے لیے جو طریقے استعمال کیے وہ سراسر حکمت کے خلاف تھے اسی لیے آخر میں ان کی خلافت کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ حتی کہ اہل بصرہ بھی بخاری کے زمانہ تک تشیع کے مخالف رہے۔
2. یہ روایت جن حضرات کی جانب منسوب کی گئی ہے ان میں سے کوئی جھوٹا نہ تھا۔ لہٰذا یہ روایت یقیناً احمد بن عمران کی وضع کردہ ہے۔
3. حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو نو حصے حکمت کے دیئے گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز ان کی حکومت میں کمی آتی گئی اور ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ سے صلح کرنے پر مجبور ہوئے اور تمام صحابہ نے ان کی بیعت کی۔ اور اس دن کا نام عام الجماعت رکھا گیا۔ اس روایت پر ہم اس لیے مزید کلام کرنا نہیں چاہتے کہ حکمت کے اس بچے ہوئے دسویں حصہ میں انبیاء کرام بھی ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب نو حصہ حکمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صورت میں دنیا سے اٹھ گئی تو بے چارے حسن رضی اللہ عنہ کو بھی بے وقوفوں سے صلح کرنی پڑی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حکمت کے نو حصے لے کر ایسے رخصت ہوئے کہ اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ کے لیے خلافت سے محروم کر گئے۔

اے علی رضی اللہ عنہ! جس شخص نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا

صلصالی بن دلهمس البخاری کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں علی رضی اللہ عنہ آ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو اس کا مدعی ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اسے اللہ نے محبوب بنایا اور جسے اللہ محبوب بنائے۔ اسے اللہ جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اور اس نے تو اللہ سے بغض رکھا اور اللہ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔ (میزان الاعتدال: ۱۹۲/٦) و اخرجه ابن حبان فی المجروحین (۳۱۰/۲) و ابن القیسرانی فی التذکرة (۱۰/۹)

صلصال، صلصال بن دلهمس کا یہ بیان ہے کہ جب یہ وقوعہ پیش آیا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حالانکہ صلصال نامی کسی صحابی کا وجود نہیں۔ نیز یہ صلصال بخارا کا باشندہ ہے اور بخارا کا کوئی فرد بشر صحابی نہیں۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں نہ بخارا تک اسلام پہنچا تھا اور نہ اہل بخارا کو اسلام کے بارے میں کچھ علم تھا۔ لہٰذا صلصال نامی کوئی صحابی رسول نہیں۔ بلکہ بخارا کے آتش کدہ کا کوئی پجاری ہوگا۔

اس صلصال سے اس واقعہ کو نقل کرنے والا اس کا بیٹا ضوء ہے۔ جس کا تاریخ میں کوئی وجود نہیں اور ضوء سے نقل کرنے والا اس کا بیٹا محمد ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی روایت باطل ہے۔ اور ہمیں یہ اطلاعات ملی ہیں کہ وہ بغداد میں جھوٹ بولنے اور شراب نوشی میں مشہور زمانہ ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں اس سے دین کی کوئی بات سننا حلال نہیں۔ اس لیے کہ وہ

کذاب ہے۔شراب نوشی اور فسق و فجور میں مشہور ہے۔(میزان الاعتدال : ج۳، ص ٥٨٦)
ہم پہلے یہ کلیہ بیان کر چکے کہ ہر وہ روایت جس میں یا علی کے الفاظ ہوں۔ بجز اس روایت یا علی انت بمنزلة هارون من موسیٰ کے سب جھوٹ اور باطل ہیں۔

فرشتے سات سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ پر درود پڑھتے رہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے مجھ پر اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر سات سال تک درود پڑھتے رہے۔اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت زمین سے آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتی بجز میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے۔(میزان الاعتدال : ٣١/٤)
المغنی (٣٢٦/١) الضعفاء والمتروکین (٧٥/٢) الضعفاء الکبیر (١٣٨/٣)، الجرح والتعدیل (٨٢/٦) واوردہ ابن جوزی فی الموضوعات (٣٤٠/١) و ذکرہ السیوطی فی اللالی (١٦٦/١) .

جب کلمہ شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا قابل قبول نہیں اور نہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے۔لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب کا اسلام غیر مقبول ہے۔جن میں خاص طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔گویا ان حضرات کا بھی نا مقبول ہے۔

عباد بن عبدالصمد:

ذہبی لکھتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلی تہمت ہے اور اس کا راوی عباد بن عبدالصمد البصری ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت پر اعتراض ہے۔ابن حبان لکھتے ہیں یہ بہت واہی انسان ہے۔ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے۔ابن عدی لکھتے ہیں اس کی عام روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ہوتی ہیں یہ غالی رافضی ہے۔(میزان الاعتدال : ج۲، ص ٣٦٩)

ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ عباد غالی قسم کا رافضی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس نے ایک نسخہ نقل کیا ہے جس کی عام روایات منکر ہیں۔ اور اکثر روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں پیش کی گئی ہیں۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے۔ کہ یہ شخص انتہائی ضعیف الحدیث ہے۔ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ (موضوعات کبیر: ج ۱، ص ۳٤۱)

رہا یہ سوال کہ کلمہ شہادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کا آسمانوں کی جانب بلند نہیں ہوتا تو ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾

''اس کی جانب پاک کلمے بلند ہوتے اور وہ نیک عمل کو اٹھاتا ہے۔''

اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ لامحدود مخلوق کے نہ صرف پاکیزہ کلمات اوپر چڑھتے ہیں۔ بلکہ اس کی جانب عمل صالح بھی اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرآن کی اس آیت ہی میں ناصبیوں نے ترمیم کر ڈالی ہو۔ کیونکہ وہ جب دس پارے فضائل علی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہضم کر سکتے ہیں یا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بکری انہیں کھا سکتی ہے۔ تو اس آیت میں ترمیم بھی ہوسکتی ہے۔ عیاذاً باللہ

چار افراد ایک مخصوص مٹی سے پیدا ہوئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارون علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، اور علی رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔ آج تک ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کس شئے سے پیدا ہوئے۔ کبھی یہ دونوں حضرات نور سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی درخت سے اور کبھی مٹی سے۔ پھر ان کے ساتھ کبھی تخلیقی عمل میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہ شریک ہوتے ہیں۔ کبھی اور دیگر افراد لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

صاجزادیاں، حضرت زینب رضی اللہ عنہ، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کبھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتیں۔ اور نہ ان کی اولاد۔ ان حضرات کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ان تینوں کے خاوند اموی ہیں اور ان کی اولاد بھی اموی ہے۔ اور تشیع نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہے کہ بنو امیہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پکے دشمن تھے لیکن مکی زندگی میں بنو امیہ کے جتنے افراد ایمان لائے۔ بنو ہاشم خاندان میں سے اس کے آدھے بھی ایمان نہ لائے۔ اسی باعث کسی ہاشمی عورت کو ام المومنین ہونے کا فخر حاصل نہیں ہوا۔ جب کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاجزادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جو کہ اموی تھیں۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاجزادیاں اموی ہونے کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے سے خارج ہوتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم اس خیر سے محروم ہوتی ہیں۔ زینب اس لیے خارج ہوئیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے یزید کے پاس رہنا پسند کیا۔ اور فرمایا کہ میں یہاں اپنے داماد کے پاس رہوں گی۔ اور آج تک ان کا مزار دمشق میں ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ یزید پر قتل حسین رضی اللہ عنہ کا الزام سراپا جھوٹ ہے۔

رہیں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا اور اتفاق سے یہ نکاح پڑھانے والے حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی بنی ہاشم ہوئی۔ کیونکہ شیعوں کے ہاں نسب نامہ عورت سے چلتا ہے مرد سے نہیں۔ لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ حضور کی صاجزادیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ہاشمیہ تھیں۔ اگرچہ وہ اموی کے نکاح میں گئیں۔ لیکن ان کی اولاد بھی تو ہاشمی ہوگی۔ اسی لیے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بقیہ صاجزادیوں کا پتا کاٹا جاتا ہے۔

اس کا راوی محمد بن خلف المروزی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن جوزی نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

(میزان الاعتدال : ج٦، ص١٣٥) و اخرجه الخطيب في التاريخ (٥٩/٦) واورده ابن جوزی فی الموضوعات (٣٣٩/١) وذكره ابن عراق في تنزية الشريعة (٣٥١/١)

آسمان سے ایک عجیب وغریب اخروٹ کا نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک اخروٹ تھا جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اخروٹ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے توڑا تو اس میں ایک سبز کاغذ رکھا ہوا تھا۔ جس پر نور سے لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے آپ کی تائید علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ اور انہی کے ذریعہ آپ کی مدد کی۔ جس نے مجھ پر میرے فیصلہ میں تہمت لگائی یا مجھ پر رزق میں تاخیر کا الزام لگایا وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ (میزان الاعتدال : ج٣، ص٥٤٩)

عجیب لطیفہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگ رہی ہے۔ تو اخروٹ نازل ہوتا ہے اور وہ بھی کھانے کے لیے نہیں۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک جملہ لکھا ہوا ملا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا اس جملہ سے بھوک مٹ گئی؟ اگر ایسا وقوعہ پیش آیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پجاریوں کو بھوکا رہنا چاہیے تھا۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اس فرقہ سے زیادہ پیٹ کا بھوکا کوئی اور فرقہ شاید ہی ہو۔

محمد بن ابی الزعیزعہ: اس کا واضع محمد بن ابی الزعیزعہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ (میزان الاعتدال: ج٦، ص: ١٥٠) المغنی (٥٨٠/٢) المجروحین لابن حبان (٢٨٩/٢) اس کا ایک اور راوی میمون بن مہران ہے جو مجہول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی نہ رکھنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ! اگر کوئی بندہ ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہے، اس کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل ہو۔ لیکن وہ شخص تجھ سے دوستی نہ رکھتا ہو تو وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور اس میں داخل بھی نہ ہو گا۔ (میزان الاعتدال : ٦/٢٠٥۔ المغنی (٢/٥٩٨) الکشف الحثیث (٦٨٤) وذکر الحافظ فی اللسان)

ہم یہ پہلے تحریر کر چکے کہ جس روایت میں یا علی رضی اللہ عنہ ہو موضوع ہوتی ہے۔ اس روایت میں یا علی رضی اللہ عنہ آرہا ہے۔ اور کم از کم ان روایات کے مطالعہ کرنے کے بعد حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا تصور ذہن سے قطعاً نکل جاتا ہے۔ اور یہ ماننے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ بقیہ صحابہ سب منافق تھے۔ لیکن یہ منافقت کا مرض یا تو یہودیوں میں پایا جاتا ہے یا عجمیوں میں۔ عربوں میں زمانہ کفر میں بھی یہ مرض نہ تھا۔ کیونکہ منافقت کا مرض ہمیشہ کمزور لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

محمد بن عبداللہ البلوی:

اس کا راوی محمد بن عبداللہ بن محمد البلوی ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ محمد بن عبداللہ کذاب ہے اور یہ روایت قطعاً موضوع ہے۔

ابراہیم:

بلوی نے یہ روایت ابراہیم سے نقل کی ہے۔ یہ ابراہیم کون سا ہے۔ اس کا علم یا تو کسی عالم الغیب کو ہو سکتا ہے یا یہ جھوٹ وضع کرنے والے کو۔ کیونکہ جب تک ابراہیم کے باپ کا نام معلوم نہ ہو وہ قطعاً مجہول ہے۔ امام ذہبی نے اپنی میزان الاعتدال میں ١٣٢۔ ابراہیم نامی

راویوں کا ذکر کیا ہے جو تقریباً سب ضعیف ہیں۔ اور یہ ابراہیم عبیداللہ بن العلا سے نقل کر رہا ہے جس کا وجود ہمیں تاریخ میں نظر نہیں آیا۔ اور عبیداللہ اپنے باپ علاء سے نقل کرتا ہے۔ یہ علاء کون ہے اس کا بھی ہمیں علم نہیں۔ کتب رجال میں سو کے قریب علاء نامی افراد پائے جاتے ہیں جن میں ستر سے زیادہ ضعیف ہیں اور اتفاق سے ان میں کوئی ایسا علا موجود نہیں جو زید بن علی بن حسین سے حدیث روایت کرتا ہو۔ کیونکہ موجود روایت کا علاء زید بن علی بن حسین سے روایت کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ علاء علم باطن کا کوئی راز ہو۔ یا امام غائب کی طرح وہ بھی اس دنیا سے غائب ہو۔ ان تمام امور کی وضاحت رافضی صاحبان ہی کر سکتے ہیں نہ ہم رافضی ہیں اور نہ علم باطن کے ماہر ہیں۔

تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا۔ ایک مومن آل یٰسین، ایک فرعون کی بیوی آسیہ اور ایک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (میزان الاعتدال: ج ٤، ص ٤٦)

اس روایت کا جھوٹا ہونا اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس لیے کہ حضرت آسیہ فرعون کی بیوی پہلے متفقہ طور پر کافرہ تھیں، بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں۔ اس طرح آل یٰسین پہلے کافر تھا، بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا۔

جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو اگر وہ روز پیدائش ہی سے مومن تھے۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے اپنی جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی پیدائش کے تیسرے روز سورۂ مومنون کی تلاوت فرمائی جب کہ ابھی حضور کو نبوت بھی نہ ملی تھی۔ اور فاطمہ بنت اسد تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے وقت بھی مسلمان تھیں۔

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا

کوئی رافضی حضور کے بعد تذکرہ نہیں کرتا، اور لطف یہ کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدۃ النساء بنایا گیا۔ لیکن فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو قطعاً بھلا دیا گیا۔ حالانکہ وہ تو سب سے پہلے امام کی ماں تھیں۔

ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نابالغ تھے۔ اور نابالغ غیر مکلّف ہوتا ہے۔ اور فرقہ شیعہ کے نزدیک وہ پیدائش کے وقت ہی مسلمان تھے۔ ایسی صورت میں ان کے اسلام کی کہانیاں کیا معنی رکھتی ہیں اور علی الخصوص ایسی صورت میں کہ حضور کی صاحبزادیوں کے ایمان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ناطقہ سربگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش حضور نے فرمائی حتیٰ کہ جلاء العیون میں ہے کہ تیسرے روز آپ علی رضی اللہ عنہ کو لے آئے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے کفر کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

محمد بن المغیرۃ:

دراصل اس روایت کا راوی محمد بن مغیرۃ الشہر زوری ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث چور تھا۔ اور روایت وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال: ج٤، ٤٦)

یحییٰ بن الحسین:

محمد بن المغیرۃ نے یہ روایت یحییٰ بن الحسین المدائنی سے نقل کی ہے جو ابن لہیعہ سے نقل کرتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول الحال ہے۔ صرف خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ٦/٣٤٣) الضعفاء و المتروکین (٣/١٠١) الکشف الحثیث (٧٣٨) المغنی (٢/٦٣٥)

اس محمد بن مغیرہ نے یہ داستان عبداللہ بن لہیعہ سے نقل کی ہے۔ ہم اس کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے معاذ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ علی رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھتے دیکھا۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔(میزان الاعتدال: ۷۲/٦) اخرجه الخطيب في التاريخ (۵۱/۲) ابن عراق في التنزيه (۳۸۲/۱) والشوكاني في الفوائد (۳۵۹)

محمد بن اسماعیل الرازی:

محمد بن اسماعیل بن موسیٰ بن ہارون الرازی ہے۔ خطیب لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع یہی ہے۔ خطیب نے اس کی متعدد موضوعات نقل کی ہیں۔ اس رازی کا انتقال ۲۵۰ھ کے بعد ہوا۔

موسیٰ بن نصر الرازی:

محمد بن اسماعیل الرازی کا دعویٰ تھا۔ کہ اس نے یہ روایت موسیٰ بن نصر الرازی سے سنی ہے۔ جو جریر کے شاگرد تھے۔ خطیب کا دعویٰ ہے کہ محمد بن اسماعیل الرازی نے موسیٰ بن نصر سے کبھی ملاقات نہیں کی۔

اس روایت میں ایک عیب یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت محمد بن الفریس نے ہوذہ سے نقل کی ہے اور ہوذہ نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابو صالح سے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن ایوب نے ہوذہ کا زمانہ نہیں پایا اور ہوذہ نے ابن جریج کا اور ابن جریج نے ابو صالح کا زمانہ نہیں پایا۔ گویا ان کے درمیان میں کم از کم تین راوی اور ہونے چاہئیں۔

اس کی سند پر اور بھی اعتراضات کیے جا سکتے ہیں لیکن ہماری تو غرض صرف اتنی سی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ عمل کرتے کب دیکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی حیات میں دیکھا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر توہین رسول ﷺ کیا ہو گی کہ نبی

کریم ﷺ کا چہرۂ مبارکہ چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا جائے۔ اور وہ بھی لگاتار یعنی ٹکٹکی باندھ کر۔ کیونکہ لفظ یدیم دوام ثابت کرتا ہے اور یہ کسی صحابی سے ممکن نہیں۔ لیکن ایک فرقہ اس امر کا دعویٰ دار ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چہرے کی جانب دیکھنا کوئی عبادت نہیں۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

لیکن اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ عمل حضور ﷺ کی وفات کے بعد شروع کیا تو وفاتِ رسول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتدین کے قلع قمع میں لگے رہے۔ اور بعد میں معاذ رضی اللہ عنہ شام کی مہمات میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے گئے اور وہیں ۱۶ھ میں انتقال فرمایا۔ دراصل سبائیوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ سنی جاہل اور بے وقوف ہیں لہٰذا انہیں جو چاہے سبق پڑھا دو۔ تو اللہ کا کرم ہے کہ ابھی کچھ صاحب علم باقی ہیں۔

اگر کوئی صاحب استغراق یہ فرمائیں کہ یہ سب کچھ عالم استغراق میں ہوتا تھا۔ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تمام استغراق جہاد میں تھا۔ اور اس وقت اسی استغراق کی ضرورت تھی۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں کسی استغراق کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے کو پسینہ کے ہر قطرہ کے بدلے جنت میں ایک شہر ملے گا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی، اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن کے پسینہ کے ہر قطرے کے بدلے جنت میں ایک شہر عطا فرمائے گا۔ (میزان الاعتدال: ٦/٥٥) (الکشف الحثیث: ٦٢٠)

اس کا واضع وہی ابن شاذان ہے۔ اور اس نے اس روایت میں امام مالک کا نام بھی لیا ہے۔ حاشاء وکلا امام مالک کی مرویات محدثین میں مشہور ہیں ہمیں ان کی مرویات میں یہ روایت کہیں نظر نہیں آتی۔

اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کرے گی

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ (میزان الاعتدال: ۲/۹۳) و اخرجه البیهقی فی الدلائل: ۶/۴۴) و الحاکم (۳/۱۴۰) والخطیب فی التاریخ (۱۱/۲۱۶) والبخاری فی التاریخ (۲/۱۷۴).

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم تھا تو انہیں خلافت سنبھالنی ہی نہیں چاہیے تھے اور اگر سنبھال لی تھی تو کسی کے ساتھ بگاڑ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

کامل بن العلاء السعدی:

اس روایت کا راوی کامل بن العلا السعدی الکوفی ہے۔ اس کی کنیت ابو العلاء ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ یہ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ اور صحابی کے قول کو حدیث رسول بنا کر پیش کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۳، ص ۴۰۱)

کامل نے یہ روایت حبیب بن ابی ثابت سے نقل کی ہے اور حبیب نے ثعلبہ بن یزید الحمانی سے نقل کی ہے۔ ثعلبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے پولیس افسر تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ یعنی اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ اس روایت کو ثعلبہ سے حبیب نے نقل کیا ہے۔ اور کوئی اس روایت کو نقل نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۳۷۱) اس ثعلبہ کو اگرچہ نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن امام شعبی تابعی کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔ اور محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات مروی ہیں سب جھوٹ ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ کا منبر تمام انبیاء کے منبروں سے بڑا ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو ایک نور کا منبر ملے گا۔ اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس سب سے طویل اور سب سے زیادہ نورانی منبر ہوگا۔ ایک منادی ندا کرے گا، نبی امی کہاں ہیں؟ تو انبیاء جواب دیں گے ہم سبھی نبی امی ہیں۔ تو کہا جائے گا نبی امی عربی کہاں ہے۔ راوی کہتا ہے۔ پھر محمد ﷺ کھڑے ہوں گے۔ اور جنت کے دروازے پر آئیں گے۔ اسے کھٹکھٹائیں گے۔ آپ ﷺ کے لیے دروازہ کھولا جائے گا۔ آپ اس میں داخل ہوں گے تو پروردگار تجلی فرمائے گا اور یہ تجلی کسی نبی کے لیے قطعاً نہ ہو گی۔ اسے دیکھ کر آپ سجدے میں گر جائیں گے۔ یہ حدیث انتہا سے زیادہ غریب ہے۔

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ ہر امام کا مقام بجز نبی کریم ﷺ کے سب سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا منبر علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ طویل اور سب سے زیادہ نورانی ہونا چاہیے۔

سنیوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی امتی کسی نبی کا مقام حاصل نہیں کرسکتا۔ کجا کہ اسے تمام انبیاء پر فوقیت ہو۔ اس داستان کا راوی کثیر بن حبیب اللیثی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ اگرچہ اس کثیر کو ابن ابی حاتم نے ثقہ کہا ہے۔ (میزان الاعتدال: ٥/٤٨٧) ذکرہ المتقی الھندی فی الکنز (٣٢٠٨١)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے حق دار تھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ سب کے والی بن گئے، حالانکہ میں خلافت کا سب سے زیادہ حق دار تھا۔ (میزان الاعتدال: ٥/٤٩٦)

کثیر بن یحییٰ بن کثیر:

اس روایت کا راوی کثیر بن یحییٰ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے شیعہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں

یہ منکر روایات نقل کرتا ہے۔ عباس بن العظیم العنبری فرماتے ہیں اس کی کوئی روایت نقل نہ کرو۔ (تاریخ الکبیر للبخاری: ۷/۲۱۹) (تعجیل المنفعۃ: ۹۰۳)

اس کثیر سے نقل کرنے والے ابوعوانہ ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں یہ ابوعوانہ پر جھوٹ ہے۔ انہوں نے اپنی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں لی۔ اور اس کثیر سے نقل کرنے والے کا کچھ اتا پتہ نہیں۔ (میزان الاعتدال: ج۳، ص: ۴۱۰)

جب ابوعوانہ پر یہ روایت جھوٹ ہے تو خالد الحذاء، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اور ان کے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابی کیسے روایت کر سکتے ہیں۔ جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمل وصفین میں بھی تلوار اٹھانا گوارہ نہ کیا۔ اور یہ روایت بیان کی کہ جب دو مسلمان باہم قتال کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔ اور اسی باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ گویا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے کیا قائل ہوتے کہ علی رضی اللہ عنہ کا پہلا نمبر ہے۔ وہ تو چوتھا نمبر ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

میرے بعد علی رضی اللہ عنہ کے پاس پناہ لینا

حضرت صفیہ بنت حی زوجہ رسول رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی بیویوں میں سے کوئی بیوی ایسی نہیں جس کا قبیلہ موجود نہ ہو، جہاں جا کر وہ پناہ نہ لے سکے لیکن میرا تو کوئی قبیلہ نہیں۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو میں کس کے پاس پناہ لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کے پاس۔ (میزان الاعتدال: ۹/۶) المغنی (۵۳۹/۲) الجرح والتعدیل (۲۱۵/۸) الضعفاء الکبیر (۱۷۲/۴) الضعفاء والمتروکین (۳۱/۳)

یہ کیا عالم غیب کی باتیں ہو رہی ہیں؟ عالم شہود میں تو ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ان کے خرچے اٹھاتے رہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو خود مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس داستان کا راوی مالک بن مالک ہے جو یہ داستان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نقل کر رہا ہے

اور اس سے یہ داستان ابو اسحاق سبیعی نے نقل کی ہے۔ لیکن اس مالک کو کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس مالک کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۳، ص۴۲۸)

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ضرار بن صرد ہے۔ جو ضعیف ہے۔

ضرار بن صرد:

ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو نعیم الطحان ہے۔ بخاری کہتے ہیں متروک ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں۔ ایک نعیم النخعی اور ایک یہ ضرار بن صرد۔ اس نے جتنی روایات بیان کی ہیں۔ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بیان کی ہیں۔ (میزان الاعتدال: ج۲، ص۳۲۷)

حسین ابن الحسن الاشقر الکوفی:

اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت غور طلب ہے ابو زرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں قوی نہیں۔ جوز جانی کہتے ہیں حد سے بڑھا ہوا ہے نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اس کی متعدد منکرات نقل کر کے لکھا ہے۔ میرے نزدیک یہ ساری بلا اس حسین کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الھذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ۲۰۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ گویا اس روایت کے تین راوی ماشاء اللہ ہیں اور رافضی اور کذاب ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ چار انگوٹھیاں پہنے رہتے

عبد خیر کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں جنہیں وہ پہنے رہتے، قوت قلب کے لیے یاقوت کی، بینائی کے لیے فروزہ کی اور چینی لوہے کی قوت باہ کے لیے اور عقیق کی پناہ کے لیے۔

عبد خیر سے اس کہانی کو جس متبرک ہستی نے نقل کیا ہے ان کا نام سدی ہے ان کا حال پہلے گزر چکا، اس کا ایک راوی ابوجعفر الرازی ہے۔ اس کا نام محمد بن احمد بن سعید ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ اور یہ ساری آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔ میزان الاعتدال: ٤٦/٦ ۔ ترجمہ محمد بن احمد بن سعید، ابو جعفر الرازی۔

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ انگوٹھی پہننے کے باوجود کوفہ میں ان کا قتل عام ہو جائے۔

رہ گئی جان کی حفاظت تو عقیق کی انگوٹھیاں بازاروں میں ماری ماری پھرتی ہیں۔ بعض لوگ آٹھ آٹھ دس دس انگوٹھیاں پہنے پھرتے ہیں۔ لیکن موت اپنے وقت پر آتی ہے۔ یا فیروزے کی انگوٹھی۔ کیونکہ فیروزہ فیروز کی یادگار ہے جو قاتل عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے نہ پہنا جائے۔ اسی سے تو سب فالیں کھولی جاتی ہیں۔

جہاں تک ہمارے اپنے تخیل کا تعلق ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پکے موحد تھے نہ وہ بت پرست تھے اور نہ سنگ پرست۔ یہ دوسری شئے ہے کہ انگوٹھی کو سنت رسول سمجھتے ہوئے پہنتے ہوں۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے محققین کا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء انگوٹھی کو بطور مہر استعمال کرتے نہ کہ عورتوں کی طرح ہاتھوں میں سجاتے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی اور آپ کا وارث ہوں، مجھ سے زیادہ اس کا حق دار کون ہوسکتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ٥/٣٠٥)

اس کا راوی عمرو بن حماد بن طلحہ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ سچا ہے۔ کیونکہ ابو حاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے سچا اور مطین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوداؤد کا کہنا ہے کہ یہ عمرو بن حماد رافضی ہے۔ قناد کے لقب سے مشہور ہے۔ (میزان الاعتدال: ٥/٣٠٨)

ایک جانب تو ذہبی عمرو بن حماد کو ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے۔ لیکن اس کی کوئی خاص وجہ بیان نہیں کرتے۔

ہمارے نزدیک اس کے منکر ہونے کی ایک وجہ تو عمرو بن حماد کا رافضی ہونا ہے اور دوسری اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن حماد نے اسے اسباط بن نصر سے روایت کیا ہے۔ جسے ابونعیم اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور وہ بھی شیعہ ہے اور اس روایت کا راوی ہے کہ آپ نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم جس سے جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے صلح کروں گے میں اس سے صلح کروں گا۔ (میزان الاعتدال: ج۳ ص ۱۷٦)

سماک بن حرب:

اسباط نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔ اس کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا لوگ اس سے جس بات کو حدیث کہلوانا چاہتے وہ اسے حدیث کہہ دیتا۔ اور خاص طور پر وہ جتنی روایات عکرمہ سے نقل کرتا ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہیں کہ لوگوں نے گھڑ کر اس کے سامنے پیش کیں۔ اس نے اپنے پاگل پن سے اسے روایت کر دیا۔ اور اتفاق سے سماک نے یہ روایت عکرمہ سے نقل کی ہے۔ گویا ہر وہ روایت جسے سماک عکرمہ سے نقل کرے وہ درست نہیں ہوتی۔ (میزان الاعتدال: ج۲، ص ۲۳۳)

عکرمہ مولیٰ ابن عباس:

جہاں تک عکرمہ کا تعلق ہے تو اسے اگرچہ بہت سوں نے ثقہ کہا ہے لیکن بہت سے اسے کذاب کہتے ہیں۔ مثلاً سعید بن المسیب، محمد بن سیریں، ابن عون اور مالک وغیرہ، اور عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے علی کا بیان ہے کہ یہ میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت عکرمہ نے بیان نہیں کی۔ بلکہ سماک نے اپنے پاگل پن سے اس کی جانب منسوب کر دیا، ورنہ عکرمہ تو خارجی تھا، اس لیے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔

اے اللہ جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں جس کا مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ (میزان الاعتدال : ۵/۳۵۴)

عمرو ذومر:

اس کہانی کا راوی عمرو ذومر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ ذومر ابو اسحاق کے ان اساتذہ میں داخل ہے۔ جو قطعاً مجہول ہیں اور جن کا اتا پتہ کسی کو معلوم نہیں۔ بلکہ ہمیں یہ خبر نہیں کہ ابو اسحاق کو اس کا اتا پتہ معلوم تھا یا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عکرمہ عبداللہ بن سوار کے ہاں ٹھہرا کرتا۔ اور یہ عبداللہ بن سوار ذومر کا باپ ہے۔ عبداللہ بن سوار اپنے بیٹے سے کہتا اس سے احادیث سنو۔ عکرمہ اس عمرو کو تلاش کراتا۔ لیکن یہ عمرو شراب پینے میں مشغول رہتا۔ (میزان الاعتدال : ج ۳، ص ۲۹۵)

اس روایت میں ایک مزید خامی یہ ہے کہ ابو اسحاق مدلس ہے اور مدلس عام طور پر حرف عن سے روایت کرتے ہیں تا کہ کسی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس نے بیان کردہ راوی سے ملاقات بھی کی تھی یا نہیں اسی لیے حدیث معنعن قابل قبول نہیں ہوتی۔

جابر بن حر:

ابو اسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والا جابر بن حر ہے۔ ازدی کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ (میزان الاعتدال : ج ۱، ص ۳۳۷)

مخول بن ابراہیم:

جابر سے یہ کہانی مخول بن ابراہیم نے نقل کی ہے۔ یہ کوفہ کا باشندہ تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا اور اہل سنت سے بہت بغض رکھتا تھا۔ ابو نعیم کا بیان ہے کہ ایک روز ایک سیاہ فام شخص کو دیکھ کر بولا۔ میرے نزدیک یہ شخص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل ہے۔ (میزان

الاعتدال: ج٦، ص ٥٣٩١۔ تقریب: ٢/٢٣٦۔ التاریخ الکبیر البخاری: ٢٩/٨۔ تراجم الاحبار: ٣٠٧/٣)

علیؓ سے محبت کرنے والے کو موت کے وقت کوئی حسرت نہ ہوگی

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے علیؓ! تجھ سے محبت کرنے والے کو موت کے وقت حسرت نہ ہوگی اور نہ قبر میں وحشت ہوگی۔ (میزان الاعتدال: ٢٢٩/١۔ وذکرہ الحافظ فی اللسان)

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا راوی احمد بن الحسین البسطامی ہے۔ جو اسے ابوذر سے نقل کرتا ہے اور وہ مجہول ہے۔ اور اس نے اوپر کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ (میزان الاعتدال: ٢٢٩۔ المغنی: ٣٧/١۔ الضعفاء والمتروکین: ٦٩/١)

ہم پہلے یہ کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جس حدیث کے شروع میں یا علی! ہو وہ تمام روایات ایک روایت کے علاوہ سب جھوٹ ہیں۔ اور اس کی وضاحت ملا علی قاری نے اپنی "موضوعات" میں کی ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں یا علی ہو سوائے ایک روایت کے وہ یقیناً موضوع ہیں۔ اور چونکہ اس روایت کی ابتداء میں لفظ یا علی ہے لہٰذا یہ یقیناً موضوع ہے۔

جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔

(میزان الاعتدال: ٣٨٠/٥)

اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

ابن حبان کا بیان ہے یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ جن میں سے ایک روایت یہ ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ میزان الاعتدال : ٥/ ٣٨٠۔ وذکرہ ابن کثیر فی البدایة والنهایة (٣٥٦/٧) واخرجه ابن حبان فی المجروحین (١٢٢/٢)

فضائل علی رضی اللہ عنہ کا شمار ممکن نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمام درخت قلم بن جائیں۔ اور سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات حساب میں لگ جائیں اور تمام انسان لکھنے لگ جائیں تو وہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کا شمار نہیں کر سکتے۔ (میزان الاعتدال : ٦/ ٥٤)

دراصل یہ داستان قرآن کی اس آیت کے رد میں وضع کی گئی۔

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الكهف : ١٠٩)

"آپ فرما دیجئے کہ اگر میرے رب کے کلمات (لکھنے کے لیے) سمندر روشنائی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے اگرچہ اس جیسی روشنائی اور لائی جائے۔"

اس شیطان نے کلمات الٰہیہ کو فضائل علی رضی اللہ عنہ بنا دیا ہے۔ ہاں روایت سے یہ نئی بات ضرور معلوم ہوئی کہ اس روایت کے راوی حساب کا کام جنات سے لیتے ہیں ہم تو آج تک یہی تصور کرتے آئے تھے۔ کہ حساب کے موجد انسان ہیں اور انہوں نے اس فن کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ انہی کو حساب و کتاب کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ ہماری غلطی تھی۔ اس کی اصل ضرورت شیطاطین کو پیش آتی ہے۔ کیونکہ وہ گمراہوں کا حساب کتاب کرتے رہتے ہیں۔

محمد بن احمد:

اس روایت کا واضع محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ اس کی روایات نوالمہدی ابوطالب الزینبی اور اخطب خوارزمی نے اپنی اپنی کتابوں میں فضائل علی رضی اللہ عنہ میں نقل کی ہیں۔ اور یہ روایات کافی تعداد میں اور سب باطل اور رکیک ہیں۔ (میزان الاعتدال للذهبی : ٥٤/٦) (الكشف الحثيث : ٦٢٠)

اس محمد کے سواء اس روایت کی سند میں چار روای مجہول ہیں۔ یعنی حسن بن محمد بن بہرام، یوسف بن موسیٰ القطان، معانی بن زکریا اور محمد بن احمد بن ابی الثلج۔ اس کے علاوہ ایک راوی لیث ابی سلیم ضعیف ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کے فضائل حد شمار سے باہر ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علی رضی اللہ عنہ کے فضائل حد شمار سے زیادہ رکھے ہیں۔ جس نے ان کی ایک فضیلت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرماتا ہے اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت لکھی تو فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ لکھا ہوا موجود ہے اور جس نے فضائل علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک فضیلت سنی تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ جو اس نے نگاہ کے ذریعے کیے ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا ایمان علی رضی اللہ عنہ کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے برات (بیزاری) کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال للذهبی : ٥٥/٥)

ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں جتنی روایات وضع کی گئی ہیں۔ ان میں یہ سب سے بدترین اور رسوا کن ہے۔ لیکن ہمیں امام ذہبی کی رائے سے اس لیے اتفاق نہیں کہ اگر یہ شاہکار وجود میں نہ آتا تو ان احکامات الٰہیہ سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوتا جو اللہ

تعالیٰ نے امر و نہی کے سلسلہ میں قرآن میں دیئے ہیں۔ لیکن اعمال سے چھٹکارا اور گناہوں کی معافی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں پر تبرا بھیجا جائے۔

محمد بن شاذان:

اس داستان کا راوی وہی محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی سند میں مزید چار مجہول اور موجود ہیں۔ یعنی حسن بن احمد الخلدی۔ حسین بن اسحاق، محمد بن عمار اور جعفر بن محمد بن عمار۔ یہ چار راوی تو مجہول ہیں۔ اور ایک راوی کی ذات پر اختلاف یعنی جعفر بن محمد بن علی۔ یعنی جعفر صادق جو بقول یحییٰ بن سعید مجالد سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ اور اس روایت کا ایک راوی مشہور کذاب ہے۔ یعنی محمد بن زکریا الغلابی دارقطنی نے اسے واضع الحدیث قرار دیا۔ (میزان الاعتدال: ج ۳، ص ۵۵۰)

آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا جہنم سے بچاؤ کا کوئی جواز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت ہے۔ (میزان الاعتدال: ۴۰۹) وذکرہ الحافظ فی اللسان۔

فارس بن حمدان بن عبدالرحمٰن العبدی:

اس روایت کا ایک راوی فارس بن حمدان العبدی ہے۔ جو روایات وضع کیا کرتا اور یہ روایت موضوع ہے۔ فارس نے یہ روایت اپنے باپ دادا کے واسطہ سے شریک بن عبداللہ النخعی سے نقل کی ہے۔ جو خالص شیعہ ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ شریک نے یہ کہانی لیث بن ابی سلیم سے نقل کی ہے۔ اس کے ضعف پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ اور اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔ لیث نے یہ روایت مجاہد کے واسطے طاؤس سے نقل کی

ہے۔ حالانکہ طاؤس و مجاہد نے ایک دوسرے کو زندگی بھر نہیں دیکھا، اس سلسلہ میں صرف یہی کہنا کافی ہوگا۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے پیدا فرمایا ہے۔ اور مجھے اور علی رضی اللہ عنہ کو ایک درخت سے پیدا کیا۔ اس درخت کی جڑ میں ہوں فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا تنا ہیں، علی رضی اللہ عنہ اس کی شاخ ہیں۔ حسن و حسین اس کے پھل ہیں۔ ان شاخوں میں سے اگر کوئی ایک شاخ تھام لے گا۔ وہ نجات پا جائے گا۔

(میزان الاعتدال: ٥/٤٢٠) وذکرہ الحافظ فی اللسان.

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں یہ دعویٰ فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن طِينٍ﴾ ''اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

حتیٰ کہ اس سلسلہ میں تخلیق آدم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ درختوں سے پیدائش کی کہانی ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہے اور فقہاء احناف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی روایت خلاف قرآن ہو تو اس کی تاویل اگر ممکن ہے تو اس کی تاویل کی جائے گی ورنہ اسے باطل قرار دیا جائے گا۔ اور قرآن اس کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام انسان مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس روایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی بندوں کو قبرستانوں کی بجائے درختوں میں دفن کرنا چاہیے۔ لیکن افسوس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سب مٹی میں دفن ہوئے اس لیے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور۔

فضال بن جبیر:

اس روایت کا راوی فضال بن جبیر ہے۔ جو خود کو ابو امامہ کا دوست کہتا ہے۔ اس کی کنیت ابومہند ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضال کی روایت کو بطور حجت پیش کرنا حلال نہیں۔ (میزان الاعتدال: ج ٥، ص ٤٢٠)

اے علی رضی اللہ عنہ تیری جانب سے لوگوں کے دلوں میں کینہ ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ ہم ایک باغیچہ پر سے گزرے، میں نے کہا کتنا خوبصورت باغیچہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جنت میں تیرے لیے اس سے بھی زیادہ حسین ہو گا۔ حتیٰ کہ ہم سات باغیچوں پر سے گزرے اور آپ ہر ایک کے سلسلہ میں یہی بات فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ جب راستہ سے کنارہ کش ہو گئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گلے لگایا اور رونے لگے۔ میں نے سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ وہ تجھ سے یہ کینہ میرے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کینہ کیا میرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ (میزان الاعتدال: ٥/٤٣٠) واخرجه الحاكم في المستدرك: ٣/١٣٩۔ (وذكره الهيثمي في المجمع: ٩/١٢١)

یہ روایت نسائی نے مسند علی اور بغوی نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت تقیہ کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ سے خائف ہیں کہ انہیں فضیلت علی رضی اللہ عنہ کا علم نہ ہو۔ اسی لیے شہر سے دور جا کر جب

کوئی دیکھنے والا نہ رہے علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگاتے اور بے ساختہ روتے ہیں اور صحابہ کرام جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خائف ہیں۔ اور اپنا کینہ ظاہر نہیں کرتے۔ اسی لیے دونوں ہی تقیہ پر مجبور ہیں۔ اس لحاظ سے دین کی سلامتی تقیہ ہی میں ہے۔ اور دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ پر موقوف ہے۔

لہٰذا ہم تقیہ بازوں کے ڈر سے تقیہ کیے بیٹھے ہیں۔

یہ بھی ہم عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انصار مدینہ کے پاس کھجور کے کچھ باغات تھے۔ اور مدینہ میں کھجور کے علاوہ اور کوئی پھل نہ تھا۔ اور نہ آج تک کسی اور پھل کے درخت پائے جاتے ہیں۔ کم از کم ہمارے زمانہ تک تو یہی صورت حال ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہو جائیں۔ وہ افغانستان، ایران و کشمیر کے علاقہ نہ تھا جس میں پے در پے سات باغات گزرتے چلے گئے۔ اور وہ بھی سب سرراہ واقع تھے۔ یا رونے کے لیے جنگل میں جانا کوئی ضروری تھا؟

رہا یہ مسلہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنت میں اس سے بہتر باغات ملیں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو بہت بڑا مقام ہے۔ ایک عام مسلم کو بھی جنت میں جو کچھ ملے گا اسے نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا۔ جب ایک عام مسلم کے لیے ہمارا یہ تصور ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اس بہلاوے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دنیا میں کیا فائدہ پہنچا۔ اگر واقعتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات فرمائی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبول خلافت کے وقت اس وصیت کو کیوں نہ ذہن میں رکھا؟

فضل بن عمیرۃ القیسی:

اس روایت کا راوی فضل بن عمیرۃ القیسی ہے۔ محدثین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے۔ عقیلی کہتے ہیں وہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جو دوسرا کوئی نہیں بیان کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ لیکن ذہبی لکھتے ہیں یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ بلکہ منکر الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۳، ص ۳۵۵)

میمون:

فضل نے یہ روایت میمون سے نقل کی ہے۔ پھر بھی یہ کہتا ہے کہ یہ روایت میمون الکروی سے مروی ہے اور کبھی کہتا ہے میمون بن سیاہ سے مروی ہے۔ اور میمون اسے ابوعثمان النہدی سے نقل کر رہا ہے اور ابوعثمان کے شاگردوں میں میمون کردی داخل ہے۔ میمون بن سیاہ نہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ میمون کردی ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ٤، ص ٢٣٢)۔ لیکن اگر میمون بن سیاہ مراد ہے۔ تو ابوداؤد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ٤، ص ٢٢٣)

جنت میں داخلہ کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی محبت لازمی ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میرے پروردگار کی اس جنت میں داخل ہونا چاہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے۔ اسے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنی چاہیے۔ (میزان الاعتدال: ٥/٤٦٠ وذکرہ الحافظ فی اللسان)

اس کا راوی قاسم بن محمد بن ابی شیبہ العبسی ہے۔ یہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کا بھتیجا ہے۔ اس کا انتقال ٢٣٥ھ میں ہوا۔ یہ تمام آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ قاسم بن محمد میرا چچا ہے۔ وہ روایت حدیث میں کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! تیرا چچا ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ٣، ص ٣٧٩)

یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی:

اس نے یہ روایت یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی سے نقل کی ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ شیعہ ہے، ضعیف ہے۔ (تقریب: ٣٧٩)

بخاری لکھتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ ترمذی

نے اس کی روایت کو غریب اور منکر قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ٤، ص ٤١٥)

عمار بن زریق:

یحییٰ نے اسے عمار بن زریق سے نقل کیا ہے۔ سلمانی کا بیان ہے کہ وہ رافضی ہے۔

(میزان الاعتدال: ج ٣، ص ١٦٣)

ابو اسحٰق سبیعی:

عمار نے اسے ابو اسحٰق سبیعی سے نقل کیا ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن مدلس ہیں۔ اور مدلس کی حدیث معنعن قطعاً قابل قبول نہیں ہوتی۔ اتفاق سے یہ روایت بھی معنعن ہے۔

زیاد بن مطرف:

ابو اسحٰق اسے زیاد بن مطرف سے نقل کرتا ہے جو مجہول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کے لیے جن اوصاف کو لازم قرار دیا ہے۔ ان میں یہ وصف شامل نہیں کیا گیا۔

مختصراً اس کی کوئی کل بھی درست نہیں۔ اور جب کوئی کل درست ہو جائے گی تو پھر غور کیا جائے گا۔

جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ (لا الٰہ الا محمد رسول اللہ علی اخی رسول اللہ) ''اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں۔ علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔'' (میزان الاعتدال: ٥/٤٨٣) وذکرہ المتقی الهندی فی الکنز (٣٦٤٣٥) و ابن عدی نے فی

الکامل فی ترجمة کادح بن رحمه۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی کادح بن رحمہ ہے۔

کادح بن رحمہ:

جو انتہائی زاہد اور پارسا ہے۔ لیکن ازدی کا بیان ہے کہ روایت حدیث میں کذاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس کا نام ابو رحمہ ہے خطابی کا قول ہے میں ساٹھ روز اس کے پاس رہا۔ میں نے شب و روز میں کسی وقت اسے لیٹے نہیں دیکھا۔

بظاہر تو یہ بات بہت نیکی کی ہے۔ لیکن جن لوگوں کا ذہن زہد و تقویٰ میں لگا ہوا ہو وہ حفظ حدیث کی جانب توجہ نہیں دے سکتا۔ اسی لیے امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا تھا۔

((ماراًیت الکذب من الصالحین))

"میں نے نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں کسی کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔"

اور امام مسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے: ((بل الکذب یجری علی لسانهم))

"بلکہ جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔"

اس سے یہ قاعدہ ظاہر ہو گیا کہ جو شخص زیادہ نیک ہو گا وہ حدیث میں قطعاً کمزور ہو گا۔

اس کادح نے یہ روایت مسعر کے واسطے عطیہ العوفی سے نقل کی ہے۔ اور عطیہ مشہور شیعہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ باب حطہ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ باب حطہ ہیں۔ جو اس میں سے داخل ہو گا وہ مومن ہو گا۔ اور جو اس سے خارج ہو گا وہ کافر ہو گا۔

(میزان الاعتدال: ج۲، ص: ۲۸۵۔ وذکره المتقی الهندی فی الکنز (۳۲۹۱۰)

قوم یہود نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس پر جہاد سے انکار کیا تو انہیں چالیس سال تک مقام تیہ میں قید کر دیا گیا۔ جب نئی نسل پیدا ہو کر جوان ہوئی تو حضرت

شع کے ذریعہ انہیں دوبارہ جہاد کا حکم دیا گیا۔ اور ارشاد ہوا:

﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾

”دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوا اور کہو ہم معافی کے خواہاں ہیں۔ ہم اپنی خطاؤں کی آپ سے مغفرت چاہتے ہیں۔“

یہ حکم یہود کے لیے مخصوص تھا۔ اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ جب تم دروازے میں داخل ہو تو یہ کہتے ہوئے داخل ہونا کہ (حطـــہ) ہم معافی کے طلب گار ہیں۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کریں گے انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور ان پر طاعون نازل کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک روز میں ستر ہزار افراد مر گئے۔ اس واقعہ سے تمام کتب تفاسیر معمور ہیں۔

لیکن اس رافضیت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باب حطہ بنا کر اول تو اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا۔ کیونکہ حطہ کسی دروازے کا نام نہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس نے اپنے اس مسلک کی اشاعت کی کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ اختیار نہیں کیا۔ وہ باب حطہ میں داخل نہیں ہوا۔ اور جو باب حطہ میں داخل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ لہٰذا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا قائل نہ ہو اور انہیں مولیٰ تسلیم نہ کرتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ اس پر بھی اسی طرح عذاب نازل ہو جس طرح اس قوم یہود پر نازل ہوا تھا۔ اور کوئی سنی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو اختیار کیا ہو۔

اس داستان کا واضع حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں، جوزجانی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے۔ صحابہ اور نیک لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بعض ضعیف راوی اس کی ضعیف روایت کا کچھ حصہ لے کر اور اس میں اضافات کر کے اس کی جانب منسوب کرتے۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی منکرات بیان کیں جن کا واضع اسے قرار دیا۔ ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے۔

ابومعمر الہذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں۔ یہ قوی نہیں۔

(کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۳)۔ ابو حاتم کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جو زجانی کا بیان ہے کہ یہ حد سے زیادہ گمراہ تھا۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔ (میزان الاعتدال، ص : ۵۳۱)

دارقطنی لکھتے ہیں یہ حسین کوفہ کا باشندہ ہے۔ اشقر کے لقب سے مشہور ہے۔ شریک قیس بن جعفر الاحمر اور ہریم بن سفیان سے روایات نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں، (کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی، ص : ۸۳) اس کا انتقال ۲۰۸ھ میں ہوا۔

شریک:

اس حسین الاشقر نے شریک سے نقل کی ہے۔ جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ خالص شیعہ ہے۔ اور اس کا دادا سنان قاتل حسین ہے۔ اس شریک نے یہ روایت عطا سے نقل کی ہے اگر عطا سے مراد عطا بن ابی رباح المکی ہیں تو وہ مسلمہ امام ہیں اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث سنی ہیں۔ لیکن اعمش جن سے شریک نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس نے ان عطا سے کوئی روایت نہیں کی اس طرح یہ روایت منقطع ہوئی۔ لیکن اگر عطا سے مراد عطا بن السائب ہیں۔ اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔ اور اعمش نے ان سے روایات سنی ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس عطا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کوئی روایت نہیں سنی۔ یہ اس راوی کی جہالت کا اعلیٰ نمونہ ہے جو ہم نے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

میرا قرض ادا کرنے والا علی رضی اللہ عنہ ہے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ آپ کا وصی کون ہے؟ پہلے تو آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر بعد فرمایا۔ اے سلمان رضی اللہ عنہ میرا وصی، میرے راز کی جگہ، جن لوگوں کو چھوڑ کر میں جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر۔ جو شخص میرا وعدہ پورا کرے گا اور میرا قرض اتار لے گا۔ وہ علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (میزان الاعتدال، ج۷، ص: ٤)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے سوال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لیے خاموشی اختیار کی۔ کیا یہ تو نہیں سوچ رہے تھے۔ کہ اتنے اہم راز کو کہیں یہ فاش نہ کر دیں۔ اور سلمان رضی اللہ عنہ نے واقعتاً اسے فاش کر دیا۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہنے پر مجبور ہوں گے کہ سب وعدے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پورے کیے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قرضے ادا کیے تھے۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بقول شیعہ حضرات کن قرضوں کی واپسی کی بات کر رہے تھے۔ اگر فی الواقع وہ قرض ادا نہیں ہوئے تھے تو اب ہمیں ادا کر دیئے جائیں۔

مزید لطف یہ ہے کہ راز دارِ رسول کا خطاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔ لیکن لے اڑے حذیفہ بن الیمان حتیٰ کہ ان کا لقب راز دارِ رسول ہو گیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک درخت کی کھوہ میں یہ کہہ کر جا بیٹھے کہ اب کوئی امام نہیں۔ حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انہوں نے اپنا امام تسلیم نہیں کیا۔

ہاں ہم شیعہ صاحبان سے یہ ضرور سوال کرنا چاہتے ہیں کہ بقول سلمان رضی اللہ عنہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصی کون تھا۔

اس روایت کا راوی وہی ناصح بن عبداللہ الکوفی ہے۔ جس کا حال سطور بالا میں گزر چکا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت منکر ہے ناصح نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔

سماک بن حرب:

اس کی کنیت ابوالمغیرہ ہے قبیلہ ہذیل سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ مشہور علماء میں سے ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب ستہ نے اس کی روایات لی ہیں۔

ابن المبارک نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ سماک ضعیف ہے۔

جریر الضبی کا بیان ہے، میں سماک سے ملنے گیا۔ میں نے اسے کھڑے کھڑے پیشاب

کرتے دیکھا۔ میں واپس لوٹ آیا اور اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ اگرچہ شیعہ اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔ جناد المکتب کا بیان ہے کہ ہم سماک کے پاس جاتے اور اس سے اشعار کا سوال کرتے اچانک اہل حدیث بھی آجاتے سماک ہماری طرف متوجہ ہوتے اور کہتے اچھا سوال کرو، یہ ایک قسم کا بوجھ ہیں۔

حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے سماک کو یہ کہتے سنا ہے کہ میری اب نگاہ جاتی رہی، میں نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ دریائے فرات جا اور اس میں اپنا سر ڈبو دے، لیکن اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ اللہ تعالیٰ تیری بینائی لوٹا دے گا۔ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری بینائی لوٹا دی۔ اور سماک یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے اسی صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

امام احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے۔ لیکن اس کی حدیث عبدالملک بن عمیر سے بہتر ہوتی ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن صالح جزرہ اسے ضعیف کہتے۔ نسائی کا بیان ہے کہ جب تنہا وہ کوئی حدیث بیان کرے تو حجت نہیں۔ کیونکہ اسے جو تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کر لیتا۔

حجاج نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ لوگ سماک سے کہتے کچھ لوگوں نے عکرمہ کے ذریعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے تو وہ فوراً اس کا اقرار کر لیتا، لیکن میں نے اسے کبھی تلقین نہیں کی۔ قتادہ نے ابوالاسود دوئلی سے نقل کیا ہے اگر تیری یہ تمنا ہو کہ اپنے ساتھی کو جھوٹ بولنا سکھا دے تو اسے لقمہ دینا شروع کر دو۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے۔ میں نے اپنے باپ کی تحریر میں ایک نامعلوم شخص کا یہ قول پڑھا ہے سماک بہت فصیح تھا۔ اپنی زبان اپنی فصاحت سے مزین کرتا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ مسلم نے اپنی روایت میں اس سے حجت پکڑی ہے۔

ابن المدینی کہتے ہیں اس سماک سے دو سو کے قریب روایات مروی ہیں۔ ابن عمار کا بیان ہے کہ ان میں غلطیاں کرتا۔ اور لوگوں کی بیان کردہ روایات میں اختلاف کرتا ہے۔

عجلی کا بیان ہے جائز الحدیث ہے لیکن سفیان ثوری اسے تھوڑا سا ضعیف کہتے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں۔ اس کی عکرمہ سے روایات مضطرب ہوتی ہیں۔ سفیان اور شعبہ نے انہیں عکرمہ کی روایت بیان کیا ہے۔ ابو الاحوص اور اسرائیل نے ان تمام روایات کو عکرمہ کے واسطے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ غیر عکرمہ میں نیک ہے۔ لیکن وہ مثبت لوگوں میں داخل نہیں۔

علی رضی اللہ عنہ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی رضی اللہ عنہ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں۔ جیسے بنفشہ کا تیل تمام تیلوں سے۔ (میزان الاعتدال: للذهبی، ج ۵، ص: ۵۵۔ ترجمہ عثمان بن عبداللہ الاموی الشامی)

اس روایت کا راوی عثمان بن عبداللہ الشامی ہے۔ جو ثقہ راویوں کے نام سے موضوع کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اس نے یہ داستان باقر کے ذریعہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ باقر نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ہاں یہ روایت پاکستانی تیل فروشوں کا بینک بیلنس بڑھانے کے ضرور کام آسکتی ہے۔

مسلم بن خالد الذنجی:

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی خاص حرج نہیں۔ یحییٰ کے بارے میں عثمان دارمی نے ان سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ لیکن بعض لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ ضعیف حدیث کہا کرتے تھے۔

ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتا۔ علی بن المدینی کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اگرچہ ابوداؤد نے اس سے روایت لی ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ٤، ص: ١٠٢)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ باندھنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے روز میرے ایک عمامہ باندھا۔ اور اس کے دونوں کنارے میرے مونڈھوں پر ڈالے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری روزِ بدر و روزِ حنین فرشتوں کے ذریعہ فرمائی۔ اور وہ فرشتے یہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ عمامہ مسلمین و مشرکین کے درمیان رکاوٹ ہے۔ پھر اس کے بعد لوگ آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنے لگے۔ اچانک ایک شخص کے ہاتھ میں عربی کمان تھی۔ اور ایک شخص کے پاس فارسی کمان تھی، آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

تم ان دونوں کو ان کے مشابہ چیزوں کو اور نیزوں کو اختیار کرلو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین میں تمہاری ان کے ذریعہ مدد فرمائے گا۔ (میزان الاعتدال للذهبي: ج ٤، ص ٦٧۔ واخرجه البيهقي في السنن الكبرى (١٠/١٤) وذكره الحافظ في المطالب برقم: ٢١٥٨.

1. اولین مسئلہ یہ ہے کہ ایک عمامہ بدر و حنین کے روز کتنے فرشتوں نے باندھا ہوگا۔ پھر انہوں نے یہ عمامہ یکے بعد دیگرے باندھا تھا، یا ایک ساتھ باندھا تھا، اور یہ کتنا طویل تھا جسے پہلے پانچ ہزار فرشتوں نے باندھا اور پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر آ گیا۔ حالانکہ ہم آج تک یہ سنتے آئے تھے کہ عمامہ بقدر جثہ۔ اگر واقعتاً اس عمامہ میں یہ اہم خصوصیت پائی جاتی تھی تو کم از کم جنگ احد کے وقت اس کی خاص ضرورت تھی۔ لیکن صد افسوس کہ اتنا طویل عمامہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر کچھ کام نہ آیا۔

2. یہ کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مشرکین بھی عمامہ باندھا کرتے۔ یہ عمامہ تمام عربوں

کا لباس تھا نہ کہ صرف مسلمانوں کا۔

٣ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غدیر خم پر سے آپ ﷺ کا گزر حجۃ الوداع کے بعد ہوا۔ اور چونکہ تمام صحابہ احرام باندھ کر حج کو گئے تھے۔ اور اب اہل مکہ سے کسی قسم کا خطرہ تھا۔ اس لیے کوئی ہتھیار ساتھ لے جانے کا کوئی مسئلہ نہ تھا تو وہاں قوس عربی یا قوس فارسی کا کون سا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ اور وہ کتنے فارسی تھے جو حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ میں سلمان فارسی کے علاوہ کوئی فارسی نہ تھا۔

عبداللہ بن بسر الجرانی الحمصی:

اس روایت کا راوی عبداللہ بن بسر الجرانی الحمصی ہے یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ (میزان الاعتدال: ج۲، ص: ۳۹٦۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، ص: ۹۵)

پھر یہ عبداللہ بن بسر کبھی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ روایت حکیم ابو الاحوص نے مجھ سے بیان کی اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔ حالانکہ حکیم صحابی نہیں۔ اس صورت میں یہ روایت منقطع بھی ہوگی اور کبھی یہ کہتا ہے کہ یہ روایت ابو راشد الجرانی نے بیان کی اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بے پر کی گپ ہے۔ اور حکیم ابو الاحوص ضعیف ہے اور اور ابو راشد الجرانی مجہول ہے۔

جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کرنی چاہیے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھنی چاہیے۔ اور جو شخص میرے اہل بیت میں سے کسی

سے بغض رکھتا ہے وہ میری شفاعت سے محروم ہوا۔ (میزان الاعتدال للذهبی: ٤/ ٨٤، ٨٥) وذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة (١/ ٤١٤)

عبداللہ بن حفص الوکیل:

اس داستان کا راوی عبداللہ بن حفص الوکیل السامری ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایات لکھی تھیں، اس نے مجھ سے جتنی روایات بیان کیں، سب موضوع تھیں۔ ان میں ایک روایت قارئین کے سامنے پیش کی گئی۔

ذہبی لکھتے ابن عدی کو اپنی کتاب میں ایسے دجال کا حال بیان نہیں کرنا چاہیے تھا۔

اس شخص نے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں روایات وضع کی ہیں وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بھی وضع کی ہیں۔ جو ہم انشاء اللہ مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ میں پیش کریں گے۔ یعنی جیسا موقعہ دیکھا ویسے بن گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شب عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال تھی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں حاضر ہوئے۔ اور گھر پر بہت عمدہ مٹی کا پلاستر کیا۔ ہمارے روبرو کشمش اور چھوہارے لائے گئے جو ہم نے کھائے اور شب عروس میں علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بستر مینڈھے کی کھال تھی۔ (میزان الاعتدال: ٤/ ٢١٠، ٢١١) واخرجه ابن عدى في الكامل ضمن ترجمه عبدالله هذا.

عبداللہ بن میمون القداح:

اس روایت کا راوی عبداللہ بن میمون القداح المکی ہے۔ جو یہ کہانی جعفر بن محمد سے نقل کر رہا ہے۔ اس کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت ردی ہوتی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اگر یہ کوئی تنہا روایت بیان کرے گا تو ہرگز قابل حجت نہیں ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث واہی

ہوتی ہے۔(میزان الاعتدال، ج۲، ص: ۵۱۲)

نسائی لکھتے ہیں، عبداللہ بن میمون القداح ضعیف ہے۔(الضعفاء والمتروکین للنسائی، ص: ٦٤)

علی سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ اچانک علی رضی اللہ عنہ آ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی خاطر اس سے مجھ سے زیادہ کوئی محبت نہیں کرتا۔ اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے۔ اور میری اولاد علی رضی اللہ عنہ کی پشت میں رکھ دی۔ (میزان الاعتدال: ج٤، ص۳۱۳۔ وذکرہ الحافظ ابن حجر فی اللسان ضمن ترجمہ عبدالرحمان بن محمد الحاسب)

کیونکہ بقول روافض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاجزادی تھیں اور آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اتفاق سے کسی اور کے اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد علی رضی اللہ عنہ کی پشت میں رکھ دی گئی۔

اور چونکہ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے داماد نہ تھے۔ بلکہ ایسے ہی مانگے کی بیٹیاں لے کر پال لی تھیں۔ لہٰذا آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اس کا نام علی رضی اللہ عنہ تھا۔ اور ابو العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ ایسے ہی زبردستی داماد بن گئے تھے، لہٰذا ان کی اولاد اولادِ رسول نہیں کہلا سکتی۔ ورنہ پورا ایک دستہ تیار ہو جائے گا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاجزادے عبداللہ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔ اس سے قبل تو مدینہ میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد علی رضی اللہ عنہ کی پشت میں رکھی گئی تھی۔ اور اس پشت میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی پیدا ہوئیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں گئیں ان ام

کلثوم رضی اللہ عنہا سے عمر رضی اللہ عنہ کی جو اولاد ہوئی۔ زید اور رقیہ وہ بھی اولادِ رسول ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد الحاسب:

یہ داستان عبدالرحمٰن بن محمد نے نقل کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا اور یہ روایت جھوٹی ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۲، ص: ۵۸۶)

اے زبیر رضی اللہ عنہ تو مجھ سے جنگ کرے گا، حالانکہ یہ تیرا ظلم ہوگا

ابوجرو کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قسم دے کر سوال کیا، کیا تو نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں سنا تھا کہ اے زبیر رضی اللہ عنہ تو علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو ظالم ہوگا؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن میں بھول گیا تھا۔ (میزان الاعتدال، ج٤، ص: ٤١١۔ و اخرجه العقیلی فی الضعفاء: ٣/٣٥)

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ابوجرو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قصہ نقل کر رہا ہے۔ یہ مجہول ہے اسے کوئی نہیں جانتا۔ (میزان الاعتدال، ج۷، ص: ۳٤۹)

عبدالملک بن مسلم الرقاشی:

ابوجرو سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالملک بن مسلم الرقاشی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت صحیح نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں اسے عبدالملک کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبداللہ بن محمد الرقاشی:

اس عبدالملک بن مسلم سے عبداللہ بن محمد الرقاشی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا جو اس کا پوتا ہے۔ سے بجز جعفر بن سلمان کے کوئی روایت نہیں لیتا۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے اس نے زبیر و علی رضی اللہ عنہما کا قصہ نقل کیا ہے عقیلی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند کمزور ہے۔ (میزان الاعتدال: ج۲، ص۴۸۸)

جعفر بن سلیمان الضبعی:

یہ کٹر رافضی تھا۔ خلفائے ثلاثہ کو گالیاں دیتا۔

ہماری عرض صرف اتنی ہے کہ جب حسب روایت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی قبول کر لی تھی۔ اور میدان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا اور قتل کے بعد جب قاتل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے قتل کا اعلان کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قاتل سے زبیر رضی اللہ عنہ کا قصاص کیوں نہیں لیا؟

بغض علی رضی اللہ عنہ کا انجام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ! اگر میری امت تجھ سے بغض رکھے گی تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ناک کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ (میزان الاعتدال: ٥/٥٤۔ و اخرجه ابن جوزی فی العلل: ١/٢٤٢۔ و ابن عراق فی تنزیه الشریعة: ١/٤٠٠)

اس روایت کو عثمان بن عبداللہ القرشی الشامی نے ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے۔ اس عثمان کے نسب نامہ میں اختلاف ہے کوئی اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا ہے۔ عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان۔

خطیب کا بیان ہے کہ حاکم نے اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عبدالرحمٰن بن الحکم بن ابی العاص الاموی۔

بعض نے اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن محمد بن عبدالملک بن سلیمان بن عبدالملک بن عبداللہ بن عتبہ بن عمرو بن عثمان بن عفان۔

ذہبی کا بیان ہے کہ نسب نامہ طویل ہے۔ اور خالص جھوٹ ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ القرشی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان دس آبا تو کہاں ہوتے چھ کا ہونا بھی محال ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ نصیبین اور دارالبلاد میں رہا کرتا تھا۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال : ج۳، ص ٤١)

جنت کے خزانے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ابو برزہ رضی اللہ عنہ اسلمی کے پاس بلانے کے لیے بھیجا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ان سے فرمایا اور میں یہ بات سن رہا تھا۔ اے ابو برزہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پروردگار نے مجھ سے عہد فرمایا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ ہدایت کے جھنڈے، ایمان کے منار، میرے اولیاء کے امام اور ان سب لوگوں کے نور ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی۔

اے ابو برزہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ میرے امین ہیں کل میرے حوض پر آئیں گے۔ میرا جھنڈا اٹھائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی جنت کے خزانوں کی چابیوں کے ذمہ دار ہوں گے۔

(میزان الاعتدال : ج٤، ص: ٣٥٦۔ رقم : ٩٤٤٠)

آج تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں جتنے بھی عہد و پیمان ہوئے ہیں۔ ان سب پر کسی انصاری کا تقرر ہوتا ہے۔ اور مہاجرین و قریش سے ان کا اخفا کیا جاتا ہے۔ آخر اس میں کیا راز پنہاں ہے کافر و منافق ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ ہاں میرا سبائیوں سے یہ سوال ضرور ہے کہ چلو تاریخ و رجال سے یہی ثابت کر دو کہ عروۃ بن الزبیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث سنی ہے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تک نہیں۔ اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے بصرہ میں مقیم رہے جب کہ عروہ مدینہ کے عالم ہیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں۔

لاہز ابوعمر والتیمی:

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی لاہز ابوعمر والتیمی ہے جو مجہول ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ ذہبی کا بیان ہے یقیناً موضوع ہے۔

سبائیوں سے ہمارا ایک سوال یہ بھی ہے کہ اس روایت کو عروہ سے ان کے صاحبزادے ہشام نقل کر رہے ہیں اور ہشامؒ سے سلیمان بن طرخان التیمی البصری، چلئے یہی ثابت کر دیجئے کہ سلیمان تیمی نے ہشام بن عروہ سے احادیث سنی ہیں۔ اور ہشام کا عراق آنے کے بعد یعنی ۱۳۱ھ کے بعد حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ان کی صرف وہ روایات قابل قبول ہیں جو ان سے صرف اہل مدینہ نقل کریں۔

جنت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں کی جانب گئے۔ اتفاق سے ہمارا گزر ایک باغیچہ پر سے ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ باغیچہ کتنا عمدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تجھے جو باغیچہ ملے گا وہ اس سے بہتر ہو گا۔ حتیٰ کہ آپ سات باغوں پر سے گزرے اور ہر بار یہی کہتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے جسے تجھ سے ظاہر نہیں کرتے۔ اور میری وفات تک یہی ہوتا رہے گا۔ (میزان الاعتدال: ۷/۳۱۴، ۳۱۵) و اخرجه ابن جوزی فی العلل (۱/۲۴۳، ۲۴۴)

آخر قوم کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے کون سا کینہ بھرا ہوا تھا۔ جو پوری قوم اسے دل میں چھپائے بیٹھی تھی۔ اس قوم میں انصار، قریش، غفار، اوس، بجیلہ، نخع، اشعر اور

دیگر قبائل سب مشترک تھے۔ بالفاظ دیگر پانچ افراد کے علاوہ پورا عرب ان سے کینہ رکھتا تھا۔ حالانکہ جہاں یہ بات خلاف عقل ہے وہاں یہ بات خلاف نقل بھی ہے۔ اور آپ ﷺ کے رونے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے بھی لوگ خوش نہ تھے۔ آخر اس مخفی تبرا کی کیا ضرورت تھی۔ کھل کر اور واضح الفاظ میں کہنا چاہیے تھا کہ سب کافر تھے۔

یونس بن خباب الاسیدی الکوفی:

اس روایت کا راوی یونس بن خباب ہے۔ اس کی روایات ترمذی، نسائی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔

عباد بن عباد کا بیان ہے کہ میں یونس بن خباب کے پاس گیا۔ اور اس سے عذاب قبر کی حدیث دریافت کی۔ اس نے حدیث بیان کی اور پھر کہنے لگا کہ اس حدیث میں ایک جملہ اور بھی تھا۔ جو میں نے ناصبیوں سے چھپا لیا ہے۔ میں نے دریافت کیا وہ جملہ کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ قبر میں یہ بھی سوال ہوگا کہ تیرا ولی کون ہے؟ اگر مرنے والے نے یہ جواب دیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں تو نجات پا جائے گا۔ (جب ہی تو آج کل ہمارے سنی بھائی کہتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے)۔

عباد کہتے ہیں میں نے اس پر کہا کہ نے ہم تو اپنے باپ دادا سے ایسی بات نہیں سنی تھی۔ اس نے سوال کیا تو کہاں کا باشندہ ہے، میں نے جواب دیا بصرہ کا۔ اس پر بولا تو تو عثمانی خبیث ہے، عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے۔ حالانکہ عثمان نے حضور کی دو بیٹیوں کو قتل کر دیا تھا۔ عباد کہتے ہیں میں نے کہا جب ایک کو قتل کر چکے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ان سے دوسری بیٹی کا نکاح کیوں فرمایا؟ تو یہ چپ ہو گیا۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ یونس کذاب ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ بدترین انسان تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں اس سے روایت لینا بھی حلال نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے دارقطنی کہتے ہیں یہ ایک بدترین انسان تھا غالی شیعہ ہے۔ بخاری کا قول ہے منکر

الحدیث ہے۔میزان الاعتدال: ج٤، ص٤٧٩۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص١٠٧۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی، ص: ١٨١.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش نور کی چھڑی سے ہوئی

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق سے چالیس ہزار سال قبل نور کی ایک چھڑی پیدا فرمائی اس کے آدھے حصے سے مجھے پیدا کیا اور آدھے سے علی کو۔(میزان الاعتدال: ج٧، ص٣٦٥۔ رقم: ١٠١٧٦۔ وذکرہ الحافظ فی اللسان)

غالباً اسی لیے حضور کی غیر حاضری میں علی رضی اللہ عنہ پر وحی نازل کی جاتی تھی اس طرح یہ دوہری نبوت چلتی رہی جو بارہویں امام لے کر غائب ہو گئے۔

اس کہانی کا راوی ابوذکوان ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اس نے یہ روایت احمد بن عمرو سے نقل کی ہے، یہ کونسا احمد بن عمرو ہے اس کا کچھ اتا پتہ معلوم نہیں اس احمد بن عمرو نے اپنے ہم نام احمد بن عبداللہ سے حدیث نقل کی ہے۔ اتفاق سے احمد بن عبداللہ نامی سینکڑوں افراد ہیں۔ احمد بن عبداللہ نے یہ داستان عبیداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے۔ اور عبیداللہ بن عمرو کوئی شخص نہیں۔ دراصل یہ سب افسانوی ہیرو ہیں۔ جن کا وجود کوئی ضروری نہیں۔ عبیداللہ نے یہ روایت عبدالکریم الجزری سے نقل کی ہے اور یہ منکرات بیان کرنے میں مشہور ہے۔ عبدالکریم نے اسے عکرمہ سے نقل کیا ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام ہے اور مشہور خارجی ہے۔ اگر واقعتاً اس نے کوئی ایسی روایت سنی اور بیان کی ہوتی تو شاید یہاں تک نوبت نہ آتی۔

ہاں سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کب اور کس شئے سے پیدا ہوئے کبھی وہ زمین کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں کبھی جنت کی مٹی سے کبھی درخت سے اور کبھی نور سے کبھی ان کے ساتھ پیدائش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوتے ہیں۔ کبھی ان کی بیوی اور

صاحبزادے بھی شریک ہوتے ہیں اور کبھی متبعین بھی آخر وہ ہیں کیا شئے آج تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کوئی ہے تو ہماری رہنمائی کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان اور قرآن کی آیت

ابوالدنیا کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وتعیھا اذن واعیة اور اس کے کان اسے محفوظ رکھتے ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تیرے کان ایسے بنا دے۔ (میزان الاعتدال: ٣٦٤/٧) المغنی: ٧٨٣/٢) وذكره المتقي الهندي في الكنز (٣٦٥٢٦)

اس کا واضع ابوالدنیا الاشج ہے۔ اس نے ٣٠٠ھ کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شاگردی میں رہا ہے۔ جس طرح رتن ہندی نے چھ سو سال بعد اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سب افراد اپنے اپنے زمانہ کے دجال تھے۔ اس ابوالدنیا کی تمام روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہیں کسی اور کی اسے خبر نہیں۔

اے اللہ! تو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا علی رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں۔ اور میں علی رضی اللہ عنہ کا بھائی ہوں۔ اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ۔ (میزان الاعتدال: ١٠٤/٧) واخرجه ابن عدی فی الكامل فی ترجمه هياج .

ہمیں حیرت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت کسی بھائی چارے کا خیال نہیں آیا۔ اور جب خیبر فتح ہو گیا۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو اس بھائی چارے کا خیال آیا؟

بھائی چارہ ہجرت مدینہ کے بعد پیش آیا، اور مہاجرین اور انصار کو باہم ایک کر دیا گیا تا کہ باہم اخوت ہو اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوا۔ بلکہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ یہ وہ بھائی چارہ ہے جسے عام مورخین مواخات کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

دوسرا بھائی چارہ مہاجرین کا باہم کرایا گیا۔ لیکن یہ عام بھائی چارہ نہ تھا۔ بلکہ صرف ان مہاجرین کا بھائی چارہ کرایا گیا جن مہاجرین کا کوئی بھائی نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمان تھے۔ اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی چارے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات میں وہ سب رافضیوں کی پھیلائی ہوئی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

ہیاج بن بسطام الہروی:

اس روایت کا راوی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے ابوداؤد کہتے ہیں۔ محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں۔ احمد بن حنبل کا فرمان ہے۔ یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ ابن ماجہ کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی۔ نسائی لکھتے ہیں۔ ہیاج بن بسطام ہروی ضعیف ہے۔ (الضعفاء والمتروکین للنسائی، ص: ۱۰۵) حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں:

ہیاج بن بسطام التمیمی البرجمی الہروی ضعیف ہے۔ اس سے اس کے بیٹے خالد نے بہت سی منکرات نقل کی ہیں۔ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (تقریب التہذیب : ۳۶۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں

جناب باقر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو ایک چادر اوڑھائی۔ اس چادر کو "سحاب" کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سحاب (بادل) پہن کر تشریف لائے۔

حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ علی سحاب میں آرہے ہیں۔ جعفر کا بیان ہے کہ میرے والد باقر نے فرمایا ان لوگوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور یہ کہنا شروع کیا کہ علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں آرہے ہیں۔ (میزان الاعتدال: ج٦، ص٤٠٨)

شیعوں میں سے فرقہ رجعیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زندہ بادلوں میں اٹھا لیے گئے ہیں۔ یہ بجلی کی کڑک ان کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے اور یہ بجلی ان کے کوڑے کی چمک ہے۔ اسے فرقہ رجیعہ کہتے تھے۔ جناب باقر نے اس کی خوب عمدہ تاویل پیش کی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب باقر کو یہ چادر اڑھانے کا قصہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ جناب باقر بقول ملا مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور علی بیمار خود کمسن بچہ تھے ان کے یہ صاجزادے میدان کربلا میں چار سال کے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ کس سے سنا۔ محدثین اہل سنت کی نظر میں یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

ہاں فرقہ شیعہ کے ہاں اس سے زیادہ مقبول کوئی روایت نہیں ہوتی کیونکہ اسے ایک امام روایت کر رہا ہے۔ ان سے ان کے صاجزادے جعفر نقل کر رہے ہیں۔ جن کی ذات پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں جعفر سے نقل کرنے والا مسعدۃ بن الیسع الباہلی ہے۔

مسعدۃ:

ابن عدی کا بیان ہے یہ تباہ کن ہے۔ ابوداؤد کا قول ہے کذاب ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ایک زمانہ گزر گیا کہ ہم نے اس کی روایات پھاڑ کر پھینک دیں۔

قتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے لیکن میں نے اس سے روایات سننا پسند نہیں کیا۔ (میزان الاعتدال: ٤٠٨/٦) المغنی (٦٥٤/٢) الضعفاء والمتروکین (١١٦/٣) الضعفاء الکبیر (٢٤٥/٤)

دارقطنی لکھتے ہیں یہ مسعدۃ بن الیسع الباہلی بصرہ کا باشندہ ہے۔ جعفر ابن جریج اور محمد بن عمرو سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ (کتاب الضعفا والمتروکین: ١٥٩)

علی رضی اللہ عنہ انبیائے کرام کا ایک نمونہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص بلحاظ علم آدم علیہ السلام کو، بلحاظ حکمت نوح علیہ السلام کو اور بلحاظ بردباری ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا چاہے وہ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔(میزان الاعتدال: ٦/٤٠٩۔ وذکرہ ابن جوزی فی الموضوعات (١/٣٧٠) السیوطی فی اللالی (١/١٨٤) وابن کثیر فی البدایہ (٧/٣٥٧)

ہمارے نظریہ کے مطابق یہ انبیائے کرام کی صریح توہین ہے کہ کسی غیر نبی کو ان کے مثل قرار دیا جائے۔ لیکن مذہب تشیع کی رو سے ہر امام کا مقام تمام انبیاء سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ تشبیہ غلط ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ کا ہم مثل ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان انبیاء سے تشبیہ دی گئی تو یہ تسلیم کر لیا گیا کہ یہ انبیاء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر درجہ رکھتے ہیں لیکن جب یہ عقیدہ مانا جائے کہ معراج میں پس پردہ جو آواز آرہی تھی وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز تھی...... تو اس لحاظ سے انہیں انبیاء سے تشبیہ دینا یہ بھی سراسر توہین ہے۔ لیکن ہم اپنی فطرت سے مجبور ہیں کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ نہیں دے سکتے۔ اس لحاظ سے یہ تشبیہ غلط ہے۔

مسعر بن یحییٰ النہدی:

اس کا راوی مسعر بن یحییٰ ہے۔ ذہبی کا بیان ہے میں اسے نہیں جانتا اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔(میزان الاعتدال: ٦/٤٠٨) رقم (٨٣٩١)

مسعر بن یحییٰ نے یہ روایت شریک بن عبداللہ بن سنان سے نقل کی ہے اور وہ خالص شیعہ ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ شریک نے یہ روایت ابو اسحاق سبیعی سے نقل کی ہے۔ جو مدلس ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے جو غیر معروف ہے۔ اس روایت پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔

خیبر کے روز تلوار جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ میں تھی

میتب بن عبدالرحمن جو جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے تھے، فرماتے ہیں۔ میں حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے غزوات بیان فرمانے لگے انہوں نے فرمایا جب علی رضی اللہ عنہ نے روزِ خیبر حملہ کی تیاری کی تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا۔

اے علی رضی اللہ عنہ! میرا باپ تجھ پر قربان، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیرے ساتھ وہ ہستی ہے جو تجھے کبھی رسوا نہ کرے گی۔ تیرے دائیں جبرائیل علیہ السلام ہیں ان کے ہاتھ میں تلوار ہے کہ اگر اسے پہاڑوں پر ماردیں تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اے علیؓ! تجھے رضوان اور جنت کی خوشخبری ہو۔ اے علیؓ! تو عرب کا سردار ہے اور میں اولاد آدم کا سرادار ہوں (میزان الاعتدال: ٦/٤٣٠) وذكره الحافظ ابن حجر في اللسان (المغني: ٦٥٩١٢) یہ حدیث کافی طویل ہے۔ افسوس کہ امام ذہبی نے اس کا صرف اتنا ابتدائی حصہ بیان کیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں میتب کی یہ روایت منکر ہے۔ جب بقول میتب اتنی لمبی چوڑی تلوار لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام ساتھ تھے تو ہوسکتا ہے کہ درہ خیبر جبرائیل علیہ السلام نے اکھاڑا ہو اور یار لوگوں نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر دیا ہو۔

رہا ان کے سید عرب ہونے کا مسئلہ تو اہل عرب تو انہیں خلیفہ بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے حتیٰ کہ ان کی خلافت سمٹ سمٹا کر صرف کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اور ساتھ میں صرف ایرانی اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ رہ گئے تو وہ کس وقت سید عرب بنے ہمیں اس کی خبر نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو حکومت نہیں مل سکتی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے روبرو امیروں (حکام) کا تذکرہ

آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی رائے زنی کرنی چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم نہ بولو اس لیے کہ یہ امارت نہ تمہارے لیے ہے اور نہ تمہاری اولاد کے لیے۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۳٦۰) وذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات (۳/ ۹۸) وذکرہ السیوطی فی اللآلی (۱/ ۲۲۷).

اس روایت کا راوی اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ ہے۔ یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا پوتا ہے۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ چونکہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس لیے اغلب گمان یہ ہے کہ ان کا یہ پوتا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ اور اپنے مافی الضمیر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا چاہتا ہے۔

اسحٰق بن یحییٰ:

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ اسحاق کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد اور نسائی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔

ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں اسحٰق کا انتقال خلافت مہدی میں ہوا ہے۔ یہ حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔ اور اس میں وہم کا مادہ بھی ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا تذکرہ ضعفا میں کیا ہے لیکن اگر وہ ایسی روایات پیش کرے جنہیں کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔ اور اگر اسے دیگر لوگ بھی روایت کر رہے ہوں تو پھر اس کی روایت کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور اتفاق سے اسے وہ تنہا روایت کر رہا ہے۔ اس لیے ابن عدی اور ذہبی نے اس کی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۲۰٤) علماء حدیث کو اس کے حافظہ میں کلام ہے۔ اس کی حدیث بطور یادداشت لکھ لی جائے۔ (تاریخ الصغیر: ۱۷)

نسائی لکھتے ہیں یہ اسحٰق متروک الحدیث ہے۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی: ۱۹)

لیکن ہمارے نزدیک یہ اسحاق ضرور ضعیف ہے۔ لیکن کذاب اور وضاع الحدیث نہیں۔ اس لیے یہ روایت خود اس کی وضع کردہ نہیں۔ بلکہ یہ روایت کسی نے گھڑ کر اس کی جانب منسوب کی ہے۔ کیونکہ اس روایت کو اس اسحاق بن یحییٰ سے عثمان بن فائد نقل کر رہا ہے۔

عثمان بن فائد:

یہ اسحاق اس عثمان سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس عثمان کی حدیث قطعاً حجت نہیں۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے یہ تمام آفت اس عثمان کی ڈھائی ہوئی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس عثمان سے سلیمان کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات درست نہیں۔ (میزان الاعتدال: ج ۳، ص ۵۱)

علی رضی اللہ عنہ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریب بیٹھا تھا۔ اچانک حضرت علی آ گئے۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے انس رضی اللہ عنہ! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ علی بن ابی طالب ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا۔ اے انس رضی اللہ عنہ یہ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میری امت پر قیامت کے دن یہ حجت ہوگا۔ (میزان الاعتدال للذھبی ۴۴۶/۶۔ و اخرجہ ابن عدی فی الکامل ترجمہ مطر بن میمون)

سب سے بڑی حیرت تو اس پر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ۹۳ھ تک حیات رہے اور مختلف امویوں کی بیعت کی۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔ یہ ان کی جانب سے اڑائی ہوئی ایک گپ ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مطر بن میمون المحاربی الاسکاف نقل کر رہا ہے جسے مطر بن ابی مطر کہا جاتا ہے۔ امام ابو حاتم رازی، بخاری اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال: ٦/٤٤٥) دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین ص ١٦٥ للدارقطنی)، بخاری لکھتے ہیں مطر بن میمون نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور عکرمہ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے یونس بن بکیر روایات لیتا ہے منکر الحدیث ہے۔ (کتاب الضعفاء الصغیر: ١١٠)

اس مطر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نام سے یہ روایت بھی وضع کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

اور یہ روایت کہ میرا بھائی اور میرا وزیر، میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر مروں گا میں سب سے بہتر علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ ان سہ روایات کا وضاع مطر بن میمون ہے۔ (ذکرہ ابن حبان فی المجروحین (٣/٥) العقیلی فی الضعفاء (٢/٢٥٢) و ابن عراق فی تنزیة الشریعة (١/٣٥٢) و ابن جوزی فی الموضوعات (١/٣٤٧) میزان الاعتدال: ٦/٤٤٦)

ان روایات کے علاوہ ایک روایت ابن عدی اور ذہبی نے یہ بھی نقل کی ہے۔ کہ علی میرا بھائی ہے میرا ساتھی، میرے چچا کا بیٹا، اور میں اپنے بعد جن لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے جو میرا قرض ادا کرے گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا۔ (ابن جوزی فی الموضوعات (١/٣٧٨) ذکرہ الهندی فی الکنز (٣٢٩٠٧) راوی کا بیان ہے کہ میں نے مطر سے دریافت کیا تم انس رضی اللہ عنہ سے کہاں ملے تھے۔ اس نے جواب دیا خریبہ میں (بصرہ میں ایک جگہ ہے)۔

عبیداللہ بن موسیٰ:

مطر سے یہ تمام کہانیاں نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ اس سے تمام

اصحاب صحاح نے روایت لی ہے۔ لیکن ماشاء اللہ بہت کٹر قسم کے رافضی تھے۔ ان کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ عبید اللہ بن موسیٰ سے یہ رام کہانی نقل کرنے والے علی بن مثنی، علی بن سہل اور عبدالرحمٰن بن سراج ہیں، اور تینوں کے الفاظ جداگانہ ہیں۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عبید اللہ یا مطر بن ابی مطر نے کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ اور چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ دودغ گورا حافظہ نباشد لہٰذا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عبید اللہ بھی صورت حال کا اندازہ کر کے الفاظ گھٹا تا بڑھا رہتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تھوک لگانا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تھوک کا سرمہ لگایا۔ (میزان الاعتدال: ٤٧٦/٦) وذكر الحافظ في اللسان.

معلیٰ:

اس کا راوی معلیٰ بن عرفان ہے جو اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے شقیق اس کے چچا امام التابعین ہیں۔ وہ تو اس کذب و افترا سے بری ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کے بھتیجے معلیٰ کا تعلق ہے تو یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان کہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے اس نے شقیق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیات میں انتقال فرما چکے تھے۔ لہٰذا یہ روایت بھی اپنے وجود میں آنے سے قبل انتقال کر گئی تھی۔

بخاری لکھتے ہیں، معلیٰ بن عرفان الاسدی الکوفی اپنے چچا شقیق سے روایات نقل کرتا

ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ (کتاب الضعفاء الصغیر ص: ۱۱۰)

نسائی لکھتے ہیں، یہ معلّٰی بن عرفان متروک الحدیث ہے۔ (کتاب الضعفا والمتروکین، للنسائی، ص۹۷۔ دارقطنی لکھتے ہیں، یہ معلّٰی بن عرفان کوفی ہے۔ ابو وائل یعنی شقیق سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص: ۱۵۸.

محشی حاشیہ میں رقم طراز ہیں۔

حافظ لکھتے ہیں، تمام ناقدین حدیث کا اس کے کذب پر اتفاق ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ صفحہ: ۱۵۸۔

اے اللہ! علی رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کر اور اس سے مدد کی خواہش کر

کدیرہ الجری کا بیان ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ سے اپنی پشت لگائی، پھر فرمایا۔ اے لوگو! آؤ میں تم سے دو باتیں بیان کروں جو میں نے تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے چند کلمات کہے۔

"اے اللہ! اس کی اعانت کر، اس سے اعانت کا خواہاں ہو۔ اس کی مدد کر اور اس سے مدد کا خواہاں ہو کیونکہ وہ تیرا بندہ اور تیرے رسول کا بھائی ہے۔" (میزان الاعتدال: ۶/۵۳۴) وذکره الحافظ في اللسان۔ اخرجه الطبراني في الكبير (۱۲/۱۲۲) ذكره الهندي في الكنز (۳۲۹۵۴) ذكره السيوطي في الجوامع (۹۷۴۱) ابن سعد في الطبقات (۲/۱/۴۹)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کی مدد کرتا ہے اس سے امداد بھی طلب کرتا ہے۔ بہت خوب!

مہلہل عبدی:

اس روایت کو کدیرۃ الہجری سے نقل کر رہا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ دونوں مجہول ہیں۔

اس روایت کے دونوں جملے قطعاً کفریہ ہیں۔ ہم اس کفر سے مغفرت کے طلب گار ہیں۔

قیامت کے دن سب سے اوّل علیؓ مجھ سے ملاقات کرینگے

لیلیٰ غفاری کا بیان ہے کہ میں غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں کی دوا دارو کرتی اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی۔ جب علی رضی اللہ عنہ بصرہ چلے تو میں ان کے ساتھ گئی تو میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھڑے دیکھا (تن تنہا اور پیدل) تو میں ان کے پاس پہنچی۔ اور میں نے ان سے عرض کیا۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت نہیں سنی۔ انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے سنی ہے۔

ایک بار علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ میرے بستر پر بیٹھے تھے۔ اور آپ ایک چادر اوڑھے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے ان سے عرض کیا، آپ کو اس کے علاوہ کوئی کشادہ جگہ نہیں ملی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہ میرے بھائی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ لوگوں میں سب سے اوّل اسلام لایا۔ اور موت کے وقت سب سے آخری عہد اس سے ہوگا اور قیامت کے روز سب سے پہلے یہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔ (میزان الاعتدال: ٦/٥٥٦) و اخرجه العقيلي في الضعفاء (٤/١٦٦)

اس روایت کا راوی موسیٰ بن القاسم ہے۔ بخاری کا بیان ہے یہ ایسی روایات نقل کرتا ہے۔ جو اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کے تمام راوی مجہول ہیں۔

اس روایت کا پہلا راوی عبدالسلام ابو الصلت ہے۔ جس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بھی ایک نہایت ہی نا مناسب بات ہے کہ میاں بیوی کے درمیان چچا

زاد بھائی گھس کر بیٹھ جائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ رہ گیا وفات کے وقت کا عہد تو بخاری و مسلم میں تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اپنے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بھائی کو بلا لے تاکہ میں ان کے لیے خلافت لکھ دوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اٹھنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بدن سہار نہ سکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دے کیونکہ، اللہ اور مسلمان ابوبکر کے علاوہ کسی کو اختیار نہ کریں گے۔ غالباً یہ کہانی اسی حدیث صحیح کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے کیا عہد لیا گیا تھا؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور جو ان کی پیروی کرے وہ بھی حق پر ہے۔ اور جس نے انہیں چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا یہ ایک ایسا عہد ہے جو اس سے قبل لیا گیا تھا۔ (میزان الاعتدال : ٦/٥٥٦)

یہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ذاتی رائے بیان کی جاتی ہے۔ بہت سے حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتے تھے ہوسکتا ہے کہ ام المومنین بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر سمجھتی ہوں۔ لیکن اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یا اللہ کا کسی بات پر عہد لینا اس لیے ممکن نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ہزارہا صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیتے۔ لیکن چند صحابہ کے علاوہ کسی نے ساتھ نہیں دیا جو اس روایت کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

موسیٰ بن قیس:

اس روایت کا راوی موسیٰ بن قیس ہے۔ یہ خود کو عصفور الجنۃ (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ احادیث وضع کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ غالی قسم کا رافضی تھا۔ اس نے ردی روایات بیان کی ہیں۔ (تقریب : ٢/٢٨٧۔ الجرح والتعدیل : ٨/٧٠٣۔ تهذیب الکمال : ٣/١٣٩٢۔ تاریخ البخاری الکبیر (٧/٢٩٣) الضعفاء الکبیر (٤/١٦٤)

مالک بن جعونہ:

اس روایت کا ایک اور راوی مالک بن جعونہ ہے جو حضرت ام سلمہ سے یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ اور وہ قطعاً مجہول ہے اور اس سے نقل کرنے والا عیاض بن عیاض بھی مجہول ہے۔

قیامت کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا اٹھائیں گے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قیامت کے روز آپ ﷺ کا جھنڈا کون اٹھائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو اسے دنیا میں اٹھاتا رہا۔ یعنی علی رضی اللہ عنہ (میزان الاعتدال: ۷/۵۰٤) واخرجه ابن حبان في المجروحين (۳/٥٤)

یہ بات تو اس وقت درست ہوتی جب کہ ہر غزوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا ہوتا۔ لیکن خیبر کے قلعہ قموص کے علاوہ کسی وقت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا نہیں رہا۔ ہاں جنگ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا گیا۔ فتح مکہ کے وقت ابوعبیدہ زبیر بن العوام اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہم علم بردار تھے۔ جنگ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص علم بردار تھے۔ اگر فرض کرو راوی یہ کہتا کہ قیامت کے روز تمام وہ لوگ بالترتیب جھنڈے اٹھائیں گے جو آپ ﷺ کی زندگی میں جھنڈے اٹھاتے رہے، تو بات کچھ سوچنے کے قابل ہوتی۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہر غزوہ میں کم از کم تین جھنڈے ہوتے ایک مہاجرین کا اور دو انصار کے، اس لحاظ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ حضور ﷺ کا جھنڈا اٹھانے والے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ بات درست نہیں۔

پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان افراد میں داخل ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے انہیں صرف اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ رافضیوں کے امام باقر کے استاد

ہیں، لیکن پھر بھی ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ بوقت ضرورت اپنا کاروبار چمکانے کے لیے انہی حضرات کو جھوٹ بول کر پیش کیا جاتا ہے۔

ناصح بن عبداللہ المجلی:

اس داستان کا راوی ناصح بن عبداللہ الکوفی ہے۔ محدثین کا فتویٰ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان ہے ضعیف ہے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں (میزان الاعتدال : ٤/٧)

دارقطنی کا بیان ہے کہ ناصح بن عبداللہ، اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ سماک بن حرب سے روایات نقل کرتا ہے، متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی، ص ١٦٧)

امام بخاری لکھتے ہیں، ناصح، سماک اور اپنے ماموں عبدالعزیز بن الخطاب سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ (کتاب الضعفاء الصغیر : ١١٦)

نسائی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص : ١٠٠.

اسماعیل بن ابان الغنوی:

ناصح سے یہ روایت نقل کرنے والا اسماعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس نے متعدد احادیث وضع کر کے امام سفیان ثوری کی جانب بھی منسوب کی ہیں۔ نسائی اور مسلم کا بیان ہے کہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال : ج ١، ص ٢١١)

نسائی لکھتے ہیں اسماعیل بن ابان کوفہ کا باشندہ ہے۔ ہشام بن عروہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔(كتاب الضعفاء والمتروكين ص : ١٦)

دارقطنی لکھتے ہیں۔ اسماعیل بن ابان الغنوی کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق الکوفی ہے۔ حکم، عطیہ نفیل بن عروہ الخیاط اور ہشام بن عروہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔(كتاب الضعفاء والمتروكين ص : ٥٧)

علیؓ سے قیامت تک منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا

حضرت عمران بن حصین کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور علی رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ اچانک نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی "کیا وہ مضطر کی پکار نہیں سنتا اور اس سے تکلیف دور نہیں کرتا اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔"

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مونڈھے کانپنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کے مونڈھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ تجھ سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا۔ اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔(ميزان الاعتدال : ٤٧/٧) والخطيب في التاريخ (٤٢٦/١٤) شرح السنة للبغوى (١١٤/١٤) و ابن ابى شيبة في مصنفه (٥٧/١٢) من طريق آخر .

یہ آیت سننے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کپکپانے اور پھر ان کے بارے میں فیصلہ سنانے سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ دراصل اس داستان کا راوی نفیع بن الحارث النخعی الکوفی الاعمی ہے۔ اس کی کنیت ابوداؤد ہے۔ یہ ایک قصہ گو انسان تھا۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ غالی رافضی تھا۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ اس نفیع کو ابوداؤد الاعمی اور ابوداؤد السبیعی بھی کہا جاتا ہے۔ بعض افراد نے دھوکہ دینے کے لیے اس کا نام نافع بن ابی نافع بھی بیان کیا

ہے تا کہ لوگ اسے کوئی غیر شخص تصور کریں۔

قتادہ بن دعامہ جو اس کے ہم عصر تھے۔ وہ کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ اس ابوداؤد سے روایت اخذ کرنا بھی جائز نہیں۔

ہمام کا بیان ہے کہ یہ ابوداؤد ایک بار بصرہ آیا اور ہمارے سامنے زید بن ارقم اور براء رضی اللہ عنہ کی احادیث بیان کرنے لگا۔ ہم نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ طاعون جارف یعنی ۱۱۸ھ سے قبل تو وہ گداگر تھا۔ لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ (اور اب محدث بن گیا ہے) (میزان الاعتدال: ج ٤، ص: ٢٧٢)

یہ ابوداؤد حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ جو خود ایک انتہائی مشکوک امر ہے۔

اس لیے کہ نفیع بصرہ میں طاعون جارف کے وقت گیا یعنی ۱۱۸ھ کے بعد جب کہ عمران رضی اللہ عنہ بن حصین کا بصرہ میں ۵۲ھ میں اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ براء نے ۷۲ھ میں کوفہ میں زید بن ارقم نے مدینہ میں ٦٨ میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ٦٨ھ میں طائف میں انتقال کیا۔ اور ماشاء اللہ یہ سب سے نقل کر رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام قتادہ فرماتے ہیں اس نے ان صحابہ میں سے کسی سے بھی حدیث نہیں سنی۔ امام مسلم نے ہمام سے نقل کیا ہے۔ کہ اس ابوداؤد کا دعویٰ تھا کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ کو دیکھا ہے۔ اس پر امام قتادہ نے فرمایا حسن بصری اور سعید بن المسیب اس سے عمر میں بھی بڑے تھے اور اس سے زیادہ علم دین کے متلاشی تھے۔ لیکن انہوں نے بھی کسی بدری صحابی سے حدیث نہیں سنی ہاں سعید بن المسیب نے صرف ایک بدری صحابی یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے حدیث سنی ہے۔ (مقدمہ مسلم، ج ١، ص ١٦)

حارث بن حصیرۃ الازدی:

اسی ابوداؤد سے یہ روایت حارث بن حصیرہ الازدی نے نقل کی ہے۔نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے یحیٰی بن معین فرماتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ تھا۔لیکن اس لکڑی کا بچاری تھا۔جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ شخص فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ابو حاتم رازی لکھتے ہیں۔اگر سفیان ثوری اس سے روایات نہ لیتے تو سب لوگ اس کی روایات ترک کر دیتے۔ (میزان الاعتدال: ج ١، ص: ٤٣٢) دارقطنی لکھتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔(الضعفاء والمتروکین ص: ٧٦)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا ہے۔غلطیاں کرتا ہے لیکن اس پر رفض کا اتہام ہے۔(تقریب ص: ٥٩) عبدالحسین شرف الدین موسوی جو عراق میں شیعوں کا امام تھا وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ابو حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ شیعہ تھا۔ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ابو احمد الزبیری کہتے ہیں یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ابن عدی کہتے ہیں کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے یہ کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں داخل ہے۔

ذبیح کا بیان ہے میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا آپ نے حارث بن حصیرۃ کو دیکھا ہے۔انہوں نے جواب دیا ہاں دیکھا ہے ایک بہت بوڑھا شخص تھا۔اکثر خاموش رہتا۔لیکن ایک بہت بڑی بات پر اصرار کرتا۔یحیٰی بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے، خشبی ہے۔ اس حارث سے سفیان ثوری، مالک بن مغول اور عبداللہ بن نمیر نے روایات نقل کی ہیں۔یہ شیعوں کا شیخ اور ان کا معتبر راوی شمار ہوتا ہے۔ہم نے یہ سب کچھ میزان سے تحریر کیا ہے۔

نسائی نے عباد بن یعقوب کے ذریعہ عبداللہ بن عبدالملک المسعودی نے اس حارث بن حصیرہ کے ذریعہ زید بن وہب سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔(مراجعات: ص ٧٨)

سب سے پہلے حوض کوثر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئینگے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس امت میں سب سے قبل ایک مسلم کی حیثیت سے جو آئے گا وہ علی بن ابی طالب ہوں گے۔

مآربی:

ابن جوزی کا بیان ہے کہ محمد بن یحییٰ المآربی منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایات بالکل تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ (العلل المتناهيه في احاديث الواهيه ج ۱، ص: ۲۱۱۔ رقم حديث: ۳۳۳)

لیکن محشی یعنی شیخ خلیل المیس۔ مدیراز پر لبنان اس روایت کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں کہ اس محمد بن یحییٰ کو دار قطنی نے ثقہ کہا ہے۔ اور ابن حبان نے بھی اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ خطیب اور حاکم نے ج ۳، ص ۱۳۶ پر سیف بن محمد کو اس کا متابع بیان کیا ہے۔ اور وہ کذاب ہے ابن عدی نے عبدالرحمان بن قیس کو بھی اس کا متابع بیان کیا ہے لیکن وہ وضاع ہے۔ حاشيه العلل ص ۲۱۱۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ المآربی، یہ سبائی کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایات تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ اور دار قطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ایک روایت نقل کر کے تحریر کیا ہے۔

کہ یہ روایت باطل ہے میں نہیں جانتا کہ اس روایت کو کس نے وضع کیا ہے۔ خطاب بن عمر الصفار نے یا محمد بن یحییٰ المآربی۔ (ميزان الاعتدال: ٦/٣٦٤)، (تقريب: ٢/٢١٨)، (ضعفاء ابن جوزی: ٣/١٠٦)، (الجرح والتعديل: ٨/٥٥١)

سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرنے والا علیم الکندی ہے۔ مجھے اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔

علی رضی اللہ عنہ سے حسد رکھنے والا مجھ سے حسد رکھتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ سے حسد رکھا اس نے مجھ سے حسد رکھا اور جو مجھ سے حسد رکھتا ہے اس نے کفر کیا۔

ہم نے بخاری کے حوالہ سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کیا تو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے۔ انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔

اگر صورت حال وہ ہوتی ہے جو مذکورہ بالا روایت میں بیان کی گئی تو آپ ﷺ کو بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمانا چاہیے تھا کہ تو نے کفر کیا۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ سے بغض مجھ سے بغض ہے اور مجھ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ بغض کا درجہ حسد سے بہت بلند ہے اور جب بغض رکھنے پر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو کافر نہیں کہا گیا تو حسد رکھنے پر کوئی کیسے کافر ہوگا۔

سلام:

یہ روایت ابن مردویہ کے حوالہ سے ابن جوزی نے اپنی العلل میں نقل کی ہے۔ اور فرمایا اس کا راوی سلام بن ابی عمرہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس راوی کو بطور حجت پیش کرنا جائز نہیں۔ (العلل المتناهيه فی احاديث الواهيه: ج ۱، ص: ۲۱۱۔ حديث رقم: ۳۳٤)

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ سلام بن ابی عمرۃ الخراسانی سے ترمذی نے روایت نقل کی ہے یہ عکرمہ سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سلام کی روایت پیش کرنا جائز نہیں۔ (ميزان الاعتدال: ۲۰۸/۳۔ المغنی (۲۷۱/۱) الضعفاء والمتروكين (۷/۲) المجروحين لابن حبان (۳۳۷/۱) الجرح والتعديل (۲۰۸/٤)

علی میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے میرا سر میرے بدن پر

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی رضی اللہ عنہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ میرے بدن پر میرا سر۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے اس سند سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں لکھی۔ غالباً یہ ارشاد بھی خم غدیر میں ہوا ہوگا۔ اس لیے کہ خم غدیر میں بقول جعفر بن سلیمان ضبعی حضرت براء رضی اللہ عنہ شکایت کرنے پہنچے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

ہاں ابن مردویہ نے حسین الاشقر اور قیس بن الربیع کی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

حسین الاشقر

بخاری کا بیان ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہوتی ہیں۔

قیس بن الربیع:

اور اس روایت کی سند میں قیس بن الربیع بھی ہے یحیٰی کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں، امام احمد کا بیان ہے یہ شیعہ تھا۔ (العلل المتناهيه فی احادیث الواهيه: ج۱، ص۲۱۲۔ حدیث رقم: ۳۳۵)

حسین الاشقر:

اس کا نام حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ نسائی نے اس سے روایت لی ہے۔ یہ حسین بن صالح اور زبیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت لی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت اس حسین الاشقر کو بطور حیلہ استعمال کرتی حالانکہ اس کی روایات بھی منکر ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات بیان کیں۔ اور ایک روایت کے بارے میں تحریر کیا میرے نزدیک یہ تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابو العمر الہذلی کا بیان ہے کذاب ہے۔نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں،قوی نہیں۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص: ۳۳۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی، ص ۸۳)

قیس بن الربیع کا ہم تفصیلی حال پیش کر چکے ہیں،لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

یہ ذہن میں رہے کہ کسی انسان کی زندگی اس کے سر کی بقاء پر ہے۔ اور جو کچھ وہ بولتا اور کہتا ہے وہ سر ہی سے بولتا اور کہتا ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بقیہ جسم بے کار محض ہے۔ اس میں کوئی زندگی نہیں۔ گویا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بے کار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے وہ مولا علی کی زبان سے فرماتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بیماری کے وقت حضور نے اپنی جگہ ابو بکر کو امام بنا دیا۔ اور سر بے چارہ سوچتا ہی رہ گیا کہ وہ کیا کرے؟

علی رضی اللہ عنہ کے فضائل تیس ہزار کے قریب ہیں

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا۔ سبحان اللہ میرا خیال ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے مناقب تیس ہزار ہوں گے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ تیس ہزار کے قریب ہوں گے۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۲۳۰)

اس کا پہلا راوی حسن بن حسین الکوفی ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں محدثین کے نزدیک یہ سچا نہیں بہت اونچے درجہ کے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ کہ اس کی روایات ثقہ راویوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے لغو

عیسیٰ بن عبداللہ:

اس حسن بن حسین الکوفی نے یہ داستاں عیسیٰ بن عبداللہ سے نقل کی ہے وہ اپنے باپ دادا کے واسطے سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ اس عیسیٰ سے مراد عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ یہ تمام روایات اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کرتا ہے۔ اس کی عام روایات موضوع ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ (میزان الاعتدال: ٥/٣٨٠ لمغنی: ٢/٤٩٨۔ الضعفاء والمتروکین: ٢/٢٤٠۔ الجرح والتعدیل: ٦/٢٨٠)

جو شخص میری طرح سے زندگی گزارنا چاہے وہ علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ میری طرح زندگی گزارے۔ اور میری موت مرے تو اسے چاہیے کہ میرے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ (میزان الاعتدال: ٢/٣٧۔ وذکرہ المتقی الهندی فی الکنز: ٣٤١٩٨)

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ان کی موت آ گئی۔

بشر بن مہران الخصاف:

اس کا راوی بشر بن مہران الخصاف ہے۔ ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میرے والد نے اس کی حدیث ترک کر دی تھی۔ (میزان الاعتدال: ٢/٣٧)

بشر نے اسے شریک بن عبداللہ سنان الکوفی سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔

بشر بن مہران سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن زکریا الغلابی ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ مورخ ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے جھوٹا قرار دیا۔ (میزان الاعتدال: ج ۳، ص: ۵۵۰) دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ۱۵۵)

میرے بعد جو خود کو رسول کا بھائی کہے وہ کذاب ہے

زید بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ میرے بعد اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱۶۷/۲)

اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد چچا زاد بھائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی نہیں رہے۔ مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ابولہب، حارث وغیرہ کی اولاد۔

اور اگر مقصد یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی اللہ کا بندہ نہیں تو اس کا حکم کم از کم ہماری عقل سے بالاتر ہے۔

حارث بن حصیرۃ الازدی:

اس کا راوی حارث بن حصیرہ الازدی الکوفی ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو سب اسے ترک کر دیتے یہ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خشبی تھا۔

خشبی وہ طبقہ ہے جو اس لکڑی کی پوجا کیا کرتا تھا جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی

دی گئی ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت لکھی جائے اگر چہ یہ ضعیف ہے اور کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔(میزان الاعتدال : ۲/۱۶۷۔ تقریب : ۱/۱۴۰۔ الجرح والتعدیل ۳/۳۳۱۔ تاریخ البخاری الکبیر: ۲/۲۶۷)

حارث نے اس روایت کو زید بن دہب سے نقل کیا ہے۔ اگر چہ وہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن حب علی میں غلو کی حد تک مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کا ناقل ہے کہ اگر دجال ظاہر ہوا تو اس کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔(میزان الاعتدال : ج۲، ص۱۰۷)

حالانکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اتنی شدید محبت تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں شہر چھوڑ کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ چالیس روز کے اندر ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیا و آخرت میں سردار ہیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھ کر فرمایا: تو دنیا میں بھی سردار ہو گا۔ اور آخرت میں سردار ہو گا۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (میزان الاعتدال: ۴/۳۴۵) و اخرجه الخطيب فى التاريخ: ۴/۴۱ و ذكره ابن عراق فى التنزيه الشريعة (۱/۳۹۸)

اس کے ساتھ حضرت جعفر کا وہ قول بھی لگا لیجیے کہ جس نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مسلمان سمجھا اس نے علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھی اس لیے خمینی صاحب نے اپنی ولایت فقیہ میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دی ہیں اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ علی سے محبت کرنے والا ابوبکر و

عمر رضی اللہ عنہما کو دشمن ضرور سمجھے گا۔ اور جو شخص ان کو مسلمان سمجھے گا وہ علی کا دوست نہیں ہوگا۔ رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی کرنا تو وہ تقیہ پر مبنی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شیعہ آپ سے دوستی کرتا ہے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ تقیہ کرتا ہے اس کی بات پر یقین کرنا شاید اتنا دشوار ہے جتنا متعدد خداؤں کو ماننا۔

اس روایت کا راوی عبدالرزاق بن ہمام ہے جو خالص رافضی ہے۔ اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے یہ روایت مجھ سے خلوت میں حافظہ کے بل بوتے پر بیان کی۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ شہید ہوں گے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ پھر اٹھایا جاؤں گا۔ پھر قتل کیا جاؤں گا اس دوبارہ قتل سے میری موت واقع ہوگی۔ (میزان الاعتدال: ٥٥)

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت عقیلی نے کتاب الضعفاء میں نقل کی ہے۔ اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا ان کا مشہور شاگرد عبایۃ بن ربعی ہے جو غالی شیعہ ہے۔ (میزان الاعتدال: ٤/٥٥) (المغنی: ١/٣٣٠) (الجرح والتعدیل: ٧/٢٩)

عبایۃ سے نقل کرنے والا وہی موسیٰ بن طریف ہے۔ جس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے اور یہی اس روایت کا واضع ہے۔ لیکن اس نے اہانت علی کے لیے یہ داستان وضع کی تھی۔

اے علی تو قیامت کے روز لوگوں کو حوض کوثر سے بھگائے گا

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ قیامت کے دن تیرے ہاتھ میں جنت کی لاٹھیوں میں سے ایک لاٹھی ہوگی۔ جس کے ذریعہ تو

لوگوں کو میرے حوض سے ہٹائے گا۔(میزان الاعتدال: ۲۵۵/۳۔ واخرجه العقیلی فی الضعفاء: ۱۶۱/۲ وذکرہ ابن جوزی فی العلل المتناهیة: ۱۶۱/۱)

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

سلام بن سلیمان:

اس روایت کا راوی سلام بن سلیمان بن سوار ہے۔ اس کا تعلق بنو ثقیف سے ہے۔ مدائن کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو العباس ہے۔ شبابۃ بن سوار کا بھتیجا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ ابن عدی کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی نے اس کی اٹھارہ روایات نقل کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے۔ جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہے۔(میزان الاعتدال: ۲۵۵/۳)

زید العمی:

اس کا ایک اور راوی زید العمی ہے جو زید بن الحواری کے لقب سے مشہور ہے ابو الحواری اس کی کنیت ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ہرات کا قاضی تھا۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے ضعیف ہے لیکن اس کی روایت لکھ لی جائے۔ نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ شیعہ نے جن ضعیف راویوں سے روایات لی ہیں۔ یہ زید ان میں سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کی روایت نہیں لی۔(میزان الاعتدال: ۱۰۲/۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ جب تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے تو میں عرش الٰہی کے داہنے کھڑا ہوں گا۔ اور تو میرے دائنی طرف کھڑا ہوگا۔ اور تجھے دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے۔ تو اے

علی رضی اللہ عنہ مجھے جس بھلائی کی دعوت دی جائے گی تجھے بھی اس کی دعوت دی جائے گی۔ (میزان الاعتدال: ۳/۲۴۰۔ وذکرہ الھثمی فی المجمع (۹/۱۳۵) وعزاہ للطبرانی فی الاوسط و فیه عمران بن مقسم و هو كذاب وذكره المتقی الهندی فی الكنز رقم (۳۶۴۸۱)

اس روایت کا راوی سفیان بن ابراہیم الکوفی ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ گمراہ ہے۔ ضعیف ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اور اسے عبدالمومن القاسم نے تیار کیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۱۲۴)

عبدالمومن بن القاسم الانصاری:

عبدالغفار کا بھائی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔ اس کی اکثر روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال: ۴/۴۲۱۔ الضعفاء والکبیر: ۳/۹۲)

ابان بن تغلب:

عبدالمومن نے یہ روایت ابان بن تغلب الکوفی سے نقل کی ہے اور یہ خالص کٹر شیعہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے۔ سعدی کہتے ہیں۔ یہ کھلا گمراہ ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱/۱۱۸۔ تقریب: ۱/۳۰۔ الکاشف: ۱/۷۴)

عمران بن مقسم:

ابان نے یہ روایت عمران بن مقسم سے نقل کی ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خیر البشر ہیں

عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی تم میں کیا پوزیشن تھی۔ انہوں نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ خیر البشر تھے۔ (میزان الاعتدال: ۳/۲۹۶)

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے بلکہ ان کے صاحبزادے حضرت حسین کو خروج سے منع کیا۔

عطیہ:

اس روایت کا راوی عطیۃ العوفی ہے جو مشہور رافضی ہے اور اس کی عام روایات کلبی کذاب سے ہوتی ہیں۔ جو عطیہ کا استاد ہے۔ جب عطیہ یہ کہے کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے تو اس سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہوتے بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ جابر سے جابر بن عبداللہ صحابی مراد نہ ہوں بلکہ مشہور رافضی جابر جعفی مراد ہو۔

صالح الخیاط:

اس کا ایک اور راوی صالح بن ابی الاسود الکوفی الخیاط ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی احادیث درست نہیں ہوتیں۔ اور نہ یہ معروف انسان ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بہت واہی انسان ہے۔ (میزان الاعتدال : ۳۹۶/۳۔ المغنی : ۳۰۲/۱)

ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے، میرا وصی علی رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرے وصی اور وارث علی ہیں۔ (میزان الاعتدال : ۳۷۵/۳)

حالانکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے خم غدیر کے موقعہ پر یہ اقرار کیا تھا کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ سے بغض ہے۔ اور بغض کی وجہ بھی بیان فرمائی تھی۔ لیکن اچانک ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل الہام ہونے لگے۔

شریک:

اس کا مرکزی کردار قاضی شریک ہے جو مشہور شیعہ ہے۔ اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا۔ (تقریب : ۳۵۱/۱۔ تاریخ البخاری الکبیر : ۲۳۷/٤۔ الجرح والتعدیل : ۱٦۰۲/٤۔ الکامل لابن عدی : ۱۹۲/۲۔ تاریخ بغداد : ۲۷۹/۹)

ابن اسحاق:

شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ محمد بن اسحاق ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال بیان کر چکے ہیں۔

سلمۃ الابرش:

ابن اسحاق سے یہ داستان نقل کرنے والا مورخ سلمۃ بن الابرش ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔

حمید الرازی:

سلمہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ حمید الرازی ہے جو کذاب ہے۔ مغازی ابن اسحاق کا ناقل یہی ہے۔

ابو ربیعۃ الایادی:

شریک نے یہ روایت ابو ربیعۃ الایادی سے نقل کی ہے۔ اس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۲۷۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں ابلیس کو قتل کر دوں؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے احادیث بیان کر رہے تھے اچانک رکن یمانی کے قریب سے ایک بڑی شئے جو تقریباً ہاتھی کے برابر ہوگی نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوکا اور فرمایا تجھ پر لعنت کی گئی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس سبب سے آپ نے فرمایا یہ ابلیس ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر جھپٹے۔ اس کے پیشانی کے بال پکڑ کے اسے کھینچا اور اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو یہ جانتا ہے کہ ابلیس نے تجھے ڈھیل دی ہے۔ وہ ایک کنارے جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے ابن ابی طالب اللہ کی قسم تجھے جو بھی غصہ دلائے گا۔ میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم

میں شریک کردوں گا۔(میزان الاعتدال: ۱/ ۳۵۰۔ اوردہ الشوکانی فی الفوائد ۳۷٤)

پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ شیطان صفا کے پاس ملا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رکن یمانی کے قریب نظر آیا۔ پہلی روایت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس وقت یہ وضوعہ پیش آیا تو عبداللہ بن مسعود کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک مجمع جمع تھا۔ لیکن ہمیں افوس اس بات کا ہے کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا اور نہ شاید یہ اہرمن ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا۔

پہلی روایت سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بلاوجہ چھوڑ دیا اور اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مشورے چھوڑا گیا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع محمد بن مزید بن ابی الازہر ہے۔(میزان الاعتدال: ۱/ ۱۹۸)

ذہبی جلد چہارم میں محمد بن مزید کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے متروک ہے اور متہم ہے۔ اس نے حضرت حسین کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔ خطیب بغدادی کا قول ہے کہ یہ متعدد احادیث کا واضع ہے۔(میزان الاعتدال: ٤/ ۳۵)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدته بعلی۔ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، میں نے آپ کی تائید علی کے ذریعہ کی ہے۔

اور میں نے یہ تحریر زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔(میزان الاعتدال: ۱/ ٤۳۳۔ وذكره المتقى الهندى فى الكنز: ۳۳۰٤۳۔ واخرجه ابن جوزى فى العلل: ۱/ ۲۳۸)

جب آسمانوں کا کوئی وجود نہ تھا تو جنت کہاں وقوع میں آئی اور کیسے وقوع میں آئی؟

اس روایت کا راوی اشعث ہے جو حسن بن صالح بن حیی کا بھتیجا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ احادیث یاد نہ رکھ سکتا تھا۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ٤٣٣۔ المغنی: ۱/ ۹۲)

اس کا ایک اور راوی عطیۃ العوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ وہ یہ داستان حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہا ہے۔ حالانکہ اس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی یحییٰ بن سالم الکوفی ہے دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ (میزان الاعتدال: ۷/ ۱۷۹۔ المغنی: ۲/ ۷۳۵۔ الضعفاء والمتروکین: ۳/ ۱۹۵)

اس روایت کی سند کا ایک اور راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ بدترین روایات بیان کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں اس کی یہ روایت باطل ہے۔

حافظ ابونعیم اصبہانی لکھتے ہیں۔ اس کی روایت میں اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ ایک اور روایت میں کہتا ہے۔

آسمانوں کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل جنت کے دروازے پر لکھا تھا کہ لا الــٰـــه الا الله محمد رسول الله علی اخو رسول الله.

نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ زکریا متروک ہے۔ (میـــزان الاعتـــدال: ۳/ ۱۱۰۔ الضعفاء والمتروکین: ۱/ ۲۹۵۔ الضعفاء الکبیر: ۲/ ۸٦۔ الجرح والتعدیل: ۳/ ۵۹۵)

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کسی کے لیے حلال نہیں کہ اس کی روایت نقل کرے۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ متروک ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا ہے اور اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر ہے۔ (میزان الاعتدال: ۳/ ۱۱۸)

نیز یہ روایت ابو ایوب انصاری کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک نہ تھے۔ ان کی یہ عدم شرکت روایت کے جھوٹ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب بقول ابو ایوب رضی اللہ عنہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ناکثین، قاسطین اور مارقین سے قتال کرنا لیکن انہوں نے قتال نہیں کیا جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کی جو عمداً کسی صحابی سے ممکن نہیں یا یہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے نام سے جھوٹ بولا گیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ناکثین یعنی عہد توڑنے والوں سے مراد زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ قاسطین سے مراد انصاف چاہنے والے یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انصاف چاہتے تھے۔ اور مارقین سے مراد ساتھ چھوڑ کر جانے والے یعنی خارجی ہیں۔ ان سے قتال کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور ابو ایوب مدینہ سے آکر شریک ہوئے اسے جنگ نہروان کہا جاتا ہے۔

میرے بعد فتنہ واقع ہوگا۔ لہٰذا تم علی رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑ لینا

حضرت ابو لیلیٰ غفاری کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ عنقریب میرے بعد ایک فتنہ ہوگا۔ تو تم اس وقت علی رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑ لینا۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے مجھے دیکھا۔ یہی سب سے پہلا شخص ہے جو قیامت کے روز مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور یہ علی رضی اللہ عنہ بلند آسمان میں میرے ساتھ ہوگا۔ اور یہ علی حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کرے گا۔ (میزان الاعتدال: ۳۳۷۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب خلافت سنبھالی۔ اور ان لوگوں سے اعلان جنگ کیا جنہوں نے ان کی خلافت کو قبول نہ کیا تھا تو صحابہ کرام کی اکثریت نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور یہ

ارشاد فرمایا تھا کہ اس میں کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہو گا۔ اور اس قسم کی دیگر تفصیلات بیان کیں۔ جو صحیح بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفۃ بن الیمان، حضرت اسامۃ بن زید، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت کعب بن مالک، حضرت ابوبکرہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ سے مروی ہیں۔ یہ زیر بحث روایت ایک زمانہ دراز بعد ان احادیث کے جواب کے لیے تیار کی گئی۔

اس روایت کی رو سے جہاں ان حضرات پر الزام قائم کیا گیا جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور اسے جائز تصور کیا۔ مثلاً ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہم وغیرہ وغیرہ۔

اصل میں اس روایت کا واضع اسحاق بن بشر بن مقاتل الکوفی الکاہلی ہے۔ اس کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ مطین کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوبکر بن ابی شیبہ سے کسی کو کذاب کہتے نہیں سنا۔ لیکن اسحاق کو وہ کذاب کہتے۔ موسیٰ بن ہارون اور ابوزرعہ نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔ فلاس وغیرہ کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کرتے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس داستان کا واضع اسحاق بن بشر الکاہلی ہے۔ اللہ اس پر کبھی برکت نازل نہ فرمائے۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۳۳۷۔ المغنی: ۱/ ۷۰۔ الجرح والتعدیل: ۲/ ۲۱٤۔ الضعفاء والمتروکین: ۱/ ۱۰۰)

[1]......اسحاق بن بشر الکاہلی نے یہ روایت حسن بصری کی جانب منسوب کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابو لیلیٰ سے نقل کی ہے۔ اگر حسن بصری واقعتاً اس داستان سے واقف ہوتے اور وہ نقل کرتے تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگ کے لیے بصرہ پہنچے تو حسن بصری کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیتے۔ لیکن وہ

فتنہ کے خوف سے بصرہ چھوڑ کر ایک گاؤں چلے گئے۔ حتیٰ کہ جنگ کے بعد بھی انہوں نے بصرہ کا رخ نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بصرہ کے گورنر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ متعین کیے گئے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے، حسن بصری نے ان سے ملاقات تک نہیں کی یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حسن بصری کے نام سے جھوٹ بولا گیا ہے۔

۲...... حسن بصری مشہور مدلس ہیں اور صحابہ سے مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے ابو لیلیٰ صحابی کو دیکھا تک نہیں۔ الغرض یہ اس روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل ہوئی۔

۳...... حسن بصری سے یہ کہانی نقل کرنے والا عوف اعرابی ہے جو حسن بصری کا شاگرد ہے وہ تاریخ میں عوف الصدوق کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن امام ابن المبارک جنہیں فرید الدین عطار نے تذکرہ الاولیاء میں تبع تابعین کے زاہدوں اور اولیاء میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے ایک روز جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا۔ تو نے ابن عون، یونس اور ایوب کو دیکھا ہے۔ جب اس نے اس کا اقرار کیا تو فرمایا تو پھر اس کی کیا وجہ کہ تو نے ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ان تینوں حضرات کو چھوڑ کر عوف اعرابی کی مجلس میں شرکت کی؟ اللہ کی قسم یہ عوف اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کر لے کیونکہ وہ قدری (تقدیر کا منکر) بھی ہے اور شیعہ بھی۔ محمد بن عبداللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ اس عوف کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے قدری محمد بن بشار المعروف بہ بندار جب اس عوف کی روایت بیان کرتے تو فرماتے اللہ کی قسم عوف قدری ہے۔ رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ مقدمہ مسلم۔ (میزان الاعتدال : ۳/۳۰۵)
عوف اعرابی سے یہ داستان نقل کرنے والا خالد بن الحارث ہے جو مجہول ہے۔ الغرض اس روایت کی سند کے جتنے بھی راوی ہیں ان میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہادی ہیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انما انت منذر ''بے شک تو ڈرانے والا ہے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میں منذر ہوں لیکن علی رضی اللہ عنہ تجھے ہدایت کرنے والے ہیں اے علی رضی اللہ عنہ ہدایت یافتہ لوگ تیرے ذریعہ ہدایت پائیں گے۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۲۳۱) واخرجه ابن جرير الطبري في التفسير: ۱۳/ ۷۲۔ و ابن جوزی فی زاد المسير (۴/ ۳۰۷) والسيوطی فی الدرر (۴/ ۴۵) و ابن حجر فی الفتح (۸/ ۳۷۶) و الهندی فی الكنز رقم: ۲/ ۳۳۰)

ذہبی لکھتے ہیں اس آیت ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ کی یہ تفسیر مفسر ابن جریر نے۔ حسن بن الحسین کے ذریعہ معاذ بن مسلم سے نقل کی ہے۔ یہ روایت منکر ہے اور غالباً یہ آفت اسی معاذ کی ڈھائی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آفت ابن جریر نے ڈھائی ہو۔

حسن بن الحسین:

کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ شخص کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک سچا نہیں۔ اس کا شمار بڑے درجہ کے شیعوں میں ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت ثقہ راویوں جیسی نہیں ہوتی۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے لغو باتیں روایت کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۲۳۔ ترجمه الحسن بن الحسين العرني الكوفي۔ المغنی: ۱/ ۱۳۸۹۔ تنزيه الشريعة: ۱/ ۴۸۔ الجرح والتعديل: ۳/ ۲۰)

معاذ بن مسلم:

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور اس نے عطاء بن السائب سے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔ (میزان الاعتدال: ۴/ ۱۳۲)

عطاء بن السائب:

معاذ بن مسلم نے یہ روایت عطاء بن السائب سے نقل کی ہے۔ عطاء اگرچہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ لیکن اول تو ان کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ثانیاً وہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔

میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حساب کے لیے رکوں گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ سب سے اول جنت میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہ کے ساتھ حساب دینے کے لیے رکا ہوں گا۔ (میزان الاعتدال: ۱/۴۳۷۔ تنزیہ الشریعۃ: ۱/۳۹۰۔ وذکرہ المغنی فی تزکرۃ الموضوعات: ۱۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کرنے والا اصبغ ہے۔ لیکن یہ وہ اصبغ بن نباتہ نہیں۔ بلکہ یہ اصبغ ابوبکر الشیبانی ہے۔ (المغنی: ۱/۹۳۔ الضعفاء الکبیر: ۱/۱۳۰۔ الضعفاء والمتروکین: ۱/۱۲۶) یہ سدی کا شاگرد اور تبع تابعین کے بعد ہے جب کہ پہلا اصبغ تابعی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔

اصبغ نے اسے سدی سے نقل کیا ہے۔ اور سدی کے لقب سے وہ شخص مشہور ہیں۔ ہر دو کا حال پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ اور دونوں رافضی ہیں۔ باقی اس روایت میں ہم نے جو اعتراضات کیے ہیں۔ اصولی طور پر تو وہی اعتراضات وارد ہونے چاہئیں۔ لیکن اغلب گمان یہ ہے کہ ایسا ہونا بعید نہیں۔ اس لیے کہ ایک شیعہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولے گا یہ خلاف عقل ہے۔ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا کچھ عندیہ ظاہر فرمایا ہو۔ اور اس صورت میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا تخیل ہو گا، ممکن ہے کہ قیامت کے روز ہر دو کا حساب ہو۔ یا دونوں معاف کر دیئے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ تیرے پاس ابھی اس دروازے سے امیر المومنین، سید المسلمین، قائد الغر المحجلین اور خاتم الوصیین داخل ہوں گے۔(ذکرہ الشوکانی فی الفوائد رقم: ٦٤)

امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں پوری کہانی نقل نہیں فرمائی۔ کاش وہ پورا شہ پارہ پیش فرما دیتے۔ غالباً ان کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ نتیجہ انہوں نے روایت کے ابتدائی الفاظ نقل کیے ہم بھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابراہیم بن محمد:

اس کا ایک راوی ابراہیم بن محمد بن میمون ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اس نے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔(میزان الاعتدال: ١٩١۔ المغنی: ١/٢٥۔ الجرح والتعدیل: ١٢٨/٢)

حافظ ابن حجر نے بھی اس ابراہیم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی ہیرو ہے۔ جو روایت پیش کرنے کے لیے وضع کر لیا گیا ہے۔

اتفاق سے اس روایت کی سند میں جتنے راوی ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا مجہول۔ اور کسی ایک راوی کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قابل اعتبار ہے۔

قاسم بن جندب: اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا قاسم بن جندب ہے۔ جو قطعاً مجہول شخص ہے۔

حارث بن حصیرہ: قاسم سے یہ کہانی نقل کرنے والا حارث بن حصیرہ ہے۔ جو قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ خشبی ہے۔

خشبیہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو زید بن علی بن حسین کی پھانسی کے بعد لکڑیاں لے کر مرنے کے لیے نکلا تھا اور ناکامی کے بعد اس لکڑی کو پوجنا شروع کر دیا۔ جس پر زید بن علی کو

پھانسی دی گئی تھی۔ اس فرقہ کو خشبیہ کہا جاتا ہے۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل نہیں ہوئے۔ وہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے ہیں۔ بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اور دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اب جب سے ہم پر بادلوں کی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے تو ہماری یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ اس گرج اور چمک کی حقیقت کیا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ اور کوفہ کے ان لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے کوفہ میں تشیع کی وبا پھیلائی ہے۔ زنیج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا۔ کیا تم نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، میرے زمانہ میں وہ بہت بوڑھا تھا۔ اور ایک بڑی بات پر اصرار کیا کرتا ہے۔ یعنی رجعت پر (میزان الاعتدال: ۴۳۲/۱۔ دار قطنی لکھتے ہیں یہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔ الضعفاء والمتروکین: ۷۶)

اس حارث سے نقل کرنے والا علی بن عابس الازرق الاسدی الکوفی ہے۔

علی بن عابس:

اس کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں جوزجانی، نسائی اور ازدی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے۔ اسی باعث اسے ترک کر دیا گیا۔ اسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿وات ذی القربی حقه﴾ تو آپ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ باطل ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک عطا فرما دیتے تو پھر وہ کیا شئے طلب کرنے آئی تھیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ (میزان الاعتدال: ۱۳۴/۳)

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ:

اس کا آخری راوی جو اسے ابراہیم بن محمد بن میمون سے نقل کر رہا ہے۔ وہ محمد بن عثمان

بن ابی شیبہ ہے۔ جو عثمان بن ابی شیبہ کا بیٹا ہے جن کی اور جن کے بھائی کی مصنف محدثین کے یہاں مشہور ہے۔

یہ شخص حافظ الحدیث سمجھا جاتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ لیکن عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ مطین کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی طرح ہے جو ہر چیز کو نگل لیتا ہے۔ برقانی کا بیان ہے کہ میں نے محدثین کو ہمیشہ اس پر اعتراض کرتے دیکھا ہے۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اسامۃ الکلبی ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال: ٣/٦٤٢)

جنگ صفین میں ستر بدری موجود تھے

ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں ستر بدری شریک ہوئے۔ (میزان الاعتدال: ١/١٧٠)

ابراہیم بن عثمان:

اس کا راوی ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ العبسی الکوفی ہے۔ یہ واسط کا قاضی تھا۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ کا دادا تھا۔ اس نے یہ روایت حکم کے واسطہ سے ابن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔

(المغنی: ١/٢٠۔ الضعفاء والمتروکین: ١/١٤۔ الضعفاء الکبیر: ١/٥٩۔ تقریب: ١/٣٩۔ الجرح والتعدیل: ٢/١١٥)

شعبہ کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ ابراہیم بن عثمان جھوٹا ہے میں نے خود حکم سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی ہم نے تو اہل بدر میں سے خزیمہ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو جنگ صفین میں موجود ہو۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمار موجود تھے۔ امام ذہبی نے بظاہر تو شعبہ کا رد کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو تین افراد کی شرکت سے ستر کی شرکت

ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ صفین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین ہوئی۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شرکت تو ایک جزو لاینفک ہے۔ بلکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر تو یہ ثابت ہو گا کہ چند باغی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شرکت تو لازمی تھی۔ رہی عمار کی شرکت وہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اور بقول شعبہ وحکم کے علاوہ صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں موجود تھے جن کا شمار اہل بدر میں ہوتا تھا۔ لیکن اس میں بھی اختلاف ہے۔ یہ خزیمہ جو جنگ صفین میں شریک تھے وہ واقعتاً بدری تھے۔ یا انہیں صرف اس لیے بدری کہا گیا ہے کہ انہوں نے مقام بدر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لحاظ سے انہیں بدری کہتے ہیں۔ بات خواہ کچھ بھی ہو لیکن جنگ صفین میں ستر بدری ہرگز شریک نہ تھے۔ کھینچ تان کر آپ انہیں تین تک لا سکتے ہیں۔ اور شعبہ امام مالک کے ہم عصر ہیں اور تشیع میں بھی مبتلا ہیں۔ جب ان کے زمانہ تک جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک بدری موجود تھا تو شعبہ کے بعد اور کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گئے۔ امام محمد بن سیرین جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہے۔ اور جن کے روبرو یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ وہ فرماتے ہیں۔

هاجت الفتنة واصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرات الوف فلم يلحضرها منهم مائة بل لم يبلغوا ثلاثين .

''فتن اسی طرح آگے بڑھتا رہا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تیس ہزار اور نوے ہزار کے درمیان تھے۔ اور ان جنگوں میں سو صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ شریک ہونے والوں کی تعداد تیس تک بھی نہیں پہنچی۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی سند نقل کر کے فرماتے ہیں: هذا الاسناد اصح اسناد على وجه الارض ''یہ سند روئے زمین پر صحیح ترین سند ہے۔'' (منهاج السنة : ۳/ ۸۶)

اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ صحابہ کی تعداد اس وقت کسی صورت میں تیس ہزار سے کم نہ تھی۔ بلکہ وہ تقریباً نوے ہزار کے قریب تھے۔ تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان تمام جنگوں میں اصل تقابل ان لوگوں کا تھا جو صحابی نہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو بمشکل چند ہی شریک ہوئے اور ان کے نام کو اتنا اچھالا گیا ہے کہ پوری تاریخ اس میں دب کر رہ گئی۔ اور صحابہ کرام نے علیحدہ بیٹھ کر ان سب چیزوں کا نظارہ کیا۔ صرف اس تخیل کے تحت کہ شاید کہ کسی وقت یہ فتنہ ختم ہو اور امت ایک جگہ متحد ہو۔ اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ تمام امت ایک امام پر جمع ہو گئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ تو تمام صحابہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور اس سال کا نام ان کے اتفاق پر عام الجماعت (جماعت کا سال) قرار پایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس امت سے پانچ یا سات سال قبل اللہ کی عبادت کی تھی

حبۃ بن جوین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت اللہ کی عبادت کی تھی۔ جب اس امت کے کسی فرد نے یہ عبادت نہ کی تھی۔ اور تقریباً یہ عبادت پانچ یا سات سال جاری رہی۔

یہ عبادت اسی قسم کی ہو گی جیسے ملا باقر مجلسی نے جلاالعیون میں تحریر کیا ہے۔ کہ جب فاطمہ بنت اسد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیدائش کے بعد لے کر نکلیں اور گھر پہنچیں تو حضور کی انگلیاں چوسیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس طرح علم کے سمندر چوستے رہے اور تیسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○﴾ حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت نہ ملی تھی۔ لیکن سورۃ

مومنون میں مومنین کا ذکر ہے اس لیے یہ آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پیدائش کے تیسرے روز نازل ہوگئی تھیں۔

یہ روایات اسی وقت عقل میں آسکتی ہیں جب آپ بخاری کے بجائے جلاالعیون پر ایمان لائیں۔ ورنہ تشیع نام ہے۔ اس امر کا کہ ہر خلاف عقل بات پر ایمان لے آؤ۔ اور سبحان اللہ کے نعرے بلند کرو۔

یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے وضع کی گئی۔ اس کا پہلا راوی جو اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہا ہے اس کا نام حبۃ بن جوین ہے۔

حبۃ بن جوین:

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ جہاں تک حبہ کا تعلق ہے۔ تو وہ ایک حبہ برابر نہیں کیونکہ وہ کذاب ہے۔ یحیٰی کہتے ہیں اس کی حدیث کچھ نہیں۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ غیر ثقہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے اور حدیث میں واہی ہے۔ (تقریب: ۱/۱۴۸۔ الجرح والتعدیل: ۳/۱۱۳۰۔ تهذیب الکمال: ۱/۲۲۰)

اجلح:

امام احمد فرماتے ہیں اس نے کئی منکر روایات نقل کیں۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اجلح تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ کہا کہہ رہا ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایات ان احادیث کے خلاف ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ کے تقدیم اسلام کے بارے میں مروی ہیں۔ بلکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سات سال تک عبادت کرتے رہے ہیں اور کسی کو خبر تک نہیں ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر چالیسواں تھا۔ (الموضوعات: ۱/۳۴۲)

امام ابن الجوزی سینوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ ورنہ بات مومنین کی ہو رہی ہے منافقین کی نہیں ہو رہی ہے حتیٰ کہ جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو صرف پانچ افراد اسلام لائے تھے۔ باقی سب منافق تھے۔ اوران پانچوں افراد میں حسن و حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم بھی داخل نہ تھیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان افراد کو کیسے داخل کیا گیا۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں یہ حبۃ بن جوین قبیلہ عرینہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق غالی شیعوں سے ہے۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں اسی بدری تھے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ محال ہے۔ (میزان الاعتدال : ۱۸۸/۲)

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اس سے سلمۃ بن کہیل اور حکم اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ اور ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ میں نے اس حبہ کو دیکھا ہے۔ اس کی زبان پر سبحان اللہ اور الحمدللہ جاری رہتا۔ بجز اس کے وہ نماز پڑھتا یا حدیث بیان کرتا۔ ۹۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس حبہ سے یہ کہانی اجلح بن عبداللہ ابوحجیۃ الکندی الکوفی نے نقل کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ فطر کے قریب ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے بری رائے رکھتا تھا۔ قطان کہتے ہیں میرے دل میں اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں۔ شیعہ ہے سچا ہے۔ لیکن جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ اجلح افتراء باز ہے، ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ (میزان الاعتدال : ۲۰۹/۱۔ تهذيب الكمال : ۷۱/۱۔ تقريب : ۴۹/۱۔ الكاشف : ۹۹/۱۔ الجرح والتعديل : ۳۴۷/۲۔ موضوعات ابن جوزی : ۲۳۷/۲۔ طبقات ابن سعد : ۳۲۷/۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام نیک لوگوں کے امام ہیں

خطیب نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''علی نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کی جائے گی۔ اور جو انہیں رسوا کرے، اسے رسوا کیا جائے گا۔ (المستدرك للحاكم ج١، ص: ١٢٩۔ رقم: ٤٦٤٤۔ كنز العمال: ٦٠٢/١١۔ الضعيفة: ٥٣٢/١۔ اخرجه الخطيب في التاريخ: ٣٧٧/٢۔ ٢١٩/٤۔ وابن جوزي في الموضوعات: ٣٥٣/١۔ وذكره السيوطي في اللالي: ١٧١/١)

حاکم نے اسے ''المستدرک'' میں روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن حافظ ذہبی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قلت بل والله موضوع و احمد كذاب فما اجهلك على سعت معرفتك. ''میں کہتا ہوں بلکہ اللہ کی قسم یہ موضوع ہے، اور احمد کذاب ہے حاکم نے اپنی اس وسعت علمی کے باوجود کتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔''

احمد بن عبداللہ بن یزید الھشیمی:

یہ شخص سامرہ میں رہتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اس کی موضوع روایات ذکر کیں۔ اس کا انتقال ۳۷۱ھ میں ہوا۔ (میزان الاعتدال ج١، ص: ٢٤٩۔ الضعفاء والمتروكين: ٧٩/١)

عبدالرزاق بن ہمام:

یہ تمام صحاح ستہ کا راوی ہے۔ لیکن شیعہ ہے اور آخر عمر میں پاگل ہو گیا تھا شیعہ ہونے کے ناتے وہ روایات قابل قبول نہیں۔ جس سے تشیع کی تائید ہوتی ہو۔ ہم اس کا تفصیل حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم:

اس کی سند کا ایک اور راوی عبداللہ بن عثمان بن خثیم المکی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ عبدالرحمٰن اس کی روایت نہ لیتے، اور نسائی کہتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲، ص: ۴۰۲)

تعجب تو حاکم پر ہے کہ وہ موضوع روایت کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس لیے محدثین کا قول ہے۔ لاتغتر بتحسین الترمذی و لابصحیح الحاکم ''جس حدیث کو ترمذی حسن کہیں اور حاکم جس حدیث کو صحیح کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔''

اس روایت کا ایک راوی شیعہ ہے ایک ضعیف اور ایک وضاع الحدیث ہے۔ پھر بھی حاکم اسے صحیح کہہ رہے ہیں۔ اور حاکم نے اس قسم کی بے پناہ غلطیاں کی ہیں۔ حتیٰ کہ محمد بن جعفر کتانی نے تحریر کیا کہ مستدرک کا چوتھائی حصہ منکرات اور واہی روایات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں سو سے زیادہ روایات موضوع ہیں۔ (الرسالة المستطرفه: ۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: یہ میرا وصی ہے۔ میرے راز کی جگہ ہے اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سب سے بہتر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲، ص: ۴۱۸۔ ترجمہ خالد بن عبید۔ وذکر ابن جوزی فی الموضوعات: ۱/۳۷۵۔ وابن قیسرانی فی التذکرہ: ۲۱۹)

ابوعصام خالد بن عبید البصری:

اس روایت کا راوی ابوعصام ہے۔ امام بخاری کا قول ہے کہ اس روایت پر اعتراض ہے۔ حاکم کا بیان ہے کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۶/۴۰۰۔ المغنی: ۲/۷۹۸۔ الجرح والتعدیل: ۹/۴۲۱)

ابوعصام سے یہ روایت نقل کرنے والا علاء بن عمران ہے اور علاء سے عبداللہ بن محمود یہ ہر دو مجہول ہیں۔

ہمیں حدیث کی کسی کتاب میں ایسی کوئی صحیح روایت نظر نہیں آئی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہو۔ انہوں نے صحابہ میں سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تو روایات لی ہیں ورنہ ان کی تمام روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست مروی ہے۔ جن کی تعداد تقریباً سوا دو ہزار ہے۔ ایسی روایات جو انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہوں ان کی تعداد بیس (۲۰) سے زیادہ نہیں۔ وہ بھی اہل تشیع کی وضع کردہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ان افراد میں شامل ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی ساتھ نہیں دیا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید، عبدالملک بن مروان اور ولید کی بیعت کی اور ان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ جنگ قسطنطنیہ میں یزید کی ماتحتی میں شریک ہوئے۔

اے علی رضی اللہ عنہ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے

حافظ ابوبکر بن البزار نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ تیرے (علی رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ کیونکہ جو شخص بھی میری شرمگاہ دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا۔ (اخرجہ العقیلی فی الضعفاء: ٤/١٣۔ والبیهقی فی الدلائل: ٧/٢٤٤۔ میزان الاعتدال: ٥/٥٠٥)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ مجھے پس پردہ سے پانی تھمارہے تھے۔ بزار نے جو اس کی سند پیش کی ہے۔ اس کے راوی یہ ہیں۔ محمد بن عبدالرحیم، عبدالصمد بن النعمان، کیسان ابوعمرو، یزید بن بلال، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بیہقی نے بھی کیسان ابوعمرو سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ روایت انتہا سے زیادہ غریب ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ٥/٢٦١)

یہ روایت ابن سعد نے بھی طبقات میں عبدالصمد بن النعمان سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے (علی رضی اللہ عنہ) وصیت فرمائی کہ تیرے علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ ورنہ جس شخص کی نگاہ میری شرمگاہ پر پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فضل رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ مجھے پردے کے پیچھے سے پانی دے رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور جب میں کسی عضو کو ہلاتا تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ مجھ میں تیس آدمیوں (کی قوت پیدا ہو گئی ہے) حتیٰ کہ میں آپ ﷺ کے غسل سے فارغ ہوا۔ (طبقات ابن سعد: ٤/٩٤)

قارئین کرام نبی کریم ﷺ کو بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا، لیکن حضرت فضل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو کروٹیں تبدیل کرا رہے تھے۔ اود عباس، اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے پانی ڈال رہے تھے۔ اور بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بجائے ان کے صاجزادے قثم رضی اللہ عنہ شریک تھے۔

ہم اس روایت کے صرف تین راویوں پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں:

عبدالصمد بن النعمان:

یہ بغداد کا باشندہ تھا، بزاز تھا، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔ یحییٰ بن معین وغیرہ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ دار قطنی اور نسائی کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔

(میزان الاعتدال: ٤/٣٥٦۔ المغنی: ٢/٣٩٦۔ الجرح والتعدیل: ٦/٥١)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابراہیم الجنید کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں اسے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ عجلی کہتے ہیں ثقہ ہے۔ (لسان المیزان: ٤/٢٣)

کیسان ابو عمرو:

اسے قصار بھی کہا جاتا ہے۔ یزید بن بلال سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے

ہیں ضعیف ہے عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے۔

اس سے عبداللہ بن النعمان، محمد بن ربیع اور عبیداللہ بن موسیٰ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس راوی پر اعتراض ہے۔ اور اس کی یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ (میزان الاعتدال : ٥/٥٠٠۔ تقریب : ١٣٧/٢)

عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ اس کیسان ابوعمرو نے یزید بن بلال سے روایت نقل کی ہے۔ جو اس کا مالک تھا۔ اس سے متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔ میں نے یحییٰ بن معین سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ضعیف الحدیث ہے۔ (الجرح والتعدیل: ١٦٦/٧)

یزید بن بلال:

کہا جاتا ہے کہ یہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ میں داخل ہے۔ اور محدثین تمام اصحاب علی رضی اللہ عنہ کو کذاب سمجھتے ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ یزید بن بلال بن الحارث الفزاری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ اس سے کیسان ابوعمرو کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی، مجھ سے میرے والد نے اتنی ہی بات بیان فرمائی۔ (الجرح والتعدیل: ٢٠٤/٩)

ذہبی لکھتے ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یزید بن بلال نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ اس پر اعتراض ہے۔ اس سے کیسان ابوعمرو البجری روایت نقل کرتا ہے۔ جو صحیح نہیں

علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کا عمل اوپر نہیں چڑھتا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے سات سال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ پر درود پڑھتے رہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ساتھ

علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے نماز نہ پڑھی تھی۔

یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ فرشتے مجھ پر اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر سات سال تک درود پڑھتے رہے لیکن یہ درود آسمانوں پر نہیں چڑھا۔ اور میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ زمین سے آسمان تک کسی کی اس امر کی شہادت کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں سوائے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے کسی کی بلند نہیں ہوتی۔ (اخرجہ ابن عدی فی الکل فی ترجمہ عباد۔ ابن جوزی فی الموضوعات: ۱/ ۳۴۰۔ وذکرہ السیوطی فی اللالئی: ۱/ ۱۶۶)

اس امر میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب نبوت عطا ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا عمر تھی۔ کوئی کہتا کہ پانچ سال تھی۔ کوئی سات، کوئی نو، کوئی گیارہ اور کوئی تیرہ سال بیان کرتا ہے۔

اگر فرض کرو ان کی عمر سات سال تھی تو چودہ سال کی عمر تک ان کے اور حضور کے علاوہ کسی کا درود آسمانوں پر نہیں پہنچا تو ہم اس صورتحال کو اس طرح قبول کریں گے کہ نبی کا درود نبوت کے باعث بلند ہوتا رہا۔ رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو ان کا درود اس لیے اوپر چڑھتا رہا کہ وہ بچہ تھے۔ اور باقی چونکہ عمر رسیدہ تھے۔ لہٰذا ان کا درود اس لیے اوپر نہیں چڑھ سکا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اگر پوری عمر کی عورت نہ ہوتیں بلکہ وہ بھی بچی ہوتیں تو شاید ان کا درود بھی اوپر چڑھ جاتا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے۔

محمد بن عبید اللہ:

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ (الموضوعات: ۱/ ۳۴۱)

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع المدنی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ اس سے مندل اور علی ہاشم حدیث روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ردی قسم کا آدمی ہے۔ (میزان الاعتدال: ٢٤٦/٦۔ تهذيب الكمال: ٨٧٦/٢۔ تقريب: ١٨٧/٢۔ تاريخ البخاري الكبير: ١٧١/١۔ الجرح والتعديل: ٦/٨۔ الكاشف: ٢٢٥/٢۔ ضعفاء ابن جوزی: ٨٣/٣)

ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا ہے۔

طبرانی نے اس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اول جو اشخاص جنت میں داخل ہوں گے ان میں، میں اور تو اور حسن و حسین ہوں گے۔ اور ہمارے پیچھے ہماری اولاد ہوگی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گے۔ (میزان الاعتدال: ٢٤٧/٦) رہ گئی دوسری روایت تو اس کا راوی عباد بن عبدالصمد ہے۔

عباد بن عبدالصمد:

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عباد غالی قسم کا شیعہ ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کی عام روایات منکر ہیں۔ اور اس کی عام روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق ہوتی ہیں۔ امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ انتہا سے زیادہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جو ان شاء اللہ آگے پیش کی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے پیدا ہوئے

موسیٰ بن جعفر اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے ناقل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہارون بن عمران علیہ السلام، یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔ (میزان الاعتدال: ٦/١٣٥۔ واخرجه الخطيب في التاريخ: ٦/٥٩۔ واورده ابن جوزی في الموضوعات: ١/٣٣٩۔ وذكره ابن عراق في التنزيه الشريعه: ١/٣٥١۔ اللآلئ: ١/١٦٥)

محمد بن خلف:

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اور اس روایت میں وضع حدیث کا الزام مروزی کے سر ہے۔ یعنی محمد بن خلف المروزی جو یہ روایت موسیٰ بن ابراہیم سے نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ محمد ابن خلف المروزی کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ مروزی متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ایک مغفل انسان تھا۔ اسے جو بات بتائی جاتی وہی گانا شروع کر دیتا۔ اس لیے یہ قابل ترک قرار پایا۔ (الموضوعات: ١/٣٣٩)

ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں: محمد بن خلف المروزی کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ ابن جوزی نے الموضوعات میں یہی بات تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ (میزان الاعتدال: ٦/١٣٥۔ الكشف الحثيث: ٦٥٦)

ہماری سمجھ میں صرف اتنی بات آتی ہے کہ حضور ﷺ ایک انسان تھے اور انسان ہونے کے ناتے ان کی تخلیق بھی مٹی سے ہوئی تھی۔ اب آپ ﷺ کون سی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں آپ لوگ لڑتے رہیے کیونکہ سبائیہ کے نزدیک حضور ﷺ کو نور سے پیدا کیا گیا

ہے۔ اور اس میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ اعلیٰ ہونے کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس علی رضی اللہ عنہ اعلیٰ سے کوفہ کے علاوہ تمام علاقہ چھین لیا۔ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص نے حکم ہونے کی حیثیت سے انہیں خلافت سے معطل کر دیا۔

امام غزالی کی احیاء العلوم کا نبی ﷺ ابوبکر اور عمر نے مطالعہ کیا اور کتاب کے مندرجات کی تصدیق کی

یافعیؒ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ مشہور فقیہ امام ابو الحسن علی حرز ہم احیاء العلوم پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے، با اثر اور صاحب صلاحیت عالم تھے، ایک دن احیاء العلوم کے تمام نسخے جمع کرنے کا حکم دیا ارادہ یہ تھا کہ جتنے نسخے مل جائیں گے انہیں جمعہ کے دن جامع مسجد کے صحن میں آگ دے دی جائے گی، لیکن جمعہ کی شب میں انہوں نے عجیب وغریب خواب دیکھا، انہوں نے دیکھا کہ وہ جامع مسجد میں ہیں وہاں نبی اکرم ﷺ، ابوبکر اور حضرت عمر بھی موجود ہیں، امام غزالیؒ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں جب ابن حرز ہم پر ان کی نگاہ پڑی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا مخالف ہے اگر میری کتاب ایسی ہی ہے جیسا کہ یہ شخص سمجھتا ہے تو میں اللہ کی راہ میں توبہ واستغفار کروں گا، اور اگر میں نے اس میں وہ سب کچھ لکھا ہے جو مجھے آپ کی برکت اور اتباع سنت کے طفیل میں حاصل ہوا ہے تو اس شخص سے میرا حق مجھے دلایئے، امام غزالی کا یہ دعویٰ سن کر آنحضرت ﷺ نے ''احیاء العلوم'' ہاتھ میں لی اور شروع سے آخر تک ایک ایک صفحہ دیکھا، پھر فرمایا بخدا یہ تو بہت عمدہ چیز ہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق نے کتاب اٹھائی، پوری کتاب پر ایک نظر ڈالی اور عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا، یہ تو بڑی عمدہ

کتاب ہے، آخر میں حضرت عمر فاروق ﷺ نے کتاب ہاتھ میں لی، اس پر ایک نظر ڈالی اور کچھ تعریفی جملے کہے، آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ فقیہ علی بن حرز ہم کی پشت ننگی کی جائے اور اس پر وہ حد جاری کی جائے جو مفتری پر جاری کی جاتی ہے، آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور کوڑے لگائے گئے، جب پانچ کوڑے لگ چکے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شفارش کی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ شاید انہوں نے اس کتاب کو آپ کی سنت کے خلاف سمجھا ہو امام غزالی نے حضرت ابوبکر ﷺ کی سفارش منظور کر لی، جب ابن حرز ہم بیدار ہوئے تو کوڑے کے نشانات ان کے جسم پر تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بلا کر یہ نشانات دکھلائے، پورا واقعہ بیان کیا اور غزالی کی مخالفت سے توبہ کی لیکن ایک مدت تک کوڑوں کی تکلیف باقی رہی، رات کی آہ وزاری کے بعد ایک دن خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں آپ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ تکلیف دور ہوگئی، اس دن سے احیاء العلوم کا مطالعہ شروع کر دیا، پھر اس فن میں اس قدر انہماک ہوا کہ علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن میں بھی آپ کو زبردست شہرت حاصل ہوئی، یافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ واقعہ ایک مسلسل سند کے ساتھ پہنچا ہے، اس سند کی آخری کڑی شیخ المشائخ ابوالحسن شاذلی ہیں، شیخ موصوف ابن حرز ہم کے معاصر تھے وہ فرماتے تھے کہ جب ابن حرز ہم کا انتقال ہوا اور انہیں غسل دیا جانے لگا تو کوڑوں کے نشانات موجود تھے۔

دوسرا واقعہ

حافظ ابن عساکر بھی امام غزالی کے معاصرین میں سے ہیں، ان دونوں حضرات کی ملاقات بھی ثابت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ ابوالفتح شادی کے ایک جواب کی تفصیل مشہور فقیہ صوفی سعید بن علی بن ابی ہریرہ اسفرائنیؒ کے ذریعہ معلوم ہوئی، شیخ شادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد حرام میں داخل ہوا، مجھ پر عجیب سی کیفیت طاری تھی، بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی سکت ہی باقی نہیں رہی تھی، اسی حالت میں کعبہ کی طرف منہ کر کے دائیں کروٹ

سے لیٹ گیا، میں اس وقت باوضو تھا، اگرچہ میری پوری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح نیند نہ آئے لیکن میں اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا اور غنودگی سی چھا گئی، میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں، آپ نے خوبصورت عمامہ باندھ رکھا ہے اور بہترین لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں، چاروں ائمہ کرام شافعیؒ، مالکؒ، ابوحنیفہ اور احمد بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، اور اپنے اپنے مذاہب بیان کر رہے ہیں، آپ ہر امام کا مذہب سنتے ہیں اور اس کی تصدیق فرما دیتے ہیں، اسی دوران ایک بدعتی شخص باریابی چاہتا ہے لیکن اسے دھتکار دیا جاتا ہے، پھر میں آگے بڑھتا ہوں اور عرض کرتا ہوں یارسول اللہ! میرا اور تمام اہل سنت کا عقیدہ تو یہ کتاب احیاء العلوم ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کتاب کا کچھ حصہ پڑھ کر سناؤں، آنحضرت ﷺ اجازت مرحمت فرماتے ہیں، میں ''احیاء العلوم'' کے باب ''قواعد العقائد'' کی ابتدائی سطریں پڑھتا ہوں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کتاب العقائد میں چار فصلیں ہیں، پہلی فصل اہل سنت کے عقیدہ کی تشریح میں'' جب میں اس عبارت پر پہنچتا ہوں ''انہ تعالیٰ بعث النبی الامی القرشی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم الی کافه العرب والعجم والجن والانس'' تو آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھتا ہوں، آپ مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں، غزالی کہاں ہیں؟ غزالی کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ! میں یہاں ہوں، پھر وہ آگے بڑھتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں اور اپنا دست مبارک غزالی کی طرف بڑھاتے ہیں، غزالی آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بوسہ دیتے ہیں، اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں اور اپنے سر پر رکھتے ہیں، میں نے آنحضرت ﷺ کو انتہائی مسرت کے عالم میں صرف اسی وقت دیکھا جب غزالی کی احیاء العلوم پڑھی جا رہی تھی، اس واقعہ کے بعد میں بیدار ہو گیا، خواب کے اثرات ابھی تک باقی تھے، میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، میرے خیال سے آنحضرت ﷺ کا مذاہب اربعہ کی تصدیق کرنا اور غزالی کے بیان کردہ عقائد پر

اظہارِ مسرت فرمانا اللہ تعالیٰ کا ایک زبردست انعام ہے، خداوند کریم ہمیں سنت نبوی ﷺ پر قائم رکھے اور شریعت نبوی پر موت دے۔ ❶

❶ یہ سارا قصہ من گھڑت ہے، اس میں مجہول راوی ہیں نیز احیاء العلوم میں موضوع روایات موجود ہیں آپ اسے کیسے پسند کر سکتے تھے، تفصیل کے لیے دیکھیں۔ تعریف الاحیاء بفضائل الاحیاء لعبد القادر العیدروسی و ھو مطبوع بھامش الاحیاء (۱/۱۶/۱۹) والمطبوع ایضاً بھا مش اتحاف السادۃ المتقین (۱/۸۔۱۰) مزید دیکھیں: کتاب القول المبین فی التحزیر من کتاب احیاء علوم الدین، للشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن ال شیخ۔ و کتاب احیاء علوم الدین فی میزان العلماء والمؤرخین للشیخ علی بن حسن بن علی بن عبدالحمید۔

فضیل بن عیاض تیس سالوں میں صرف اس دن مسکرائے جب ان کے بیٹے کی وفات ہوئی

ابونعیم اپنے والد عبداللہ سے، ابوحسن بن ابان، ابوبکر بن عبید، قاسم بن ہاشم، اسحٰق بن عباد بن موسیٰ کے سلسلہ سند سے مروی ہے کہ ابوعلی رازی کہتے ہیں میں ۳۰ سال تک فضیل بن عیاض کی صحبت میں رہا اس دوران میں نے انہیں ہنستے دیکھا اور نہ ہی مسکراتے، صرف ایک دن وہ تھوڑے سے مسکرائے جس دن ان کے بیٹے نے وفات پائی۔ چنانچہ اس کے بارے میں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ آدمی سے محبت کرتے ہیں جس سے اللہ محبت کرتا ہے اس سے میں بھی محبت کرتا ہوں۔ ❶

❶ یہ قصہ فضیل بن عیاض تک با سند صحیح ثابت نہیں اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں مجہول راوی ہے، اسحاق بن عباد راوی کے حالات نہیں ملتے، دیکھیں: حلیۃ الاولیاء: (۸/۱۰۰) الرضا عن اللہ بقضائہ ص: ۱۸، رقم (۹۰) لابن ابی الدنیا، تاریخ بغداد (۶/۳۷۳۔۳۷۴) یاد رہے یہ قصہ درایتاً بھی ٹھیک نہیں۔

امام بخاری کی قبر پر دعا کے ذریعے بارش کا نزول

یہ واقعہ تیسر الباری شرح صحیح بخاری کے دیباچہ صفحہ ۶۴ ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور۔ میں نقل کیا گیا ہے۔

قسطلانی نے ارشاد الساری میں نقل کیا ابو علی حافظ سے، انہوں نے کہا مجھ کو خبر دی ابو الفتح نصر ابن الحسن سمرقندی نے جب وہ آئے ہمارے پاس ۴۶۴ھ میں کہ سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا قحط ہوا لوگوں نے پانی کے لیے کئی بار دعا کی پر پانی نہ پڑا۔ آخر ایک نیک شخص آئے قاضی سمرقند کے پاس اور ان سے کہا میں تم کو ایک اچھی صلاح دینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا بیان کرو۔ وہ شخص بولے تم سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ سے دعا کرو، شاید اللہ جل جلالہ ہم کو پانی عطا فرما دے۔ یہ سن کر قاضی نے کہا تمہاری رائے بہت خوب ہے۔ اور قاضی سب لوگوں کو ساتھ لے کر امام بخاری کی قبر پر گیا۔ اور لوگ وہاں روئے اور صاحب قبر کے وسیلہ سے پانی مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شدت کا پانی برسانا شروع کیا یہاں تک کہ شدت بارش سے سات روز تک لوگ خرتنگ سے نکل نہ سکے۔ [1]

---

[1] اسنادہ ضعیف۔ ارشاد الساری ج۱، ص: ۳۹۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ قسطلانی سے لے کر ابو علی الحافظ تک سند نا معلوم ہے۔ اور ابو علی حافظ مجہول ہے۔ لہٰذا قبر پر بارش کا قصہ ثابت نہیں۔

میرے بعد علم علی رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ سے حاصل کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! کے بعد علم کی باتیں کس سے لکھیں۔ فرمایا علی رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ سے۔ (میزان الاعتدال: ۲۳۴۔ تاریخ جرجان: ٦٤۔ العلل المتناهية: ١/٢٨٤)

اس روایت کا راوی احمد بن ابی روح ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث درست نہیں ہوتیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس شخص نے اس روایت کی سند میں جن لوگوں کا نام لیا ہے۔ ان سب پر اتہام ہے۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۹۴) بلکہ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو چونکہ علی رضی اللہ عنہ سے پر خاش تھی اس لیے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کبھی حاضر نہیں ہوئے۔ رہ گئے۔ سلمان رضی اللہ عنہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال کر گئے تھے، اور سبائی اس وقت تک وجود میں نہ آئے تھے۔ لہٰذا یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ پر ایک کھلا جھوٹ ہے۔

اس احمد بن ابی روح سے نقل کرنے والا احمد بن ابی حفص السعدی ہے۔ جو امام ابن عدی کا شیخ ہے۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔ لیکن عمداً جھوٹ نہیں بولتا۔ ہاں دوسروں کے جھوٹ کی اشاعت کرنا اور بات ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اونٹ کی خریداری کا قصہ اور علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی اونٹ لے کر آیا تا کہ انہیں فروخت کر سکے۔ عمر ان کا بھاؤ تاؤ کرنے گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک اونٹ کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے، اور اسے پیر مارتے تا کہ اونٹ کھڑا ہو اور عمر رضی اللہ عنہ اس کا دل دیکھ سکیں۔ اس پر وہ شخص بولا تیرا باپ نہ ہو میرے اونٹوں سے علیحدہ ہو جا۔ عمر رضی اللہ عنہ اس پر بھی باز نہ آئے تو وہ شخص بولا، میرا خیال ہے تو بہت برا آدمی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کام سے فارغ ہو گئے تو اس سے اونٹ خریدا اور کہنے لگے کہ اے

کھینچ کر لا اور اس کی قیمت لے لے۔ اس اعرابی نے کہا اچھا میں اس کا کجاوہ اور لگام اتار دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جب اونٹ خریدا تھا تو یہ چیزیں اس پر موجود تھیں۔ اس پر اعرابی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بہت برا آدمی ہے۔

یہ دونوں باہم جھگڑ ہی رہے تھے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ والے سے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کر دے۔ اونٹ والے نے اقرار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے سامنے سارا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

اے امیر المومنین! اگر اونٹ خریدتے وقت آپ نے کجاوے اور لگام کی شرط لگائی تھی، تب تو یہ آپ کی ہیں ورنہ اونٹ کا مالک اپنے دام میں اس قیمت پر اضافہ کر سکتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۳۱٦)

حفص بن اسلم الاصفر:

اس کا راوی حفص بن اسلم الاصفر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بھی یہی بیان ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اس نے یہ روایت خود وضع کی ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۳۱٦۔ المغنی: ۱/۱۷۹۔ الجرح والتعدیل: ۳/۱٦۹۔ الضعفاء والمتروکین: ۱/۲۲۰۔ یہ سارا قصہ جھوٹا اور من گھڑت ہے۔

ضعیف اور من گھڑت واقعات

حصہ چہارم

ان شاء اللہ جلد قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ جو کہ مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہوگا۔

1. بسلسلہ حیات انبیاء علیہ السلام، سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک کے مقتدر انبیائے کرام علیہ السلام کے متعلق غیر مستند، ضعیف اور من گھڑت قصے اور روایات۔
2. واقعہ کربلا کے متعلق من گھڑت اور ضعیف واقعات۔
3. جنگ جمل کے متعلق غیر مستند قصے و روایات۔
4. جنگ صفین کے متعلق غیر ثابت شدہ واقعات و روایات۔
5. واقعہ حرہ کے سلسلے میں ضعیف روایات۔
6. اس کے علاوہ عام مشہور تاریخی واقعات پر بے لاگ ریسرچ و تحقیق۔

اعتذار: ...... میں نے مندرجہ بالا مضامین کا اشتہار حصہ سوم کے متعلق دیا تھا۔ مگر بعض وجوہات کی بنیاد پر اب یہ مضامین حصہ چہارم میں آئیں گے۔ انشاء اللہ

❀❀❀

سلسلہ

ضعیف اور موضوع روایات 1

ضعیف اور من گھڑت روایات کا ذخیرہ

موضوعات کبیر (اردو)

اردو ترجمہ

الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة نور الدين علي بن سلطان محمد ملا علي القاري

تحقیق وتخریج

ابو ہاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول

ترجمہ وتہذیب واضافہ

حافظ محمد انور زاہد حفظہ اللہ
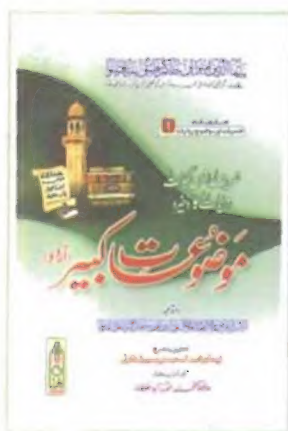
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

خوش بیان اور دل پذیر خطابت کے لیے

توحید و رسالت پر مبنی دلکش اور منفرد اشعار کے مجموعے

از قلم: حافظ محمد انور زاہد حفظہ اللہ 0300-4312019

ڈسٹری بیوٹرز

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ
اردو بازار لاہور
042-37321865

E-Mail: nomania2000@hotmail.com
www.nomanibooks.com